

Vol. II  
No. 26.



Thursday,  
23rd September, 1954

# HYDERABAD LEGISLATIVE ASSEMBLY DEBATES

## Official Report

### PART II—PROCEEDINGS OTHER THAN QUESTIONS AND ANSWERS

#### CONTENTS

	PAGES
Petition re : grant of pattas for Government Lands — Referred to the Committee on petitions .. .. .	1345-1346
Papers laid on the table of the House .. .. .	1346
Report of the Committee on Petitions—Presented .. .	1346-1347
L. A. Bill No. XXXVIII of 1954, the Hyderabad General Sales Tax (Second Amendment), Bill 1954 — not concluded ..	1347
L. A. Bill No. XXX of 1954, the Hyderabad Cinema Shows Tax, Bill 1954—withdrawn .. .. .	1347-1348
L. A. Bill No. XXXIV of 1954, the Hyderabad City Water Supply, Bill 1954—Passed .. .. .	1348-1381
L. A. Bill No. XXXII of 1954, the Hyderabad Houses (Rent, Eviction and Lease) Control (Amendment), Bill 1954—Passed .. .. .	1381-1391
L. A. Bill No. XXXVIII of 1954, the Hyderabad General Sales Tax (2nd Amendment) Bill 1954 — 1st reading not concluded .. .. .	

*Note.*—\* at the commencement of the speech denotes .. 1391-1400  
confirmation not received.



# THE HYDERABAD LEGISLATIVE ASSEMBLY

*Thursday, the 23rd September, 1954.*

The House met at Half Past Two of the Clock.

*[Mr. Speaker in the Chair]*

## Questions & Answers

(See Part I)

### Petition Re : Grant of Pattas for Government Lands.

*Shri K. Ramachandra Reddy (Ramannapet) :* Sir I beg to present a petition signed by nearly 5000 persons containing request not to levy penalties on them but to confer the rights for patta on the Government lands they have been cultivating since some years. The petition is as follows :

“We, the Harijans, backward classes and poor peasants of Nalgonda District are cultivating the Government lands since some years.....

*Mr. Speaker :* The purport of the petition may be given. The whole petition need not be read out.

\* شری کے۔ راجندراریڈی :— میں نے نلگنڈہ کے حالات سے متعلق جو درخواست پیش کی ہے اس کے چھ اہم پوائنٹس (Points) ہیں۔۔۔ وہاں ہریجن زراعتی مزدور وغیرہ کئی سال سے بعض زمینات پر کاشت کرتے آ رہے ہیں انکی کاشت ضبط کی جارہی ہے۔ درخواست میں استدعا کی گئی ہے کہ اس کو روکا جائے۔ اور ان لوگوں کی فصلوں کو برباد نہ کیا جائے۔ اسکے علاوہ حکومت سے یہ بھی خواہش کی گئی ہے کہ خارج کھاتہ پرمپوک زمینات پٹہ پر دئے جائیں۔ کہیں گاثران کی اراضی ۱۰ فیصد سے زیادہ ہو تو وہ بھی پٹہ پر دی جائے۔ بعض جگہ دس فیصد سے کم زمین ہونے پر بھی کچھ لوگ حالات اور مجبوری کے مدنظر کاشت کرتے آئے ہیں انہیں بھی گورنمنٹ پٹہ کرنا چاہئے۔ گاؤں کے وطندار وغیرہ ان غریب لوگوں کی فصلوں کو جانوروں سے چروا رہے ہیں۔ حکومت کو چاہئے کہ وہ انکی مدد کرے۔ میں آنریبل اسپیکر صاحب سے خواہش کرتا ہوں کہ وہ گورنمنٹ کو متوجہ کریں اور اونکی مانگوں کو پورا کریں۔

*Mr. Speaker :* That is not my duty. It shall be referred to....

شری کے - رائیڈ راریڈی :- میں یہ بھی واضح کرنا چاہتا ہوں کہ اس درخواست پر . . . . لوگوں کے دستخط ہیں -

*Mr. Speaker :* The petition is referred to the Committee on Petitions.

### Papers Laid on the Table of the House.

*The Minister for Finance, Statistics, Customs, Commerce and Industries : (Shri V. K. Koratkar :)* Sir, I beg to lay a copy of the Finance Accounts of the Government of Hyderabad for the year 1950-51 and the Audit Report 1951 on the Table of the House under Article 151 (2) of the Constitution of India.

*Mr. Speaker :* Copy of the Finance Accounts of the Government of Hyderabad for the year 1950-51 and the Audit Report, 1951, is laid on the Table of the House.

*Shri V. K. Koratkar:* Sir, I beg to lay a copy of the Appropriation Accounts of the Government of Hyderabad for the year 1951-52 and the Audit Report, 1952, on the Table of the House under Article 151 (2) of the Constitution of India.

*Mr. Speaker :* Copy of the Appropriation Accounts of the Government of Hyderabad for the year 1951-52 and the Audit Report, 1952, is laid on the table of the House.

*Shri V. B. Raju (Secunderabad-General):* Will the copies be made available to the hon. Members ?

*Mr. Speaker :* Yes.

### Presentation of the Report of the Committee on Petitions

*Shri Pampan Gowda (Manvi):* Sir, I, the Chairman of the Committee on Petitions beg to present to the House the report of the Committee on petitions on the following Petition that was scrutinised by the Committee on the 14th September, 1954.

#### Petition :

The subject-matter of the petition presented to the house by Shri A. Raj Reddy, M.L.A. is 'Payment of Bonus to R.T.D. Employees' and is signed by eight persons.



The petition is in conformity with the Rules and the Committee decided that it be circulated *in extenso* to the Members.

*Mr. Speaker* : The report is presented.

L. A. Bill No. XXXVIII of 1954, the Hyderabad General Sales Tax (Second Amendment) Bill, 1954.

*Shri V. D. Deshpande* (Tppaguda) : I think if the other Bills are taken up first and this Bill after 5-30 p.m. today, it would be more convenient for us.

*Mr. Speaker* : Does the hon. Leader of the opposition mean to say that this Bill should be taken up after 5-30 p.m. today ?

*Shri V. D. Deshpande* : Yes, Sir.

*Shri V. K. Koratkar* : I have no objection, Sir.

*Mr. Speaker* : It will be taken up accordingly. Let us proceed to the next item.

L. A. Bill No. XXX of 1954, The Hyderabad Cinema Shows Tax Bill, 1954.

*Shri V. K. Koratkar* : I beg leave of the house to withdraw L. A. Bill No. XXX of 1954, the Hyderabad Cinema Shows Tax Bill, 1954.

*Mr. Speaker* : The question is :

“ That leave be granted to withdraw L. A. Bill No. XXX of 1954, the Hyderabad Cinema Shows Tax Bill 1954 ”.

The motion was adopted.

*Mr. Speaker* : Let us proceed to the next item.

*Shri K. Ananth Reddy* (Balkonda) : On a point of order, Sir. Is it not necessary that before withdrawing the Bill the reasons for withdrawal are made known to the house ?

*Mr. Speaker* : Not necessary.

*Shri A. Guruva Reddy (Siddipet)* : On a point of order, Sir. The reasons can, even at this stage, be explained in a few minutes.

*Mr. Speaker* : Not necessary.

**L. A. Bill No. XXXIV of 1954, the Hyderabad City Water Supply Bill, 1954.**

*The Minister for Local Govt. and Education (Shri Gopal Rao Ekbote)* : Sir, I beg to move :

“That L. A. Bill No. XXXIV of 1954, the Hyderabad City Water Supply Bill, 1954, be read a first time”.

*Mr. Speaker* : Motion moved.

شری گوپال راؤ اکبوتے :— مسٹر اسپیکر سر۔ یہ بل جو معزز ایوان کے سامنے پہلی خواندگی کیلئے پیش ہوا ہے وہ حیدرآباد اور سکندرناد کے شہروں میں پانی کی سربراہی سے متعلق ہے۔ ایوان کے معزز ارکان کو معلوم ہے کہ شہر حیدرآباد اور سکندر آباد میں سنہ ۱۸۹۷ء سے پانی کی سربراہی کا سسٹم چلا آ رہا ہے۔ اور اسی بنا پر آج تک یہ کام چل رہا ہے۔ معزز ارکان کو یہ معلوم ہوگا کہ عثمان ساگر اور حمایت ساگر کے ریزروائرس (Reservoirs) تعمیر ہونے سے پہلے میر عالم کے تالاب اور حسین ساگر سے پانی سپلائی ہوتا تھا۔ اور ظاہر ہے کہ سنہ ۱۸۹۷ء کے حالات کے لحاظ سے اس وقت کی آبادی کیلئے یہ کافی سمجھا گیا۔ ۱۸۔ بہمن سنہ ۱۳۰۶ء فصلی میں پرائیویٹ وائر پائپ سپلائز (Private Water Pipe Supplies) کیلئے قواعد مرتب ہوئے اور پرائیویٹ وائر پائپ کنکشنس (Private Water Pipe Connections) کی شرح محصول مقرر ہوئی۔ چنانچہ سنہ ۱۳۰۶ء فصلی میں آدھ پون اور ایک انچ کے کنکشن کیلئے ۱۲۔۲۴۔ اور ۴۸ روپے سالانہ مقرر کئے گئے۔ سنہ ۱۳۰۸ء فصلی میں اس میں کچھ تبدیلی کی گئی اور کچھ چیزیں جو پہلے چھوٹ گئی تھیں انہیں بھی شامل کیا گیا۔ تیسری مرتبہ ۵۔ آبان سنہ ۱۳۱۲ء فصلی کو شرح میں پھر تبدیلی ہوئی اور آدھ اور ایک انچ کے لئے ۲۵ اور ۲۷ روپے شرح مقرر ہوئی۔ اسکے بعد سنہ ۱۳۳۸ء فصلی میں ریڈنسی ایریا (ریڈنسی بازار) میں پانی سربراہ کیا گیا۔ ۲۰ مہر سنہ ۱۳۳۲ء فصلی کی ترمیم کے ذریعہ جو شرحیں مقرر ہوئیں وہ موجودہ شرحیں ہیں۔ اور انہی شرحوں پر حیدرآباد اور سکندرآباد میں پانی سربراہ کیا جا رہا ہے۔ بعد میں عثمان ساگر اور حمایت ساگر سے حیدرآباد اور سکندرآباد کو پانی سربراہ کیا جائے لگا۔ اس وقت آبادی ڈھائی لاکھ اور چار لاکھ کے قریب تھی اور یہی آبادی بڑھتے بڑھتے سنہ ۱۹۵۴ء میں ساڑھے ۱۰ لاکھ ہو چکی ہے۔ اسکے ساتھ ساتھ وائر کنکشنس بھی بڑی حد تک بڑھ گئے ہیں۔ حکومت پر پانی کی سربراہی کی ذمہ داری بڑھ گئی ہے۔ اور اس طرح پانی کی سربراہی کا مسئلہ بہت اہمیت اختیار کرتا جا رہا ہے۔ انسان کی زندگی میں جان کے

مسئلہ کے بعد پانی کا مسئلہ آتا ہے۔ پانی نہ صرف پینے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے بلکہ روزمرہ کی مختلف ضروریات کی تکمیل کے لئے ضروری ہے۔ اور اس مسئلہ کو سہل انگیزی سے نہیں دیکھا جاسکتا۔ اس سے غفلت مختلف امراض کا باعث ہوتی ہے۔ اور کئی مسائل سامنے آجاتے ہیں۔ پانی کا مسئلہ صرف حیدرآباد ہی میں نہیں بلکہ ہم دوسرے ممالک میں بھی پانی کی تاریخ دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ حال حال میں حکومتوں نے پانی کے مسئلہ کو نیشنل نیسیسیٹی (National necessity)

کے لحاظ سے اہمیت دی ہے۔ مثال کے طور پر میں ایوان کو بتلانا چاہتا ہوں کہ انگلستان کی حکومت نے سنہ ۱۹۴۴ء میں نیشنل واٹر سپلائی پر ایک واٹ پیپر (White paper) تیار کیا۔ ممکن ہے آنریبل ممبرس کی نظر سے وہ واٹ پیپر گزرا ہو۔ اس میں دو تین چیزیں بہت اہم ہیں۔ ایک تو یہ کہ اس میں کہا گیا ہے کہ پانی کے مسئلہ کو لیجسلیشن کے ذریعہ کنٹرول کرنا چاہئے، کیونکہ اس سے خاص طور پر (Contaminated water or polluted water supply) کا خطرہ لاحق رہتا ہے، چاہے وہ زیادہ بارش کی وجہ سے ہو یا فلٹر سسٹم (Filter system) میں ڈفکٹ (Defect) آنے کی وجہ سے ہو یا کسی وجہ سے ہو۔ لیکن جہاں (Polluted water supply) ہونے کا امکان ہوتا ہے وہاں لاکھوں لوگوں کی جانیں خطرہ میں آسکتی ہیں۔ اسلئے واٹر سپلائی کو قانون کے ذریعہ ریگولیٹ کرنا ضروری سمجھا گیا۔ آنریبل ممبرس کو معلوم ہوگا کہ خاص لندن گریٹر لندن میٹروپولیٹن (Greater London Metropolitan)

میں جو پانی سربراہ کیا جاتا ہے اس کے لئے قانونی پاورس دیئے گئے ہیں۔ وہاں ایک واٹر ایکٹ سنہ ۱۹۴۰ء میں بنایا گیا۔ یہ حوالہ میں اس لئے دے رہا ہوں کہ سنہ ۱۹۳۸ء اور سنہ ۱۹۴۴ء میں لندن اور کرائیڈن میں کالا (Cholera) اور ٹائیفائیڈ کی وجہ سے کافی تعداد میں اموات ہوئے تھے۔ نتیجتاً انہیں ایک ایکسپرس کمیٹی (Experts Committee) بٹھائی پڑی اور رورل ایریاز (Rural areas)

(Urban areas) کی واٹر سپلائی کے بارے میں غور کرنا پڑا اور ایک واٹر ایکٹ بنایا گیا۔ انہوں نے پہلے ایک واٹ پیپر مرتب کیا اور سنہ ۱۹۴۰ء کے واٹر ایکٹ، لندن (Water Act, London) کی بنیاد اس پر رکھی۔ جہاں لاکھوں کروڑوں کی تعداد میں لوگ رہتے ہیں وہاں پانی کی سربراہی کا مسئلہ نہایت اہم ہوتا ہے۔ اس سلسلہ میں حیدرآباد کی جو تاریخ میں نے آپ کے ملاحظہ میں رکھی ہے اس سے معلوم ہوگا کہ کتنی مرتبہ قواعد بدلے ہیں۔ اس کے بعد بھی سنہ ۱۹۴۲ء کے قواعد کافی نہیں سمجھے گئے اور اس میں تبدیلی کی ضرورت سمجھی گئی۔ اس کے بعد میں اس طرف اشارہ کرنا چاہتا ہوں کہ حیدرآباد و سکندرآباد کے واٹر سپلائی اور ڈسٹرکشن کے واٹر سپلائی میں امتیازی سلوک برتا جا رہا تھا۔ ڈسٹرکشن میں واٹر سپلائی کے لئے دو روپیہ سے ساڑھے چار روپیہ تک لئے جا رہے تھے۔

۲۱ مقامات پر وائر سپلائی کے لئے پائپ کنکشن دیا جا رہا ہے اور ۱۷ مقامات کے لئے اسکیم تیار ہے۔ اس طرح نکس کے معاملہ میں ڈسٹرکٹس اور شہروں کا مقابلہ کریں گے تو معلوم ہوگا کہ یہاں کی شرح وہاں کے شرح سے کم ہے۔ یہاں کے اسٹیلشمنٹ چارجس (Establishment Charges) بابت سنہ ۵۳ - ۵۴ (۱۲-۱۱) لاکھ کے قریب ہیں۔ سنہ ۱۹۲۵ (۶۹۰) لاکھ۔ سنہ ۱۹۳۰ (۱۰۷۳) لاکھ۔ سنہ ۱۹۳۵ (۱۸۳۰) لاکھ۔ سنہ ۱۹۴۰ (۲۳۱۲) لاکھ۔ سنہ ۱۹۴۵ (۲۳۱۶) لاکھ۔ اور سنہ ۵۳ - ۵۴ کے فیکرس تو میں نے آپ کو بتائے ہیں۔ جو ڈسٹری بیوٹری سسٹم (Distributory system) ہمارے یہاں ہے اوس پر کئی وجوہ کی بنا مثلاً فلٹر بیڈس (Filter beds) (کلورین Chlorine) (الکٹریسیٹی Electricity) کے چارجس (Charges) اور مزدوروں کی اجرتیں بڑھ جانے کی وجہ سے اس کے اخراجات میں سنہ ۱۳۲۵ ف کے بعد سے مسلسل اضافہ ہوتا رہا ہے۔ اس لحاظ سے اگر اب بھی وائر سپلائی کے وہی ریش (Rates) باقی رکھیں تو اخراجات اور آمدنی کی کوئی مناسبت باقی نہیں رہتی ہے۔ سنہ ۱۳۳۲ ف سے جو ریش مقرر ہیں اب تک وہی چلے آ رہے ہیں۔ اس کے باوجود پائپ اکسٹنشن (Pipe extensions) بہت کافی ہو گئے ہیں۔ پاپولیشن (Population) بہت بڑھ گیا ہے۔ مزدوروں کی اجرت بڑھ گئی ہے اور اسٹیلشمنٹ چارجس بہت بڑھ گئے ہیں۔ لیکن ریش ویسے ہی رہے ہیں۔ اضلاع کے لوگوں کی واجبی شکایت یہ رہی ہے کہ گورنمنٹ کا یہ طریقہ کار مناسب نہیں ہے کہ اون سے تو ۲ روپیہ سے ساڑھے چار روپیہ تک لے لے اور شہروں پر ۱۲-۱۱ لاکھ روپیہ خرچ کر دے۔ جیسا کہ میں نے بتایا کہ یہاں آمدنی کے مقابلہ میں خرچ زیادہ ہے اور کارویار ڈیفیسٹ (Deficit) میں چل رہے ہیں۔ اس لئے اضلاع والوں کا خیال ہے کہ اضلاع سے نکس وصول کر کے شہروں پر خرچ کرنا مناسب نہیں ہے۔ ان حالات کے تحت اس ایکٹ کو اپڈیٹ (Up-to-date) اور ماڈرن سسٹم (Modern system) پر لانے کے لئے یہ لیجسلیشن (Legislation) یہاں لانا ضروری تھا۔ سکندر آباد میں بلک وائر سپلائیز (Bulk water supplies) کا طریقہ ہے اور حیدر آباد کو ڈائریکٹ سپلائز (Direct supplies) دی جاتی ہیں۔ کئی مکانات ایسے ہیں جہاں میٹر کے نل نہیں ہیں۔ بلکہ پرانے پائپ سے پانی سپلائی کیا جاتا ہے۔ پانی کی سپلائی کے جو چار مختلف طریقے ہیں اون پر کنٹرول کرنا پڑیگا۔ یعنی بلک وائر سپلائی، ڈائریکٹ سپلائز، میٹر کے ذریعہ سپلائی، اور فلٹر بیڈس - فلٹر بیڈس پر کافی احتیاط کرنی پڑیگی تاکہ فل اینڈ پیور وائر سپلائی (Full and pure water supply) ہو اور امراض کے جو خطرات ہیں وہ دور ہوں۔ پانی جو انسان کی پہلی ضرورت کی چیز ہے نہ صرف پینے کے لئے بلکہ دیگر انسانی ضروریات کے تعلق سے بھی بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ اور اسی پانی کے ذریعہ مختلف طریقوں سے کنٹامینیشن (Contamination) اور پولوشن (Pollution) ( )

ہوسکتا ہے۔ ایڈیکوئیٹ واٹر سپلائی (Adequate water supply) فل واٹر سپلائی اور پیور واٹر سپلائی (Pure water supply) کے لئے ریزروائرس (Reservoirs) اور فلٹریڈس (Filter beds) کی طرف دھیان دینا ہوگا اور ڈسٹریبیوٹری سسٹم کی جانب توجہ بھی کرنی ہوگی۔ بیکٹیریا لاجیکل انالیسس (Bacteriological analysis) کرنا ہوگا۔ جو اربن ایریاز (Urban areas) تھکلی پاپولیٹڈ (Thickly populated) اور کنجسٹڈ (Congested) ہیں وہاں اسکی ضرورت ہے کہ ہر مکان میں پائپ کنکشن (Pipe Connection) دیں تاکہ کسی کو پانی کی قلت محسوس نہ ہو۔ اوس کے لئے جب ہم یہ طریقہ اختیار کرنا چاہتے ہیں کہ پانی میٹر کے ذریعہ دیں تو مجھے بڑے دکھ کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ سنہ ۱۳۳۲ ف سے جو لوگ بلا میٹر کے نل سے پانی استعمال کرنیکے عادی ہو گئے ہیں وہ اس کے لئے آمادہ نہیں ہوتے اور شہروں میں رہنے والے اضلاع کی واٹر سپلائی کے جو حالات ہیں اون پر نظر ڈالنے کے لئے آمادہ نہیں ہوتے۔ اضلاع والوں کے لئے جو مشکلات ہیں چونکہ وہ اس سے بچے ہوئے ہیں، سمنٹ روڈس پر، پاور فل لائٹ (Powerful light) میں زندگی گزارتے ہیں اور پانی کی کوئی دشواری انہیں نہیں ہے اس لئے وہ نیشنل انٹرسٹ (National interest) کو بالائے طاق رکھکر اپنے چند پیسوں کی خاطر میٹر لگانے سے انکار کرتے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ واٹر سپلائی کا جو پرسنٹیج ہونا چاہیے تھا وہ نہ ہوسکا۔ اور اضلاع میں واٹر سپلائی کی اسکیمات جس حد تک روعمل لائے جانے چاہئے تھے نہ لائے جاسکے۔ اور وہاں کا پرسنٹیج آف واٹر سپلائی بہت گرا ہوا ہے۔ اوس وقت چونکہ ایچ۔ ای۔ ایچ۔ کو ابلٹیوٹ پاورس (Absolute powers) تھے اس لئے کچھ ایسا سسٹم رائج رہا کہ جسکی وجہ سنہ ۱۳۰۸ ف سے اب تک زیادہ تعداد میں میٹرس نہیں لگائے گئے حالانکہ ویسٹیج (Wastage) کو روکنے کی اس سے بہتر کوئی اور چیز نہیں ہوسکتی تھی۔ کلورین وغیرہ کی قیمتیں بہت زیادہ بڑھ گئی ہیں جس کی وجہ سے اکسپنس (Expenses) زیادہ ہو گئے ہیں اور دوسری طرف پیور واٹر کا ویسٹیج بہت ہوتا ہے۔ اوس کا پراپر یوز (Proper use) نہیں ہوتا۔ آپ سب کا مشاہدہ ہوگا کہ یہ پانی باغات وغیرہ کی سیرابی کے لئے بھی استعمال میں لایا جاتا ہے اور انڈسٹریل پریز (Industrial purpose) کے لئے بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ اس پانی کی کوئی قدر نہیں کی جاتی ہے۔ اس لئے اس کے پراپر یوز کے لئے میٹرس لگانے کی سخت ضرورت ہے۔ کوئی مہذب ملک آپ کو ایسا نہیں ملیگا جہاں ایک لاکھ کی آبادی بھی ہو تو میٹر کے ذریعہ پانی نہ سربراہ کیا جاتا ہو۔ ہر جگہ میٹر سے پانی سپلائی کیا جاتا ہے۔ پرسنل انٹرسٹ کی خاطر کسی کی پرواہ نہ کرنے کے عادی ہو گئے ہیں۔ اسکو روکنے کا صحیح طریقہ یہی ہوسکتا ہے کہ پائپ کنکشن (Pipe connection) کی بجائے میٹر کنکشن (Meter connection) کر دیا جائے۔ اس طرح جو کٹمینیشن (Contamination)

کنجسٹڈ ہاؤسز ( Congested houses ) میں پیدا ہو گیا ہے وہ  
 دوسری جگہ پھیلنے نہیں پائیگا۔ اور پبلک ہلتھ پوائنٹ آف ویو ( Public health  
 point of view ) سے بھی دیکھا جائے تو یہ بہتر ہوگا۔  
 ہلتھ منسٹری ( Health Ministry ) اور واٹر سپلائی منسٹری میں  
 کوآرڈینیشن ( Coordination ) ہو تو زیادہ مناسب ہوگا اور واٹر  
 سپلائی کی ایفیکٹیو اینڈ افیشینٹ فنکشننگ ( Effective and efficient functioning )  
 میں سہولت ہوگی۔ ہم نے اس کو اچیوو ( Achieve ) کرنے کے لئے  
 حیدرآباد و سکند آباد کی حد تک ایک واٹر سپلائی بل بنایا ہے۔ اس میں اڈیکیویٹ  
 ( Adequate ) فل ( Full ) اور پیور واٹر سپلائی ( Pure  
 water supply ) کی غرض سے میٹرس مہیا کرنے کے لئے کچھ دفعات رکھے  
 گئے ہیں۔ بلک سپلائی ( Bulk supply ) اور انڈسٹریل پریپرس ( Industrial  
 purposes ) کے لئے واٹر سپلائی کو ریگولیٹ ( Regulate )  
 کرنے کے لئے یہ بل لایا گیا ہے۔ یہ محسوس کیا گیا کہ موجودہ سپلائی ناکافی ہے۔ اس لئے  
 ساڑھے دس لاکھ کی آبادی کے لئے ۴۰ لاکھ کی ایک اسکیم واٹر سپلائی کے اکسٹنشن  
 ( Extension ) کے لئے تیار کی گئی ہے جب وہ منظوری کے پورے مراحل  
 طے کر لیگی تو میں سمجھتا ہوں کہ ایک دن ایسا آسکتا ہے کہ پورے اسٹیٹ میں واٹر  
 اسکیورٹی ( Water scarcity ) کی شکایت باقی نہیں رہیگی۔ اسلئے دور اندیشی  
 کے ساتھ ایسے کنڈیشنس ( Conditions ) کے پیدا نہ ہونے دینے کے لئے  
 روک تھام ضروری ہے تاکہ اسکیورٹی آف واٹر ( Scarcity of water )  
 نہ ہو سکے .....

شری جے۔ بی۔ متھال راؤ:— آنریبل منسٹر ساڑھے دس لاکھ آبادی کے لئے جس  
 اسکیم کا ذکر کر رہے ہیں کیا اس میں سکند آباد کنٹونمنٹ بھی شامل ہے ؟  
 شری گوپال راؤ اکبوتے:— سکند آباد میں کنٹونمنٹ بھی شامل ہے۔ کئی جگہ  
 جہاں واٹر کنکشن ( Water connection ) نہیں ہے وہاں سے رپریزنٹیشن  
 ( Representations ) کئے گئے ہیں۔ ہم خود محسوس کرتے  
 ہیں کہ انہیں واٹر سپلائی کرنا چاہیئے۔ یہ انسانوں کی ایک بنیادی ضرورت ہے۔ اس کی  
 ہر گھر میں ضرورت ہوتی ہے۔ ۴۰ لاکھ کی اسکیم حیدرآباد کے لئے ہے اور (۲۰-۳۰)  
 لاکھ کی اسکیم سکند آباد کے لئے ہے۔ یہ اسکیم گورنمنٹ آف انڈیا کو بھیجی گئی ہیں۔  
 امید ہے کہ اس بارے میں گورنمنٹ آف انڈیا ہماری مدد کریگی۔ اس کے بعد میں سمجھتا  
 ہوں کہ جو دقتیں ہیں وہ دور ہو جائیں گی۔ واٹر سپلائی پر کنٹرول ہو جائیگا اور ڈرنیج  
 واٹر سپلائی سسٹم ( Drainage water supply system ) بھی ریگولیٹ  
 ہو جائیگا۔ اور یہ جو ڈسپاریٹی ( Disparity ) اضلاع اور شہروں  
 میں نظر آرہی ہے وہ دور ہو جائیگی۔ لہذا ان وجوہات کے تحت جن کا میں نے ذکر کیا  
 ہے مجھے امید ہے کہ اس بل کو ہاؤس شرف قبولیت بخشے گا۔

شری سی ایچ۔ وینکٹ رام راؤ:۔ مسٹر اسپیکر سز۔ میں واٹر سپلائی منسٹر کے واٹر سپلائی بل کا عام طور پر سواکت کرتا ہوں انہوں نے من مانے احکام کو جو ایک عرصہ سے چلے آ رہے ہیں چھوڑ کر ایک قانون بنانے کی کوشش کی ہے چند چیزیں جن کا مجھے شبہ ہے اون کو دور کرنے کی خاطر میں منسٹر صاحب کی توجہ انکی طرف مبذول کراتا ہوں۔ مجھے یہ کہنا ہے کہ واٹر سپلائی اسکیم کو صرف حیدرآباد و سکندر آباد کے شہروں کی حد تک ہی کیوں محدود رکھا گیا ہے۔ پورے اضلاع میں ۲۱ جگہ واٹر سپلائی کا انتظام ہے۔ اس کو کیوں لاگو نہیں کیا گیا ہے ایک زمانے سے من مانے طریقوں پر واٹر سپلائی کرنے کے بعد ایک عرصہ کے انتظار کے بعد یہ اسکیم ہاؤز میں پیش کی گئی ہے اویسی طرح سے اون (۲۱) جگہوں میں بھی جنکا ذکر آنریبل منسٹر نے کیا اس قسم کی اسکیمس کو اپلائی (Apply) کیا جاتا تو بہتر تھا۔ میرے کہنے کا منشا یہ ہے کہ پورے حیدرآباد اسٹیٹ کے اندر اس قسم کی ایک اسکیم رہتی اور اسی طرح ریش وصول کرنے کا ایک ہی طریقہ رہتا۔ مگر یہ کیوں مناسب سمجھا گیا کہ صرف حیدرآباد اور سکندرآباد کے لئے ہی یہ بل لایا جائے۔ دوسری جگہوں کے لئے بھی ضرورت محسوس کیوں نہیں کی گئی۔ لیکن سکندرآباد اور حیدرآباد کی حد تک جو کچھ کیا جا رہا ہے ٹھیک ہے کہ لیجسلیشن لانے کی کوشش کی گئی ہے۔ ایک چیز یہ بھی عرض کرنا ہے کہ کنزیومرس کو میٹرس کا خرچہ برداشت کرنے کے لئے پراویژن رکھا گیا ہے۔ منسٹر صاحب نے یہ کہا ہے کہ ویسٹرن ممالک کی طرح گھر گھر تک فل پہنچایا جائیگا۔ اور اس طرح وبائی امراض پر قابو پالیا جائیگا۔ میں یہ کہوں گا کہ ہر گھر میں یعنی ہائر مڈل کلاس۔ لوئر مڈل کلاس اور مزدور یہ سب ہی لوگ آتے ہیں۔ کیا ایک مزدور اپنے گھر میں آج پائپ کا سسٹم رکھ سکتا ہے۔ کیا ہر گھر تک پائپ جاسکتا ہے۔ الیکٹرک میٹرس جس طرح غیر معمولی قیمت کے ہوتے ہیں لیکن جس طرح اونکو الیکٹریسیٹی ڈپارٹمنٹ سپلائی کرتا ہے اویسی طرح یہاں بھی واٹر میٹرس سپلائی کئے جاتے تو اچھا تھا۔ لیکن اس کے خرچہ کا بار کنزیومر پر رکھ دیا گیا ہے۔ اوسکی قیمت کے لحاظ سے لوئر مڈل کلاس بھی یہ میٹرس نہیں رکھ سکتا۔ تو پھر مزدور کس طرح پائپ لگالے سکتا ہے۔

کلاز (۷) میں یہ بتایا گیا ہے کہ واٹر سپلائی اتھارٹی کو ادھیکار دیا گیا کہ وہ ریش تبدیل کرسکے۔ یعنی ریش کم یا زیادہ کرسکینگے۔ ممکن ہے کہ اس میں بعض مشکلات پیش آئیں کم از کم یہ تو بتایا جا سکتا تھا کہ مینیمم (Minimum) یہ رہیگا اور میگزیمم (Maximum) یہ رہیگا۔ اسلئے کلاز (۷) میں جو اختیار واٹر سپلائی اتھارٹی کو دیا گیا ہے وہ کسی حد تک مناسب نہیں۔ کلاز (۹) میں یہ بتلایا گیا ہے کہ اس اسکیم کے تحت اوس شخص کو بھی ٹیکس دینا پڑیگا جو پائپ یا میٹرنہ رکھتا ہو۔ مثلاً لیبر کالونیز میں یا بعض مقامات پر پبلک ہائوس ہوتے ہیں جہاں سے لوگ پانی لیتے ہیں۔ کیا اون لوگوں کو بھی ٹیکس دینا پڑیگا۔ ممکن ہے کہ مجھ ہی کو غلط فہمی ہو رہی ہو۔ میں تو یہی سمجھتا ہوں کہ پبلک مقامات پر جو ہائوس ہوتے ہیں وہاں سے جو لوگ پانی بہرتے

ہیں اونکو بھی کلاز (۹) کے تحت ٹیکس دینا پڑیگا۔ ایک دوسری کلاز میں یہ بتایا گیا ہے کہ جب حکومت کو معلوم ہو کہ کسی جگہ ناجائز طریقہ پر پانی یا میٹر خراب کیا جا رہا ہے تو لائن کٹ کرنے کا اختیار حکومت کو رہیگا۔ لیکن اس طرح کٹ کرنے کے بعد یا ریپر کرنے کے لئے جو نوٹس دیجاتی ہے اوسکے تحت ریپر کرنے کے بعد اوسکی ٹسٹنگ فیس لینے کا بھی حکومت کو اختیار رہیگا۔ گویا ٹسٹنگ بھی کرتے ہیں تو اوسکی فیس لیجائیگی۔ اور اسکا بارکنزیومر پر ڈالا جائیگا۔ ری اوپننگ کے لئے الگ فیس۔ ٹسٹنگ کی الگ فیس اور کٹ کرنے کی الگ فیس۔ یہ تینوں فیس لیجائینیگی۔ اگرکنزیومر کی غلطی سے کچھ خرابی واقع ہو جائے تو اوس وقت فیس لینے میں کوئی عذر نہیں ہے۔ لیکن ریپر کرنے کی نوٹس دینے کے بعد اگر ریپر کیا جائے تو اوسکی ٹسٹنگ فیس کیوں لیجائیگی۔ یہ فیس لینا مناسب نہیں ہے۔ ایک اور کلاز کے تحت جرمانہ کی مقدار مقرر کی گئی ہے۔ جسکے تحت سو روپیہ جرمانہ بھی کیا جاسکتا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ اس میں کوئی پراویژن ہو کہ انجن خراب کیا جائے تو سو روپیہ یا اس سے بھی زیادہ جرمانہ ہوسکے۔ لیکن سوائے انجن کے باقی جو چیزیں ہوتی ہیں اون کے لئے سو روپیہ تو کیا پچاس روپیہ بھی نہیں لگتے۔ اس لئے یہ سو روپیہ زیادہ ہیں (۵۰) روپیہ رکھنا مناسب تھا۔ میں نے جو کچھ کہا ہے اوس پر مجھے امید ہے کہ دھیان دیا جائیگا اور خصوصاً الگ الگ طور پر جو تین تین فیسیں لیجاتی ہیں اوس پر غور کیا جائیگا۔ میں جب امندمنٹ پیش کرونگا تو ان کے بارے میں ڈیٹیل عرض کرونگا۔

**V. B. Raju :** The hon. Minister has said that there are 21 Water Supply Schemes in the State.

**Mr. Speaker :** The hon. Member can express himself very well in Hindi.

**\*Shri V. B. Raju :** I shall try from today, Sir.

مسٹر اسپیکر سر۔ آنریبل منسٹر صاحب نے کہا کہ حیدرآباد اسٹیٹ میں (۲۱) واٹر سپلائی اسکیمس (Water Supply Schemes) ہیں۔ یہ جو بل لایا گیا ہے وہ صرف حیدرآباد میں واٹر سپلائی سسٹم (Water Supply System) کو ریگولرائز (Regularise) کرنے کے لئے پسہ وصول کرنے کے لئے اور میٹرس لگانے کے اور دوسرے اغراض کے لئے لایا گیا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ اس بل کے ساتھ حیدرآباد سٹی واٹر سپلائی اسکیم کے سلسلہ میں کوئی ایک نوٹ پہلے سے ہی آنریبل ممبرس کے پاس بھیجا جاتا تو اوس سے موقع ملتا کہ ایک پراسپیکٹو (Prospective) لیکر اس کے متعلق سوچا جائے۔ اس کی گنجائش ہوسکتی تھی۔ مگر صرف حیدرآباد سٹی کے واسطے بل لانے سے تمام آنریبل ممبرس کو یہ معلوم نہیں ہوسکتا کہ باقی تمام چیزوں کے متعلق گورنمنٹ کی پالیسی کیا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ واٹر سپلائی کی جو اسکیم ہے وہ نو پرافٹ۔ نو لاس (No profit no loss) (کی بیس) پر ہونی چاہئے۔ میں حکومت سے یہ معلومات



بھی حاصل کرنا چاہتا ہوں کہ حکومت کے ڈپارٹمنٹس میں کونسا کمرشیل ڈپارٹمنٹ (Commercial Department) ہے اور کونسا سرویس ڈپارٹمنٹ (Service Department) ہے۔ وائر ورکس کمرشیل ڈپارٹمنٹ ہے یا نہیں تو سرویس ڈپارٹمنٹ ہے۔ ڈرنج ورکس تو سرویس ڈپارٹمنٹ ہے۔ حیدرآباد میں جو پانی سپلائی کیا جاتا ہے وہ سیویج پریزس (Sewage purposes) کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔ یہاں یہ دقت ہے کہ پانی فلٹرڈ (Filtered) اور ان فلٹرڈ (Un-Filtered) بھی رہتا ہے۔ حسین ساگر سے جو تھوڑا سا پانی دیا جاتا ہے وہ ان فلٹرڈ پانی ہے جو فیکٹریز کے لئے سپلائی ہوتا ہے۔ اور عام طور پر گنڈی پٹھو یا حایت ساگر کا جو پانی ہوتا ہے وہ فلٹرڈ ہوتا ہے۔ اور وہ پینے کے لئے سپلائی ہوتا ہے ان فلٹرڈ وائر سیویج پریزس کے لئے استعمال ہونے کی وجہ سے حیدرآباد کے شہریوں پر زیادہ بار پڑ رہا ہے۔ اس وقت میں نہیں سمجھتا کہ حکومت کے پاس اتنا مالیہ ہے کہ ریزروائر بنانے کے لئے اکسپنڈیچر (Expenditure) برداشت کرے۔ مگر ڈپارٹمنٹ کو یہ سوچنا پڑیگا کہ کبھی نہ کبھی یہ چیز ہونا چاہئے۔ میں نے سنا ہے کہ حیدرآباد سٹی وائر سپلائی اسکیم کے سلسلہ میں ریزروائر (Reservoir) بنانے اور ڈسٹریبیوشن آف وائر (Distribution of water) کے لئے دو کروڑ (۱۸) لاکھ روپیہ خرچ ہوئے اس میں سے ایک کروڑ (۱۸) لاکھ روپیہ ریزروائر بنانے کے لئے اور ایک کروڑ روپیہ ڈسٹریبیوشن آف مینس (Distribution of mains) کے لئے خرچ ہوئے۔ مگر یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ جو کیپٹل اکسپنڈیچر (Capital Expenditure) کیا گیا اوس کا انٹرسٹ (Interest) ادا ہو رہا ہے یا نہیں۔ اور کوئی سنکنگ فنڈ (Sinking Fund) بھی اس میں سے نکالا جا رہا ہے یا نہیں۔ سنہ ۵۲-۵۴ء کا حساب دیکھیں تو معلوم ہوتا ہے کہ رننگ اکسپنس (Running expenses) اور مینٹیننس (Maintenance) کے سلسلہ میں گیارہ لاکھ ۶۶ ہزار روپیہ خرچ ہوئے اور آمدنی صرف (۸) لاکھ پندرہ ہزار روپیہ ہوئی۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ (۳) لاکھ (۵۰) ہزار روپیہ کی کمی ہوئی اور یہ خرچہ پبلک اکسچیکر (Public exchequer) سے ہوا۔ یہ بات بتلائی گئی ہے کہ پبلک میں وائر سپلائی کی ضروریات بڑھ رہی ہیں۔ جیسا کہ ایک آنریبل ممبر نے کہا لوئر مڈل کلاس اور ورکنگ کلاس کے لئے چھوٹے چھوٹے مکانات بن رہے ہیں وہاں کنکشن دینے کے لئے اور اگر وہاں گنڈی پیٹھ سے پانی نہیں دیا جاسکتا تو کونسا سپلیمنٹ ہونے والا ہے یہ ساری چیزوں کو سوچنا ضروری ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ جب تک ایک انٹیگریٹڈ اسکیم (Integrated Scheme) تیار نہ ہو پیس میل (Piecemeal) طریقہ سے ایسا انیکٹمنٹ (Enactment) پیش کرنے سے کنفیوژن (Confusion) ہوگا۔ یہ بات نہیں کہ بل پر اس وقت غور نہ کیا جائے۔ بلکہ آئندہ بجٹ سشن سے پہلے ایک اسٹیشنمنٹ وائر سپلائی سسٹم کے متعلق تمام ممبرس کے پاس بھیج دیتے تو اچھا تھا۔ یہ اسکیم اس سٹی میں پبلک ورکس ڈپارٹمنٹ (Public Works Department) یا وائر ورکس ڈپارٹمنٹ کے تحت ہے۔ اور ڈسٹرکٹس

میں جہاں جہاں میونسپالٹیز ہیں اور جہاں وہ اس کو ہینڈل ( Handle ) نہیں کرتی ہیں لوکل گورنمنٹ اس اسکیم کو دیکھ رہی ہے۔ ولیجس میں باؤلیاں کھدائے کے لئے ول سنکنگ ڈپارٹمنٹ ( Well Sinking Department ) ہے۔ پہلے ریونینو ڈپارٹمنٹ کے تحت تھا اب حکومت مقامی کے تحت آگیا ہے۔ مختلف اداروں اور مختلف ایجنسیوں کے تحت وائر سپلائی ہو رہا ہے۔ لوکل گورنمنٹ نے کتنا کمیٹیٹل اکسپنڈیچر کیا اور وہاں کے ریش کیا ہیں نہیں معلوم۔ میں سنا ہوں ہاف انچ پائپ کے لئے چند جگہوں پر سوا پانچ روپیہ حالی تک مہینہ ٹیکس لیجا جا رہا ہے۔ حیدرآباد سٹی میں تو ہاف انچ پائپ کے لئے ماہانہ صرف ایک روپیہ لیتے ہیں۔ سٹی کے فیکٹس دیکھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ سٹی میں قریب قریب ۲۳ ہزار کنکشنس ہیں۔ جن میں سے ۱۵۸۰۰ بغیر میٹر کے ہیں اور صرف ۹ ہزار میٹر کے ہیں۔ یہ بغیر میٹر کے جو پائپس ہیں وہ باغ بیچوں کے لئے زیادہ پانی استعمال کرتے ہیں اسلئے جو پروپوزل ( Proposal ) آیا ہے اور حکومت اسکو اپنے ہاتھ میں لینا چاہتی ہے تو میں اسکو ولکم ( Welcome ) کرتا ہوں۔ کیونکہ جب ہم آمدنی کے لحاظ سے دیکھتے ہیں تو میٹر کے کنکشنس سے صرف ۶ لاکھ کی آمدنی ہوتی ہے اور بغیر میٹر کے کنکشنس سے صرف ۲ لاکھ کی آمدنی ہوتی ہے جنکی تعداد زیادہ ہے لیکن آمدنی کم ہے۔ اسکو یونیفارم بیسس ( Uniform Basis ) پر لانے کے لئے کچھ ٹیکس لگایا جا رہا ہے اور یہ اسلئے بھی کیا جا رہا ہے کہ ڈسٹرکٹ کے ٹیکس میں کمی کی جائے اور یہاں کچھ زیادتی کی جائے کیونکہ ڈسٹرکٹ کے لوگ یہ کہتے ہیں کہ جملہ آمدنی لیجا کر حیدرآباد شہر میں خرچ کرتے ہیں۔ لیکن یہ تو اس وقت کی بات ہے جبکہ یہاں بڑے لوگ یعنی جاگیردار اور ہائیر آفیسرس ( Higher Officers ) رہتے تھے آنریبل ممبرس کو شائد یہ بات یاد ہوگی کہ اورنگ آباد کے سپرنٹنڈنگ انجینیر حیدرآباد میں رہتے تھے۔ بیدک سشن حیدرآباد میں تھا۔ صرف آفیسرس کی سہولت کے لئے انکے آفیسس کو یہاں منتقل کیا گیا تھا۔ گزشتہ زمانہ میں یہ ہوتا تھا کہ اگر کوئی انگلیٹڈ جا کر واپس آجائے تو ان کے لئے پوسٹ دیا جاتا تھا۔ اسطرح پوسٹ کے لئے آدمی نہیں ہوتے تھے ملکہ آدمی کے لئے پوسٹ کرئیٹ ( Create ) کیا جاتا تھا اب وہ زمانہ گیا۔ اسلئے اب اضلاع کے لوگوں کی کنونینس ( Convenience ) اور کمفرٹ ( Comfort ) کے لئے وہاں پیسہ خرچ ہونا چاہئے اسلئے میں یہ ضروری سمجھتا ہوں کہ اس ٹیکریشن بل کو پاس کیا جائے۔ اور تین چار لاکھ روپیے جو اکسپیکر سے جا رہے ہیں کم از کم اسکو روکا جائے۔

گورنمنٹ جو کمیٹیٹل اکسپنڈیچر ہے اسکو کم کرے۔ میونسپل کارپوریشن اگر حیدرآباد وائر ورکس ڈپارٹمنٹ کو لینا چاہتی ہے تو خوشی سے لے لیکن ساتھ ہی اسکو لائبلیٹی ( Liability ) بھی لینا پڑیگا۔ ایسا نہونا چاہئے نگرانی میونسپل کارپوریشن کرے اور اخراجات گورنمنٹ برداشت کرے۔

ابھی ایک آنریبل ممبر نے فرمایا کہ میٹرس کے سلسلہ میں مشکلات بھی پیش آنے والے ہیں۔ موٹر گاڑیوں کو میٹر لگانے کی جب گورنمنٹ نے کوشش کی تھی اس وقت بھی بہت پروٹسٹ (Protest) کیا گیا تھا۔ مگر جب ہم ایک چیز کو سسٹمائز (Systematize) کرنا چاہتے ہیں اسکو یونیفارم کرنا چاہتے ہیں تو اس کا کچھ نہ کچھ طریقہ رہنا چاہئے۔ لیکن اس بارے میں میرا اتنا ہی سنجیشن (Suggestion) ہے کہ جب میٹر کنزیومر (Consumer) کی کسٹ پر لگائے ہیں تو انسٹالمنٹ (Instalment) کی بیس رکھی جائے اور انہیں سہولت دی جائے۔ لیکن بہر حال انہیں قیمت دینا پڑیگا۔

اسکے بعد غریبوں کو پانی دینے کے لئے جو سہولتیں ہیں اس بارے میں میں یہ کہہونگا اور جہاں تک میری معلومات ہیں ساٹھ فیصد پانی اسٹانڈ پوسٹ پر ہی خرچ ہوتا ہے۔ جب خرچ کرنے والوں میں سے ہر ایک پر ٹیکس نہیں لگا سکتے تو کم از کم اوس لو کالیٹی پر ٹیکس لگانا چاہئے ہم ان پر کلکٹیو ٹیکس لگا سکتے ہیں کیونکہ وہی بہت سا پانی خرچ کرتے ہیں۔ جب یہ اصول طے کیا گیا ہے کہ نو پرافٹ نو لاس بیس پر اس اسکیم کو چلانا چاہئے تو کچھ نہ کچھ کنٹریبوشن (Contribution) انہیں بھی دینا چاہئے اور یہ انکی حیثیت سے بڑھکر بھی نہیں رہے گا۔

آخر میں میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ آپ واٹر سپلائی کو کمرشیل بیس پر نہیں چلا سکتے۔ اگر آپ اسکو ایک بزنس سمجھکر چلائینگے تو یہ اسکیم کامیاب نہیں ہوگی چند روز کے لئے کچھ سب وشن (Subvention) یا گرانٹ دینا ہی پڑیگا۔ اگر میونسپالٹی اس کام کو انجام دے تو اسے بھی ایسا ہی کرنا پڑیگا اور اگر گورنمنٹ اپنے اختیار میں رکھے تو بھی بجٹ سے اور اکسپنڈیچر (Over expenditure) میٹ (Meet) کرنا پڑیگا۔

گورنمنٹ آف انڈیا سے ہم کچھ لون (Loan) کیا پیش اسکیمس یعنی ریزروائر وغیرہ بنانے کے لئے حاصل کر سکتے ہیں۔ اس میں اور بھی بہت سی باتیں آسکتی ہیں یعنی جو رقم ہو اسکو سٹی اور ڈسٹرکٹس کے لئے ڈسٹریبیوٹ کرنا، کارپوریشن کو دینا۔ ڈسٹرکٹ میونسپالٹیز کو دینا اور ول سنکنگ کے لئے پرائرٹی فکس اپ (Priority fix up) کرنا۔ ان ساری باتوں کے لئے میں چاہتا ہوں کہ ایک ہائیر پاور واٹر سپلائی بورڈ (Higher Power Water Supply Board) قائم کرنا چاہئے۔ کل ہی ہم نے یہ ڈسکس کیا ہے کہ منسٹرس کو پالیسی بنانا چاہئے اور آفیسرس اسکو اکزیکیوٹ (Execute) کریں۔ اسلئے یہ معمولی کام منسٹریریل لیول (Ministerial level) پر ہوں تو زیادہ فائدہ مند نہیں ہوگا اسلئے صلاحیت سے کام انجام دینے کے لئے ایک واٹر سپلائی بورڈ قائم ہو جائے تو وہ ولیجس اور ڈسٹرکٹ ٹاؤنس (District towns) کی اسکیمس کو چلانے میں مدد دیگا۔ اس بورڈ کی سخت ضرورت ہے اور اگر آج اس بات کو نہیں مانینگے تو آئندہ اسکو ماننا پڑیگا۔ اتنا کہتے ہوئے میں اپنی تقریر ختم کرتا ہوں۔

\* شری عبدالرحمن (ملک پیٹھ) :- مسٹر اسپیکر سر - پانی کی سربراہی کا مسئلہ نہایت ہی اہم ہے کیونکہ یہ روزمرہ کی ضروریات میں سب سے پہلی چیز ہے۔ اور اسی اعتبار سے ہمیں اس مسئلہ کو دیکھنا ہے۔ آج اگرچہ پانی کی سربراہی سے حکومت کو نقصان ہو رہا ہے۔ تقریباً تین ساڑھے تین لاکھ کا نقصان ہو رہا ہے لیکن میں سمجھتا ہوں کہ گورنمنٹ کو اسے نقصان نہ سمجھنا چاہئے کیوں کہ ہر مہذب حکومت کا یہ فرض ہوتا ہے کہ اپنے عوام کی اپنی رعایا کی بعض ضروریات کی تکمیل کرے۔ ان ضروریات کی تکمیل میں پانی کی سربراہی بھی ہے۔ اس اعتبار سے ہم اس پر آمدنی کا اور خرچ کا حساب جس طرح اور مدت کے بارے میں کرتے ہیں ویسا نہیں کر سکتے۔ پھر بھی ہم اس ساڑھے تین لاکھ کے نقصان کو کسی نہ کسی طرح سے پورا کر سکتے ہیں۔ لیکن اس کا وہ طریقہ نہ ہونا چاہئے جو اس بل میں بتلایا گیا ہے۔ اس نوبت پر میں آج کے حالات میں اس کی مخالفت کرتا ہوں۔ معزز ممبر فرام سکندر آباد نے اس پر روشنی ڈالی ہے اور کچھ سفارشات یا تجاویز حکومت کے سامنے رکھے ہیں میں ان کی پوری پوری تائید کرتا ہوں اور حکومت سے مطالبہ کرتا ہوں کہ آئندہ بجٹ سشن تک غور کرنے کے لئے اس کو ملتوی کیا جائے یا نہیں تو کم از کم ایک سلکٹ کمیٹی کے حوالہ کیا جائے تاکہ اس بل کے نتائج و عواقب پر غور کیا جاسکے ابھی ابھی میرے ایک ساتھی ممبر نے اس بل کے تعلق سے اپنے خیالات کا اظہار کیا اور کہا کہ یہ بل ایسی حالت میں پیش ہوا ہے جب کہ ہم بہت مصروف ہیں ہمیں اس بل پر کافی توجہ دینے کے لئے وقت ہی نہیں ملا۔ لیکن اب چونکہ یہ بل آج کا ہے اور سرکاری پنچس کے ایک معزز ممبر نے ایک تجویز پیش کی ہے اس لئے میں توقع کرتا ہوں کہ آئندہ بجٹ سشن تک اس بل کو ملتوی کیا جائیگا۔

\* شری جے۔ بی۔ متیل راؤ :- مسٹر اسپیکر سر - اس بل پر بحث کے وقت میں دو چار سبجشنس ( Suggestions ) آنریبل منسٹر فار لوکل گورنمنٹ کو دینا چاہتا ہوں۔ ساتھ ساتھ جیسا کہ آنریبل منسٹر آف دی اپوزیشن نے کہا کہ اس بل کو ملتوی کیا جائے یا اس کو سلکٹ کمیٹی کے حوالہ کیا جائے میں اس کی ضرورت محسوس نہیں کرتا۔ میں نے آنریبل منسٹر صاحب سے ان کی اسپیک کے دوران میں یہ کوئسچن کیا تھا کہ آیا اس بل کے تحت کنٹونمنٹ ایریا کو بھی شامل کیا گیا ہے یا نہیں۔ مجھے اس لئے پوچھنا پڑا کیوں کہ میں کنٹونمنٹ کا رہنے والا ہوں اور وہاں کا ریپریزنٹٹیو ( Representative ) بھی ہوں جس میں کنٹونمنٹ شامل ہے۔ کنٹونمنٹ کے لوگوں کو خاص کر دھوپ کالے میں پانی کے لئے بہت تکلیف اٹھانا پڑتا ہے۔ میں منسٹر صاحب سے بیان کرنا چاہتا ہوں کہ جب وہاں ملٹری تھی تو (برٹش گورنمنٹ کے زمانہ میں بھی اور حیدرآباد گورنمنٹ کے زمانہ میں بھی) کچھ ٹرسس اینڈ کنڈیشنس ( Terms & Conditions ) تھے اور ان کے تحت ہی واٹر سپلائی ہوتا تھا۔ وہی سسٹم آج بھی چل رہا ہے۔ لیکن اب نہ برٹش گورنمنٹ رہی اور نہ گورنمنٹ آف حیدرآباد آج ہندوستانی حکومت ہے جس میں حیدرآباد شامل ہے تو اس سلسلہ میں بھی

کنٹونمنٹ کے لئے کوئی ڈفرنس ( Difference ) نہ ہونا چاہئے۔ آپ کے ٹرس اینڈ کنڈیشنس چاہے کچھ بھی ہوں لیکن ایک رپریزنٹیٹو کی حیثیت سے مجھے یہ کہنا ہے کہ حیدرآباد اور سکندرآباد کے لوگوں کو جس طرح پانی کی سہولتیں دی جاتی ہیں ویسی ہی سہولتیں کنٹونمنٹ کے لوگوں کو دیں۔ یہاں قابل ذکر بات یہ ہے کہ وہ پانی نہ لیتے ہوئے بھی ٹیکس ادا کرتے ہیں۔ آپ کہیں گے کہ یہ کیسی عجیب بات ہے پانی نہ لیتے ہوئے بھی انہیں ٹیکس دینا پڑتا ہے۔ چونکہ میں تفصیلات اپنے ساتھ نہیں لایا ہوں اس لئے پوری تفصیلات ہاؤز کے سامنے نہیں رکھ سکتا۔ لیکن مجھے اب یہ کہنا ہے کہ کنٹونمنٹ کے لوگ رپریزنٹ کرنے کے باوجود انہیں واٹر سپلائی برابر نہیں کی گئی۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ حیدرآباد اور سکندرآباد میں جیسے الیکٹڈ باڈیز ( Elected Bodies ) ہیں ویسے وہاں نہیں ہیں۔ سکندرآباد کنٹونمنٹ میں آج بھی نامینیٹڈ رپریزنٹیٹوز ہیں اور وہ جتنا کام ٹھیک ڈھنگ سے نہیں کر رہے ہیں۔ چنانچہ نویت آئی کہ ڈسٹرکٹ کانگریس پارٹی اور ساتھ ساتھ وارڈ کانگریس والوں نے پنڈت جی اور ڈیفنس منسٹری کے پاس رپریزنٹیشن کیا تو اب کنٹونمنٹ میں بھی الیکشن ہونے والا ہے۔ میں جانتا ہوں کہ کنٹونمنٹ میں الیکشن ہونے سے پانی کا مسئلہ حل نہیں ہو جائیگا۔ بلکہ جب وہاں بھی الیکٹڈ باڈیز بن جائیں گے تو گورنمنٹ کے پاس موثر طریقہ سے رپریزنٹیشن ہو سکے گا۔ لیکن میں چاہتا ہوں کہ اس سے پہلے ہی گورنمنٹ اسٹپس ( Steps ) لے لے اور سکندرآباد اور حیدرآباد کے لوگوں کو جیسی واٹر سپلائی کی سہولتیں ملتی ہیں وہی کنٹونمنٹ کے لوگوں کو بھی دی جائیں ہمارے پاس کی سڑکوں کو بھی وسعت دینی چاہئے۔ برٹش گورنمنٹ کے زمانہ میں حیدرآباد گورنمنٹ سے کنڈیشنل اگرمنٹ ( Conditional agreement ) ہوا تھا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ بلارم میں اسکول بلڈنگس پر کوئی توجہ نہیں ہوئی اور نہ سڑکوں پر کوئی توجہ دی جاتی ہے۔ ہم یہ خیال کرتے ہیں کہ کنٹونمنٹ میں رہنے کی وجہ سے کسی ولیج میں رہتے ہیں جہاں ہندوستانی سرکار نہیں ہے۔ اس لئے میں ٹھنڈے دل سے اس جانب غور کرنے کے لئے آنریبل منسٹر صاحب کا دھیان آکرشت کرنا چاہتا ہوں کہ وہ ہماری طرف بھی کچھ دھیان رکھیں۔ اتنا کہتے ہوئے میں اپنی تقریر ختم کرتا ہوں۔

\* شری انا راؤ گن مکھی (افضل پور) :- منسٹر اسپیکر سر - اس بل میں جو اصول بیان کئے گئے ہیں ان سے کسی کو اختلاف نہیں ہو سکتا۔ ہمارے لوکل باڈیز کارپوریشن میونسپالٹیز کے ذمہ کچھ خاص فنکشنس ( Functions ) ہیں - جیسے سیانیٹیشن ( Sanitation ) ہائیجن ( Hygiene ) ہلتھ وغیرہ - اس بل کے پیش کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ گورنمنٹ کانسی ٹیوشن کے لحاظ سے واٹر سپلائی کو اپنے ہاتھ میں لینا چاہتی ہے۔ اس بل کے مختلف دفعات سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ اس کے ایریا کو وقتاً فوقتاً اکسٹنڈ ( Extend ) کیا جاسکتا ہے۔ میں یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ کیا اس بل کو ڈسٹرکٹس کے لئے بھی اکسٹنڈ کیا جائیگا۔ اور کیا یہ اسٹاپ گیپ آرینجمنٹ ( Stop Gap arrangement )

ہے۔ اگر میونسپل کارپوریشن ایسا انتظام نہیں کر سکتی اسلئے حیدرآباد گورنمنٹ کچھ دنوں کے لئے اسکو اپنے تحت لے رہی ہے تو واقعی طور پر یہ بل خیر مقدم کے قابل ہے۔ اور اگر اس کا مقصد یہ ہے کہ گورنمنٹ اٹانمس باڈیز (Autonomous bodies) کے اختیارات چھین کر اپنے قبضہ میں لے تو یہ درست نہیں ہوگا۔ اورنگ آباد کے سوا سارے میونسپالٹیز وائر سپلائی کا کام چلا رہے ہیں۔ پیور واٹر (Pure Water) ملنا انتہائی ضروری ہے۔ اس کے لئے حیدرآباد کو جس قدر اہمیت دیجائی ہے اتنی ہی اہمیت ڈسٹرکٹس کو بھی دیجائی چاہئے۔ اگر گورنمنٹ اٹانمس باڈی کے اختیارات اپنے قبضہ میں لینے کی نیت سے یہ بل پاس کروانا چاہتی ہے تو اسکو ٹھیک نظر سے نہیں دیکھا جاسکتا۔ آنریبل ممبر فارسکندر آباد نے کہا چاہے کمرشیل کنسرن (Commercial concern) ہو یا سٹی کمرشیل ہو اس کو نو پرائٹ نولاس یسس پر چلانا چاہئے۔ لیکن یہ ایک اٹانمس باڈی کا فرض ہے۔ اس کو گورنمنٹ نے اپنے ہاتھ میں لیکر میونسپالٹی کے اختیارات کو چھینا ہے۔ اس میں سکندر آباد کو خاص طور پر شامل نہیں کیا گیا۔ سکندر آباد میں بلک سپلائی (Bulk Supply) کی جاتی ہے اس کو گورنمنٹ حاصل کرتی ہے۔ خود کنزیومرس (Consumers) سے سکندر آباد میونسپالٹی اپنا ٹیکس وصول کرتی ہے۔ شہر حیدرآباد میں پی۔ ڈبلیو۔ ڈی کے تحت وائرورکس ہے۔ حیدرآباد میونسپل کارپوریشن نے یہ مطالبہ کیا تھا کہ وائر سپلائی اور ڈرینج ہمارے حوالہ کئے جائیں۔ لیکن ڈرینج چونکہ خرچ کا محکمہ ہے۔ اس لئے اسکو اپنے پاس ہی رکھ کر وائر سپلائی حوالہ کرنے ایگری (Agree) کیا۔ ممکن ہے وہ اپنی اس اسکیم سے دستبردار ہوئے ہوں ایسی صورت میں گورنمنٹ کو مدد کرنی چاہئے۔ سٹی کی ضروریات بھی گورنمنٹ کو پورے کرنا چاہئے۔ اس ایکٹ کو ہمیشہ کے لئے اسٹیٹیوٹ بک (Statute book) میں نہ رکھنا چاہئے کارپوریشن ایکٹ میں وائر ورکس کے لئے پراویژن موجود ہے۔ اور اس طرح جب دو تین سال کے بعد کارپوریشن کی فینانشیل پوزیشن اچھی ہو جائے گی تو یہ ان کو دینا ہی پڑیگا۔ کیونکہ یہ اس کی کانسٹیٹیوشنل ذمہ داری ہے۔ آنریبل ممبر فارسکندر آباد نے جو تجویز رکھی ہے کہ اٹانمس باڈیز کے اختیارات ان ہی کو دھنے چاہئیں گورنمنٹ اس قسم کے اختیارات اپنے ہاتھ میں لیکر ساری ذمہ داری اپنے پر نہ لینا چاہئے۔ سارے میونسپالٹیز کا جو کوآرڈینیشن (Co-ordination) ہونے والا ہے اس کے لحاظ سے وائر بورڈ ترتیب دینا چاہئے جو سارے میونسپالٹیز کو ایسے قواعد کو گیارنڈ کرے۔ حیدرآباد گورنمنٹ سے کارپوریشن کو امداد دلانے کا اختیار ایک بورڈ کو دینا چاہئے۔ اس کی بجائے اگر یہ اختیار وائر سپلائی اتھارٹی (Water Supply authority) کو دیں تو وہ اپنے انگیجمنٹس (Engagements) کی وجہ اس طرف دھیان نہیں دے گی۔ وائر ورکس اسنشل سروس (Water works essential service) میونسپالٹیز (Municipalities) ہی افیکٹیو (Effectively) سیانڈیشن کام کر سکتے ہیں

کام کر سکتے ہیں۔ صاف پانی کی فراہمی کا مسئلہ صرف حیدرآباد کی حد تک ہی نہیں بلکہ ہر جگہ کے لئے اہمیت رکھتا ہے۔ اسلئے اس پر وسعت کے ساتھ غور کرنا چاہئے۔

بل میں ریش ( Rates ) کے بارے میں جو پروپوز کیا گیا ہے اس کو میں ولکم ( Welcome ) کرتا ہوں۔ ڈسٹرکٹ میں جہاں ساڑھے چار روپے وصول کئے جاتے ہیں وہاں حیدرآباد میں ایک روپیہ ہے۔ حیدرآباد کو اس طرح کا ٹریٹمنٹ ( Treatment ) دینے کی وجہ سے ڈسٹرکٹس کے ریش بڑھے ہوئے ہیں۔ اس کو پر کرنے کے لئے جو وائر ریش فکس ( Water rates fix ) کئے جائینگے ان سے حیدرآباد وائر سپلائی میں سلف سفیشنس ( Self-sufficiency ) آسکیگی۔ ورنہ حیدرآباد کے لئے سبسیدی ( Subsidy ) بھی دیتے جائیں اکسٹنشن ( Extension ) بھی کریں اور اپنے خزانے کو ڈفیٹ ( Deficit ) رکھیں تو ٹھیک نہوگا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ڈسٹرکٹس میں نہ تو ڈرینج کا انتظام ہے اور نہ پانی کا ہی ٹھیک انتظام ہے۔ گورنمنٹ کافی پیسہ فراہم نہیں کر سکتی۔ اور اس کے نتیجے کے طور پر ملیریا کالرا وغیرہ جیسے امراض پھیل جاتے ہیں۔ وائر سپلائی ٹھیک ہو تو ڈرینج کا انتظام بھی ٹھیک رہ سکتا ہے۔ ہر ڈسٹرکٹ میں پانی کی کمی کی وجہ سے ہی ڈرینج سسٹم ٹھیک نہیں رہتا۔ میں کہوں گا کہ گورنمنٹ جو وائر بورڈ تشکیل دے اس کے ساتھ ساتھ میونسپالٹیز اور انائنس باڈیز کے اختیارات کو نہ چھینے۔ میں امید کرتا ہوں کہ یہ بل اسٹاپ گیپ ارینجمنٹ ہے اور ہر وقت گورنمنٹ کے اسٹائیوٹ بک میں نہ رہیگا۔

شری گوپال راؤ اکبوتے :- مسٹر اسپیکر سر۔ میں ان آنریبل ممبرس کا جنہوں نے اس بل کا سواگت کیا اور ساتھ ہی تمام آنریبل ممبرس کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ اس سلسلہ میں تین چار نکات پیش کئے گئے۔ بعض سنجیشنس دیئے گئے۔ بعض آنریبل ممبرس نے کہا کہ وائر بورڈ بنانا چاہئے۔ آنریبل ممبر فرام کریم نگر نے چار پانچ چیزیں پیش کیں۔ میں ترمیمات کے موقع پر ان کا تفصیلی جواب دوں گا۔ اس وقت میں یہ کہوں گا کہ انہوں نے جو اعتراض کیا ہے وہ غلط فہمی پر مبنی ہے۔ ایک اعتراض کا جواب فسٹ ریڈنگ کے موقع پر ہی دینا چاہتا ہوں، کیونکہ کچھ آنریبل ممبرس غلط فہمی میں مبتلا نظر آتے ہیں۔ یہ کہا گیا کہ تمام اضلاع کے لئے ایک ہی قانون کیوں نہیں بنایا گیا۔ حیدرآباد اور سکندرآباد کے لئے ایک قانون بنا ہے۔ اس کا جواب آخر میں تقریر کرنے والے آنریبل ممبر کی تقریر میں آچکا ہے۔ وائر سپلائی کرنے کا انتظام لوکل باڈیز کے ذمہ ہوتا ہے اور ہمیں یہ کام انہیں کے سپرد کرنا چاہئے۔ ایسی صورت میں تمام اضلاع کے لئے ایک ہی قانون کی ضرورت نہیں ہوتی۔ ہمارے پاس میونسپالٹیز بل ہے۔ کارپوریشن بل بھی ہے۔ ان میں وائر سپلائی کے لئے الگ الگ چیپٹر ( Chapter ) ہے۔ اس میں اس کا مکمل

ڈھانچہ ، فینانس اور اڈمنسٹریشن سب موجود ہے اور وہاں واٹر سپلائی کا کام لوکی باڈیز سے متعلق ہو جائیگا۔ خود ۱۹۵۰ء کے قانون میں بھی اس کا چیئر ہے۔ گو اس میں ڈفکٹ ہے۔ کارپوریشنس کا نیا بل جو ایوان میں انٹروڈیوس کیا گیا ہے اس میں ان مشکلات کو رفع کیا گیا ہے۔ اور اس لحاظ سے تمام چیزیں ریگولرائز (Regularise) ہو جائیں گی۔

یہ صحیح ہے کہ جیسا ابھی ایک آنریبل ممبر نے اپنی تقریر میں فرمایا ، کارپوریشن اور حکومت میں اس بارے میں تبادلہ خیال ہوا تھا اور ڈرینج و واٹر سپلائی کو لینے کے بارے میں کارپوریشن نے رضامندی کا اظہار کر دیا تھا۔ لیکن یہ صحیح نہیں ہے کہ ایسا ڈرینج چونکہ زیادہ خرچے کا محکمہ ہے اسلئے کارپوریشن لینے کے لئے رضامند نہیں ہے۔ ایسا نہیں ہے۔ مشکل جو ہو رہی ہے وہ یہ ہے کہ ایک نیشنل اسپارٹس (National importance) کا مسئلہ ہے۔ اس لئے نہایت احتیاط کے ساتھ ان مسائل کا حل دریافت کرنا پڑتا ہے۔ ریزروائرس کے تعلق سے ٹکنیکل اڈوائزرز (Technical Advisers) کا خیال یہ ہے کہ ریزروائرس پی۔ ڈبلیو۔ ڈی۔ کے تحت رہنا چاہئے۔ اور فلٹر بیڈس (Filter beds) اور ڈسٹریبیوٹری سسٹم (Distributary system) کو کارپوریشن کے تفویض کر دیں۔ بلک واٹر سپلائی (Bulk water supply) جس طرح سکندرا آباد میں دو ہزار دیئے جاتے ہیں نارمل کنزومپشن (Normal Consumption) .....

شری اناراؤ گن مکھی :- ڈسٹرکٹ میں یہ انتظام پی۔ ڈبلیو۔ ڈی۔ کے ذمہ ہے یا کسی اور کے ذمہ ہے ؟

شری گوپال راؤ اکبوتے :- کس کا انتظام ؟

شری انا راؤ گن مکھی :- ریزروائرس کا ۔

شری گوپال راؤ اکبوتے :- ریزروائرس کی دشواریاں نہیں ہیں۔ انہوں نے کہا ہے کہ ریزروائرس ہمارے ذمہ کردئے جائیں تو وہ انہیں ذمہ داری کے ساتھ چلا سکیں گے۔ یہ انہوں نے مان لیا ہے۔ نارمل طور پر حیدرآباد میں پانی کی جو میٹرڈ اینڈ ان میٹرڈ (Metered & unmetered) مقدار استعمال کی جا رہی ہے اوس کو کیا لکولیٹ (Calculate) کریں تو ۲۰ لاکھ روپیہ دینا پڑتا ہے۔ اور اس کے مقابلہ میں جو ٹکسیس وصول ہوتے ہیں وہ مقدار کافی نہیں ہیں۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ ڈیفیسٹ (Deficit) کو پورا کرنے کے لئے امداد دینا پڑیگا۔ کارپوریشن کا معاملہ ہے ، چاہے پانی دے یا نہ دے کہہ کر حکومت ذمہ داری سے بری نہیں ہو سکیگی۔ اگر ان کو ڈیفیسٹ آتا ہے تو اوس رقم کو مہیا کرنے کے لئے وسائل نکالنے پڑیں گے۔ ظاہر ہے کہ جب تک ان میں اتنی طاقت نہ پیدا ہو جائے جب تک ان کے مالی حالات درست نہ ہو جائیں اس وقت تک



ان کی مرضی کے خلاف اس چیز کو ان پر ٹھونسنا عوام کے لئے فائدہ مند نہیں ہوگا۔ اس لئے انہوں نے اس کے امپلیکیشن ( Implication ) کو اسٹاب گپ ایجسٹیشن ( Stop gap legislation ) کرنے کے لئے موقع لیا ہے۔ دراصل جب وہ ذمہ داری اٹھانے کے قابل ہو جائیں گے تو وائر سپلائی کا انتظام ان کے حوالے کر دیا جائیگا۔ اس ایکٹ میں ہم نے اس کی گنجائش رکھی ہے۔ دوسرے یہ کہ حکومت یہ سمجھتی ہے کہ کارپوریشن سے متعلق اگر یہ ہو جائے تو یہ ایکٹ حیدرآباد شہر سے غیر متعلق ہو جائیگا۔ اس لئے دونوں بلس میں اس کی گنجائش رکھی گئی ہے، کیونکہ کسی کو محروم کرنے کا ارادہ نہیں ہے۔ میونسپل بل وائر سپلائی کے لئے موجود ہے۔ نو پرافٹ - نو لاس ( No profit no loss ) کی بیسس پر چلایا گیا ہے۔ جہاں تک میونسپالٹیز کا تعلق آتا ہے ان کا انتظام ایک بورڈ کرتا ہے۔ اس سے وائر سپلائی کو کوآرڈینیٹ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ایک اعتراض یہ کیا گیا ہے کہ حیدرآباد و سکندرآباد کے لئے بورڈ کیوں بنایا گیا۔ حیدرآباد کے لئے اس لئے بنایا گیا کہ کارپوریشن کے تحت وائر سپلائی اسکیم نہیں ہے۔ یہ ایک سادھا سیدھا سا جواب ہے۔ دوسرا پوائنٹ آنریبل ممبر فار سکندرآباد نے یہ ریز ( Raise ) کیا کہ وائر بورڈ اس طرح قائم کیا جائے وغیرہ، وغیرہ۔ میں ایک امریکن آتھرڈبلیو - ڈی - مانرو کی لکھی ہوئی کتاب کا ایک اقتباس پڑھ کر سنانا چاہتا ہوں - جو عام ٹنڈنسی ( Tendency ) امریکہ اور انگلینڈ میں ہے وہ یہ ہے کہ وائر ڈپارٹمنٹ ایک کمشنر اور سپرنٹنڈنگ انجینئر کے تحت رہے اور پورے پاورس ہلتھ منسٹر کو دے دئے جائیں کیوں کہ محکمہ اسینشیل سروس ( Essential Service ) کی تعریف میں آتا ہے۔ اس میں پالیٹکس ( Politics ) کو لانے کی ضرورت نہیں ہے۔ وائر بورڈ قائم کرنے کی تجویز ایک پرانا خیال ہے۔ اس کو مہذب ممالک نے ترک کر دیا ہے۔ جو تھیری ( Theory ) سنہ ۱۹۱۸ء میں وہاں ترک ہو گئی ہے اوسے سنہ ۱۹۵۴ء میں ہم کیوں جاری رکھیں؟ ڈاکٹر منرو نے سنہ ۱۹۱۸ء میں ایک کتاب لکھی تھی - اوس کا ایک اقتباس میں آپ کو پڑھ کر سنانا چاہتا ہوں - وہ یہ ہے :-

“In many cities the water department is still in charge of a board, usually made up of three or five members. Only in smaller communities are these now elected by popular vote; in the larger ones, as a rule, they are appointed. There are so many objections to the board system as applied to the management of this department that the general tendency is to get away from it.”

Shri V. B. Raju : My intention was not of such a board ; it may be something like the Railway Board and the Electricity Board that is suggested under the Government of India Electricity Act.

شری گوپال راؤ اکبوتے:— ممکن ہے وہ اس بیس پر آتا ہو۔ پھر بھی زیادہ فرق نہیں پڑتا ہے۔ کیونکہ ایک بورڈ کے تحت دینے کی بجائے باسٹن۔ بیویارک سٹی میں ایسے بورڈس قائم تھے اور اسکو انہوں نے اکسپلوڈ (Explode) کر دیا اور ضرورت اسکی سمجھی کہ ایک انجینیر کے تحت اسکو کر دیا جائے۔ سنہ ۱۹۴۵ء کے ایکٹ کے لحاظ سے انہوں نے منسٹری آف ہلتھ کو کوئی پاورس دینا مناسب سمجھا کیونکہ اس میں نیشنل امپورٹنس (National importance) کا سوال ہے اور اسکو اسینشیل سروس (Essential Service) سمجھا جاتا ہے۔ اسٹے بورڈ کو ابالشی کر کے منسٹر کے تحت کمشنر اور انجینیر کو کر دیا گیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ان حالات میں انکی اکسپلوڈ تھیری (Exploded theory) سے گریز کرنا مناسب ہوگا۔ البتہ انکا دوسرا جو سبجیشن ہے وہ ٹھیک ہے کہ کیا پیٹل اکسپنڈیچر میں سے ڈیپریسیشن (Depreciation) نکالنا چاہئے۔ اسکے بعد میں نہیں سمجھتا کہ کوئی اعتراض ہو سکتا ہے۔

ایک سوال کنٹونمنٹ سے متعلق بھی کیا گیا ہے کہ کیا کنٹونمنٹ کو بھی سکندر آباد کے وائر سپلائی اسکیم میں شریک رکھا گیا ہے؟ سکندر آباد میں بلک سپلائی کا سسٹم ہے۔ فی الحال ساڑھے دس لاکھ کی آبادی کو زیادہ مقدار میں پانی مہیا کرنے میں دشواری ہو رہی ہے۔ اوسکے لئے ایک اسکیم زیر غور ہے۔ اسکیم کے منظور ہونے کے بعد میں سمجھتا ہوں کہ جو مشکلات ہیں وہ سب ختم ہو جائیں گی۔ میں سمجھتا ہوں کہ میری تقریر نے تمام چیزوں کو کور (Cover) کر لیا ہے اور اگر کچھ چیزیں باقی رہ گئی ہیں تو وہ آنریبل ممبر فار کریمنٹر کے امینڈمنٹ کے سلسلہ میں آتی ہیں۔ اسلئے جب وہ امینڈمنٹس پیش ہونگے تو میں انکا جواب اوسی وقت دوں گا۔

*Mr. Speaker:* The question is:

“That L. A. Bill No. XXXIV of 1954, the Hyderabad City Water Supply Bill, 1954, be read a first time.”

The motion was adopted.

The House then adjourned for recess till Half Past Five of the Clock.

The House re-assembled after recess at Half Past Five of the Clock.

[*Mr. Speaker in the Chair*]

*Shri Gopal Rao Ekbote:* I beg to move:

“That L. A. Bill No. XXXIV of 1954, the Hyderabad City Water Supply Bill, 1954, be read a second time.”

*Mr. Speaker :* The question is :

“That L. A. Bill No. XXXIV of 1954, the Hyderabad City Water Supply Bill, 1954, be read a second time.”

The motion was adopted.

*Clauses 2 and 3.*

*Mr. Speaker :* The question is :

“That clauses 2 and 3 stand part of the Bill.”

The motion was adopted.

Clauses 2 and 3 were added to the Bill.

*Clause 4.*

*Shri Ch. Venkatrama Rao :* I beg to move :

“That in line 3, omit “by the consumers at their own cost”

*Mr. Speaker :* Amendment moved.

شری سی ایچ - وینکٹ رام راؤ :- مسٹر اسپیکر سر - میں نے اپنی بحث کے دوران میں فسٹ ریڈنگ کے موقع پر یہ بتانے کی کوشش کی کہ مڈل کلاس - لوئر مڈل کلاس یا مزدور طبقہ اپنے کاسٹ پر اپنی طرف سے میٹر رکھنے کے قابل نہیں - میں نہیں جانتا کہ اوس میٹر کی قیمت کیا ہے اور نہ ہی مسٹر صاحب نے بحث کے دوران میں اسکو واضح کیا - میں سمجھتا ہوں کہ اسکی قیمت معقول ہوگی - الیکٹرک میٹر کی قیمت ایک سو روپیہ ہوسکتی ہے -

شری گوپال راؤ اکبوتے :- ۵۰ یا ۶۰ روپیہ ہوتی ہے -

شری سی ایچ وینکٹ رام راؤ :- یہ قیمت بھی آج لوئر مڈل کلاس یا مزدور طبقہ دینے کے قابل نہیں ہے - اس میں انسٹالمنٹس پر لینے کے متعلق بھی کوئی پراویژن نہیں ہے - ایسی حالت میں پچاس ساٹھ روپیہ یکسخت داخل کرنا مشکل ہے - آنریبل منسٹر بار بار یہ کہتے رہے کہ ہم یہ کوشش کر رہے ہیں کہ ہر گھر میں نل پہنچ جائے - مگر ہر گھر کا وہی اسٹینڈرڈ یا وہی لیول نہیں ہوسکتا کہ ہر شخص نل رکھ سکے آپ کی خواہش تو اچھی ہے لیکن اس پر عمل کرنے کے لئے لوگوں میں استطاعت نہیں ہے - الیکٹریٹی ڈیپارٹمنٹ کی جانب سے میٹرس لگائے جاتے ہیں البتہ اوسکے متعلق ڈیپازٹ رکھنا پڑتا ہے - یہاں بھی حکومت ہر گھر میں پائپ لگانا چاہتی لیکن اوسکا بار لوگ برداشت نہیں کرسکتے - اوسکے علاوہ اس بل میں کوئی ایسا پراویژن نہیں کہ انسٹالمنٹ کے ذریعہ آہستہ آہستہ ادا ہوسکے - اس لئے حکومت اگر فی الوقت اس بار کو برداشت کر لے تو بہتر ہوگا اور منسٹر صاحب کی خواہش بھی پوری ہوسکتی ہے کہ

ھر گھر میں نل پہنچ جائے۔ اس لئے میری خواہش یہ ہے کہ حکومت اس کی کسٹ خود برداشت کرے۔

شری گوپال راؤ اکبوتے:— مسٹر اسپیکر سر۔ اس سلسلہ میں صرف ایک ہی عذر ہے جو کیا جا رہا ہے۔ وہ یہ کہ بعض لوگوں میں اسکی سکت نہیں رہتی کہ وہ (۵۰) یا (۶۰) روپیہ کا میٹر خرید سکیں۔ لیکن اس بل میں ایک کلاز (ب) دینی ہے جو انیلنگ کلاز (Enabling clause) ہے۔ ظاہر ہے کہ کوئی حکومت کسی پر اس قسم کی زبردستی نہیں کر سکتی کہ ہر شخص میٹر لے۔ البتہ

Persecution mixed with a little coercion.

کا طریقہ اختیار کیا جاسکتا ہے۔ گراجوی (Gradually) اس کو کیا جاسکتا ہے۔ یعنی جسکی آمدنی ہزار روپیے ہے وہ یکمشت رقم ادا کرے۔ یا پچ سو روپیہ تک جسکی آمدنی ہے وہ دو تین سال میں ادا کریں۔ سو دو سو روپیہ جسکی آمدنی ہے وہ تین چار سال میں ادا کریں۔ اس طرح کی سہولتیں دی جاسکتی ہیں۔ دوسرے مالک میں بھی جہاں میٹر سسٹم نافذ ہے وہاں میٹر ٹیکس گراجوی وصول کیا گیا تھا۔ اور کئی سہولتیں دی گئی تھیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جہاں میٹر سسٹم رکھا گیا ہے وہاں لوگ کافی عادی ہو گئے ہیں اور وہ اس کو پسند کر رہے ہیں کہ میٹرڈ وائر سسٹم (Metered water system) کے طریقہ سے جو پانی فراہم کیا جاتا ہے وہ زیادہ فائدہ مند اور کم خرچ والا ثابت ہوتا ہے۔ اگر ایک جنرل وائر ٹیکس فلاٹ ریٹ (Flat rate) کے طور پر لگا دیں تو لوگوں کو اور زیادہ نقصان ہونا ہے۔ اس کے برخلاف اگر انیشیلی (Initially) تھوڑا سا پیسہ خرچ کریں تو لانگ رن (Long run) میں کنزیومرس کو فائدہ ہوتا ہے اور میٹر کا خرچہ بھی نکل جاتا ہے۔ فلاٹ ریٹ میں پانی جو استعمال ہوتا ہے اوس پر زیادہ قیمت لگ جاتی ہے۔ لیکن میٹر لگانے کے بعد جتنا پانی وہ خرچ کریں اتنا ہی پیسہ دینا پڑتا ہے۔ اس لئے کمرشیل اوٹ لک (Commercial outlook) رکھنے والے لوگ میٹر سسٹم کے فائدہ سے انکار نہیں کر سکتے، کیونکہ اون کو لانگ رن میں فائدہ ہوتا ہے۔ میں اس کا اطمینان دلا سکتا ہوں کہ اس سلسلہ میں کوئی زبردستی کسی پر نہیں کی جائیگی بلکہ گراجوی زیادہ میٹرس دینے کی کوشش کی جائیگی۔ اور جیسا کہ میں نے کہا وہی طریقہ اختیار کیا جائیگا۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس اطمینان کے بعد آریبل ممبر فرام کریم نگر اپنی ترمیم کو واپس لے لینگے۔

Mr. Speaker: The question is:

“That in line 3, omit: “by the consumers at their own cost”

The motion was negatived.

Mr. Speaker: The question is:

“That clause 4 stand part of the Bill.”

The motion was adopted.

Clause 4 was added to the Bill.

Clauses 5, 6, 7 and 8.

Mr. Speaker : The question is:

"That clauses 5 to 8 stand part of the Bill."

The motion was adopted.

Clauses 5 to 8 were added to the Bill.

Clause 9.

Mr. Speaker : There is an amendment to omit the clause. It cannot be moved, but can be discussed.

\*Shri V. D. Deshpande : I stand to oppose the clause. Clause 9 reads :

"The Government may by notification, order the levy of general water tax, according to the rate fixed from time to time, on houses that do not have private pipe connections."

जिसमें यह कहा गया है कि जिन घरों में प्रायव्हेट पाइप लाइन नहीं हैं, और जिन घरों में प्रायव्हेट कनेक्शन न हों उनपर भी गव्हर्नमेंट वॉटर टैक्स लगा सकती है। असा कोअी आदमी आज के जमाने में नहीं हो सकता है जो कि अपने घर में वॉटर पाइप न लगाये। हर शख्स की यह जिच्छा रहती है कि अपने घर में पानी और लाइट का जितेजाम ठीक तरह से हो। लेकिन कुछ लोग ऐसे होते हैं जिनके माशी हालात जिस तरह की जिजाजत नहीं देती की वे अपने घरों में अलग वॉटर लाइन लगा सकें। असे लोगों पर भी टैक्स लगाना जो कि वॉटर पाइप अपने घर में अलग से नहीं लेते हैं मुनासिब नहीं होगा असा मेरा ख्याल है। मुल्क में असे छोटे तबके के लोग आज भी मौजूद हैं जो किसी तरह अपने घर में वॉटर पाइप लाने का जितेजाम नहीं कर सकते। और वे यदि जनरल नल से पानी भरते हैं तो उन पर भी आप जनरल वॉटर टैक्स आयद करना चाहते हैं। अतनाही नहीं बल्कि आपने जो यह बिल आज लाया है उसमें यह भी गुंजायश दीख पडती है कि आज जो वॉटर टैक्स २ रुपया और ५ रुपया है उसको भी बढ़ाने की गुंजायश जिस बिल में रखी गयी है। और असा दीखता है कि गव्हर्नमेंट जिस टैक्स को भी बढ़ाना चाहती है। वॉटर टैक्स में जिजाफे की वजह से और आपने जो मीटर लगाना लाजमी करार दिया है उसकी वजह से, छोटे घरों वाले जो गरीब तबके के लोग हैं वह जिच्छा होते हुअे भी अलग पाइप लाइन नहीं ले सकेंगे। और असी सूरत में यह सवाल पैदा होता है कि असे गरीब लोगों पर जनरल वॉटर टैक्स लगाना कहां तक मुनासिब है। असा टैक्स लगाना में मुनासिब नहीं सम्झता हूं। असा कि कहा गया है कि यह अक असा काम है जो नो प्राफिट नो लॉस ( No profit no loss ) की बेसेस पर चलाया जाना चाहिये।

لےکین مے کھنا چاہتا ہوں کي وॉटर يھ اےک سوشل اےمینٹیٹی (Social amenity) ہے ۔ اوسکي ہر انسان کو जरورت ہوتی ہے ۔ جس तरह سے لائڈ، ہوا بگیچے سڈکے يھ سوشل اےمینٹیٹی ہوں، اور ہر شےس کو يھ चीजें मिलनी चाहियें اوسي तरह سے وॉटर भी اےک سوشل اےمینٹیٹی ہے ۔ اور वह हर शस्स को मिलनी चाहिये, असा मेरा ख्याल है । जिस के लिये कुछ खर्चा करना भी पडे या कुछ नुकसान भी सहना पडे तो उसे हुकूमत को सहना चाहिये । और हुकूमत का यह फर्ज है असा मेरा ख्याल है । जिस लिये जिस तरह से जो अलग पाइप लाइन अपनी माशी हालत अच्छी न होने के कारण नहीं ले सकते हैं अन्हे जनरल वॉटर टॅक्स लगाना ठीक न होगा । जिस लिये जनरल वॉटर टॅक्स लगाने के बारे में जो क्लॉज ९ है उसे डिलिट (Delete) करने के लिये मने कहा है । अमीद है कि मिनिस्टर साहब जिसे मंजूर करेंगे और वह क्लॉज को डिलिट करेंगे ।

شری گوپال راؤ اکبوتے :- مسٹر اسپیکر سر۔ اس کلاز کی مخالفت اس بنیاد پر کی جاتی ہے کہ سوشل امینیٹیز (Social amenities) پرووائڈ کرنا گورنمنٹ کا فرض ہے۔ اس لحاظ سے جنرل واٹر ٹکس لینے کی کوئی ضرورت نہیں۔ میں آئریبل لیڈر آف دی اپوزیشن کے معلومات کے لئے بتا سکتا ہوں کہ سکندراباد اور اضلاع میں جنرل واٹر ٹیکس لیا جاتا ہے۔ لیکن حیدرآباد میں نہیں لیا جاتا۔ اس دو عملی کو ختم کرنا ہے۔ کیونکہ اس دو عملی کو برقرار رکھنے اور امتیاز کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ ۶۰ فی صد لوگ اسٹانڈ پوسٹ سے پانی لیتے ہیں۔ حالانکہ ان میں سے ایک کافی پرسنٹیج اپنے پاس نل لینے کی سکت رکھتا ہے۔ اگر آپ چاہتے ہیں کہ اس خسارہ کو جنرل ریوینیو سے پورا کیا جائے یا یہ کہ ڈسٹرکٹ پر زیادہ بار ڈال کر یہاں خرچ کیا جائے تو یہ اور بات ہے۔ واٹر ٹکس کے تین سسٹمز ہیں۔ فلاٹ ریٹ سسٹم۔ میٹر سسٹم۔ میٹرینٹ سسٹم (Measurement system)۔ ان میں سے فلاٹ ریٹ سسٹم پر حکومت کا کافی خرچ ہوتا ہے۔ جو نل لیتے ہیں ان پر تو ٹکس کی ذمہ داری کافی بڑے پیمانے پر عائد کرتے ہیں۔ لیکن وہ لوگ جو باوجود سکت رکھنے کے نل نہیں لیتے ان کو ویسے ہی چھوڑ دینا کیا ان جسٹس (Injustice) نہ ہوگا؟ اور اس سے اضلاع سکندراباد اور حیدرآباد میں ڈسکریمینیشن (Discrimination) بھی ہوتا ہے۔ یہ کسی طرح سوشل جسٹس کی تعریف میں نہیں آتا۔ ان حالات میں میں کہہ سکتا ہوں کہ کلاز ۹ کی مخالفت نہ کرتے ہوئے اس کو پاس کیا جائے۔

**Mr. Speaker :** The question is:

“That clause 9 stand part of the Bill.”

The motion was adopted.

Clause 9 was added to the Bill.

Clause 10.

**\*Shri V. D. Deshpande :** Mr Speaker, Sir, I rise again to oppose clause 10 : much more so because clause 9 has been

approved by the house and my opposition to it has not had the agreement of the House. It was argued by the Minister concerned that there should be social justice and from that point of view, because there is general water tax in district towns and other places, therefore, Hyderabad should also fall in line. I would have rather suggested that Hyderabad ought to have given lead in that respect and thereby some amenities should have been provided to the people in the districts. It will take little more or probably little longer for the Government to realise that certain social amenities have to be provided to the common man. Amenities of supply of water, amenities of lights, amenities of libraries, amenities of medicines and all these matters are considered to be social amenities, and will compensate the low pay of the common man and give him certain facilities. It is from this point of view that I had opposed the general water tax. Now, in view of the fact that the Government is imposing general water tax, and, at the same time, there is going to be special individual water tax, I feel this imposition of meter system has no basis. Why do we want that there should be meters? We want the meters because the supply of water should be rationed and also the expenses should be met. But when the Government has found out a way to meet this situation by levying a general water tax, I do not see any reason why the Government should take up the scheme of imposing meters on the people as such. Generally it is felt and it is the general experience—that it is the big families or the houses which have many people, that use more water. Because of economic situation, more families consisting of a large number of persons will be using more water, and this introduction of meter will put them to difficulty; and it is they, in fact, who will be affected much more. It is because of that I had suggested that there should be no general water tax. If there is no general water tax, the imposition of meter system would not be a hardship. In that case people would have chosen not to take private connections for their houses, or if they had the capacity, they would have done it. But now they have to take private connections into their houses and if they are not in a position to take private connections, they will have to pay general water tax if all these things are there, it will be burdening the exchequer of low income groups too much and, therefore, I feel that the imposition of this meter system does not fit in and cannot be called to provide social amenities to the low income groups. Therefore, Sir, I feel that this clause which says :

“The consumers shall, within the time specified in the notification under section 4 fix at their own expenses meters for all private pipe connections” is not justified and should be deleted.

*\*Shri Anna Rao Ganamukhi :* Mr. Speaker Sir; the reasons that are put forth by the leader of the Opposition in opposing this clause, I think, are not justified. This clause only imposes a restriction on the use of water so that it may prevent waste—and also uneconomic waste—by the people who consume water. It is seen in Hyderabad and elsewhere that water is wasted as no ceiling or restriction is imposed. In Hyderabad especially, we see that there is no departmentalisation or the Government or the Water Supply Department does not provide a separate system for raw-water and filtered-water. Filtered-water is used for washing, flushing, for drinking and for all purposes this water is consumed by the people. Therefore, it is very essential that meter system should be introduced and a strict watch should be kept on the use of water as Government spends a lot of amount on filtering process, in adding chlorine and other things. Hence, if no restriction is imposed on water supply, then, I think, the people will be wasting water without regard to the economic use of water. Therefore, the meter system which is proposed in the bill is very sound and I support it wholeheartedly.

\* شری بی۔ ڈی۔ دیشمکھ :- مسٹر اسپیکر سر۔ دفعہ (۴) میں جو اختیار دیا گیا ہے اس کے لحاظ سے یہاں یہ پروویژن بھی رکھا جا رہا ہے کہ اگر کوئی کنزیومر (Consumer) میٹر نصب کرنے کے لئے آمادہ نہ ہو تو اس کا کنکشن بند کیا جائیگا۔ پانی کا مسئلہ ایسی امینیٹیز (Amenities) سے تعلق رکھتا ہے جو فری آف چارج (Free of charge) سپلائی (Supply) ہونا چاہئے لیکن حکومت اس کے لئے کنزیومرس سے ٹکس وصول کرتی ہے۔ ایسی صورت میں خود حکومت پر یہ فرض عائد ہو جاتا ہے کہ وہ کنزیومرس کے پاس اپنے صرفہ سے میٹر لگائے کلاز (۱۰) میں کنزیومر کے لئے میٹر نصب کر لینے ایک میعاد رکھی گئی ہے۔ اس میعاد میں وہ نصب نہ کرے تو اس کی سپلائی منقطع کر دی جاتی ہے۔ یہ بہت زیادہ سختی ہے اس لحاظ سے دفعہ (۱) رکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ کہا گیا کہ اکائی کے تحت میٹر لگانا ضروری ہے کیونکہ فلٹر (Filter) پر کافی اخراجات عائد ہوتے ہیں اور پانی کا غیر ضروری صرفہ نہ ہونا چاہئے۔ آپ کو چاہئے تھا کہ فلٹرڈ (Filtered) اور ان فلٹرڈ (Unfiltered) واٹر کے علاوہ علاحدہ انتظامات کرتے تاکہ لیوٹریز (Lavatories) گارڈنگ وغیرہ میں فلٹرڈ واٹر کی بجائے ان فلٹرڈ واٹر استعمال ہو اور غیر ضروری صرفہ نہ ہو۔ لیکن وہ تو نہیں کیا جاتا۔ اگر



ویسا کیا جاتا تو آپ مالک مکان یا کرایہ دار جو بھی کنزیومر ہو اس سے باسانی وصول کرسکتے تھے۔ لیکن یہ انتظامات تو نہیں کئے جاتے اس کے برخلاف مختلف پابندیاں عائد کی جاتی ہیں۔ میں یہ خواہش کرونگا کہ اس دفعہ (۱۰) کو حذف کیا جائے۔

شری گوپال راؤ اکبوتے:— مسٹراسپیکر سر۔ میں سمجھتا ہوں کہ کلاز (۱۰) کی دو وجوہات کے تحت مخالفت کی گئی۔ لیکن یہ صحیح نہیں ہے۔ کلاز (۴) منظور ہو چکا ہے۔ اس کا سب کلاز (۲) یہ ہے۔

“The authority may, by notification order—

(2) The fixing of meters, departmentally or otherwise at the cost of the consumers.

یہ منظور ہو چکا ہے۔ اسکی منظوری کے بعد کلاز (۱۰) کی مخالفت کرنا کوئی معنی نہیں رکھتا۔ . . . .

شری. وھی. ڈی. देशपांडे:—दफे १० की जरूरत ही क्या है?

شری گوپال راؤ اکبوتے۔ کلاز (۴) کی منظوری کے بعد یہاں مخالفت نرم پڑ جاتی ہے۔ اس میں کوئی قوت نہیں رہتی۔ کلاز ۱۰ یہ ہے کہ۔

“The Consumers shall, within the time specified....”

ایک مرتبہ آپ نے گورنمنٹ کو اختیار دیدیا ہے۔ اس کلاز کے تحت وہ نوٹس دیگی۔ سہولتیں دیگی۔ اگر کلاز ۱۰ نکال دیں تو آپ کے مقصد کے بالکل برخلاف اسکا اثر ہوگا۔ اس کلاز کے تحت تو گورنمنٹ پر پابندی عائد ہوتی ہے کہ وہ نوٹس دے مہلت دے، حالات پیدا کرے۔ آنریبل لیڈر آف دی اپوزیشن یہ کہتے ہیں کہ . . . . .

شری. وھی. ڈی. देशपांडे:—क्लाज चार में साफ साफ है कि

“the fixing, within such time as may be specified in the said notification,”

यानी जिसमें टाइम भी आ गया है।

شری گوپال راؤ اکبوتے:— ٹائم کا سوال نہیں ہے۔ اسکی وجہ سے دوسری سہولتیں پیدا ہوتی ہیں۔ کلاز (۴) یہ ہے۔

“The fixing, within such time as may be specified in the said notification, by the consumers at their own cost, of meters on all pipe connections.....”

یہ سب کلاز (۱) ہے جسکا تعلق واٹر پائپ کنکشن سے ہے۔ اور سب کلاز

۲ یہ ہے۔

fixing of meters departmentally or otherwise at the cost of the consumer.

سب کلاز ۲ کیلئے ٹائم کا کوئی سوال نہیں ہے۔ کلاز ۱۰ کا تعلق کلاز (۴) سب کلاز سے ہے۔ یہ سسٹمائز (Systematise) کرنے والا کلاز ہے

اور جیسا کہ میں نے پہلے کہا عام طور پر ان ممالک میں بھی جہاں کہ عام طور پر تعلیم یافتہ لوگ ہیں اور جہاں تعلیم عام ہے یہ طریقہ رکھا گیا ہے اور اس وقت جیسی بحث یہاں کی جارہی ہے ویسی ہی بحث وہاں بھی اوس وقت کی گئی تھی۔ یہاں جو گریڈڈ طریقہ رکھا جا رہا ہے وہ سائنٹیفک ہے۔ مجھے معاف کریں میں منرو کی کتاب کے ایک پیسیج ( Passage ) کا پھر حوالہ دینا چاہتا ہوں۔ ۱۹۱۸ ع میں جو تصفیہ ہوا اسکا آج ۱۹۵۴ ع میں ہم پھر انویسٹو (अनुभव) کر رہے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے ایک جملہ یہ لکھا ہے۔

“ It is quite true that a popular prejudice against the meter system exists in many cities but much of this feeling arises from the crude and unscientific system.... ”

لہذا میں سمجھتا ہوں کہ یہ اتنا سائنٹیفک سسٹم ہو چکا ہے کہ دوسرے ممالک میں بھی اسکو اپریشیٹ ( Appreciate ) کیا جا رہا ہے کیونکہ یہی ایک شیوراینڈ سرٹن ( Sure and certain ) طریقہ ہے جس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ جتنا پانی خرچ کیا جاتا ہے اسی کا ٹکس دیا جاتا ہے۔ ورنہ موجودہ صورت یہ ہے کہ جو جتنا پانی خرچ کر رہے ہیں ان سے پروپورشنلی ( Proportionately ) اتنا پیسہ نہیں لے رہے ہیں۔ وہ پانی زیادہ خرچ کرتے ہیں اور پیسہ کم دیتے ہیں۔ یہ ناجائز ہے۔ اسلئے میں آنریبل ممبرس سے درخواست کرونگا کہ وہ اس کلاز کی زیادہ مخالفت نہ فرمائیں۔

*Mr. Speaker :* The question is :

“ That clause 10 stand part of the Bill.”

The motion was adopted.

Clause 10 was added to the Bill.

*Clause 11.*

*Shri Ch. Venkat Ram Rao :* Sir, I beg to move :

“ That in lines 7 and 8, omit : ‘on payment of the prescribed testing fees before reinstallation’.”

*Mr. Speaker :* Amendment moved.

شری سی ایچ۔ وینکٹ رام راؤ :- مسٹر اسپیکر۔ کلاز ۱۱ میں ڈپارٹمنٹ کو یہ اختیار دیا گیا ہے کہ اگر کسی گھر کے مالک کو جسکا میٹر یا پائپ اچھی حالت میں نہیں ہے اور پانی بہہ جا رہا ہے تو ڈپارٹمنٹ اکائی کی خاطر اور حفظ ماقدم کے طور پر نوٹس دیکر۔ میٹر ٹھیک کام نہیں کر رہا ہے تو مالک اسکو درست کرائے۔ لیکن اگر مالک اسکو ریزنبل ٹائم ( Reasonable time ) میں درست کرا دیتا

ہے تو بھی اوس سے ٹسٹنگ فیس لیجائیگی۔ جب وہ اپنی طرف سے میٹر کو درست کرادیتا ہے یا ڈپارٹمنٹ سے کروالیتا ہے اور وہ ٹائم کے اندر کروالیتا ہے تو اوس سے ٹیسٹنگ فیس لینا کہاں تک مناسب ہے ؟ اوس پر یہ بار عائد نہ کرنا چاہئے۔ اسلئے میں نے یہ امینڈمنٹ دیا ہے۔ اسی قسم کے دو اور امینڈمنٹس الگ الگ کلارنس میں ہے۔ انکا بھی مطلب یہی ہے کہ اگر مالک مکان وہ ان دی ٹائم ( Within the time ) نوٹس کی تعمیل کرتا ہے تو اوس سے ٹسٹنگ فیس نہ لی جائے۔

\* श्री. व्ही. डी. देशपांडे :—स्पीकर सर, अभी ऑनरेबल मिनिस्टर साहब ने कहा कि जो चीज दूसरे मुमालिक में १९१८ में हुआ है उसके बारे में १९५४ में हमारे यहां अंतराज क्यों किया जा रहा है ? मेरा भी अनुसे यही कहना है कि जो सोशल फैसिलिटीज ( Social facilities ) १९४५ में लेबर गव्हर्नमेंट के तहत अंग्लैंड में दी गयी हैं, और दूसरे मुमालिक में उसके भी पहले दी गयी हैं, वही १९५४ में हमारे हिंदुस्तान में देने से क्यों अिनकार किया जा रहा है ? साफ साफ मामला है कि हमारी डेमाँन्स दीरी से शुरू हुआ है और उसका लाजमी नतीजा हमारे सामने है। जो बड़े बड़े मुमालिक अिडस्ट्रियली बहुत डेवलप्ड हैं, जो अनअम्प्लायमेंट के वक्त लोगों को डोल (dole) देते हैं और जहां अँसे सवालात पैदा नहीं होते कि अगर किसी को अम्प्लायमेंट न मिले तो हुकूमत यह नहीं कहती कि हमारे ऊपर जिम्मेदारी नहीं है, हमारे पास फायनान्स नहीं है। अँसे देशों का अगर कुछ बातों में आप मुकाबला करते हैं तो उनकी जिम्मेदारी भी लेनी चाहिये। उनका पूरा अिटीग्रेटेड व्ह्यू लेना चाहिये। जिस तरह शैतान भी बायबल का हवाला देता है वैसे ही हुकूमत जब कोअी चीज उसके फायदे की होती है तो अंग्लैंड और अमेरिका का हवाला देती है। हम जिसकी जिसीलिये मुखालिफत करते हैं कि सिक्कूरिटी ऑफ वेजेस, राबिट ऑफ लॉन्ग्ग वेजेस को नहीं माना गया है। जो मामूली अिन्सान है उसको अपने जराये पर छोड़ दिया गया है, और जिसी वजह से हम चाहते हैं कि आप उस पर टँक्सेस न बढ़ाते चले जायें। गनीमत समझनी चाहिये कि जिसमें अँसा नहीं लिखा गया कि-अुसको जो नोटीस दी जाती है, उसका जो प्रोसेस होगा और वहां जाने के लिये जो चपरासी भेजना पड़ेगा उसका भी सब खर्चा वसूल किया जाय। आखिर उसको नोटीस देने का खर्चा भी तो गव्हर्नमेंट पर ही पड़ेगा। जिस तरह से जो बाल की खाल निकाली जा रही है, और तरह तरह से नये नये टँक्सेस बढ़ाये जा रहे हैं उस लिहाज से जिस पूरे सेक्शन के बारे में अंतराज किया गया है। मैं नहीं समझ सका की आज के हालात में हुकूमत जिसकी तरफ अितनी बारीकी से क्यों देख रही है। जब कि कोअी वक्त के अंदर अपना मीटर दुस्त कर देता है तब भी उससे फीस क्यों ली जाय ? उसको अिन्स्पेक्टर जाकर चेक कर सकता है। लेकिन उसके लिये भी अेक फीस उससे आप वसूल करना चाहते हैं। टँक्सेशन का मसला कितनी दूर तक जा रहा है जिसके ऊपर गव्हर्नमेंट सॉन्चे, और जो सजेशन हमने दिया है उसको कुबूल करे क्योंकि जो टँक्सेस बढ़ाये जा रहे हैं वे अँसे मुल्क में हैं कि जहां पर लॉन्ग्ग वेजेस भी नहीं मिल रहे हैं। जिसलिये जिस अमेंडमेंट को मंजूर करने में हुकूमत को अुजर नहीं होना चाहिये।

\* شری اناراؤ گن مکھی :— سبٹر اسپیکر سر۔ جو اعتراضات اس بارے میں کئے جارہے ہیں وہ میں سمجھتا ہوں کہ ٹکس اور فی ( Fee ) میں فرق نہ کرنے کی وجہ سے کئے جارہے ہیں۔ جب ٹکس ایپوز ( Impose ) کیا جاتا ہے تو اس سے

کسی ایک شخص کو ڈیفنٹ ( Definite ) فائدہ نہیں ملتا بلکہ اس کا فائدہ تمام لوگوں کو ملتا ہے۔ اس کے برخلاف جب کوئی "فی" دی جاتی ہے تو وہ کسی ڈیفنٹ سرویس کے لئے دی جاتی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ میونسپالٹیز جو وائر ورکس کا کام انجام دیتے ہیں اس بات کے لئے ایک ٹکنیکل اسٹاف رکھنا پڑیگا اور وہ اس کی نگرانی کریں گے کہ ہر جگہ میٹرس اچھی طرح کام کر رہے ہیں یا نہیں جب میونسپالٹیز کو وائر ورکس ڈپارٹمنٹ کا عملہ رکھنا پڑیگا تو اسے اتنی تنخواہوں وغیرہ کا بار بھی اٹھانا پڑیگا۔ لیکن ان اخراجات کا بار جو اس ٹکنیکل اسٹاف کی وجہ سے عائد ہوتا ہے وہ میٹروپولیٹنس پر ڈالنا مناسب نہوگا۔ ان امپلائز ( Employees ) کے اخراجات کے لئے اگر میٹروپولیٹن فیس بڑی رکھی جاتی ہے تو یہ مناسب نہیں ہے۔ اگر اس کو نامینیل ( Nominal ) دو چار آنے رکھتے ہیں تو کوئی بات نہیں لیکن زیادہ فیس نہ رکھی جائے۔ یہاں "پرسکرائب" ( Prescribe ) رکھا گیا ہے جس سے امکان یہ ہے کہ پورے اکسپنڈیچر ( Expenditure ) ٹکس کے سو روپے ( Swrup ) میں کور ( Cover ) کیا جائیگا۔ اس لئے میں منسٹر صاحب سے یہ عرض کرونگا کہ فیس کو ٹکس کا سو روپے نہ دیا جائے۔ جو لوگ میٹرو خریدتے ہیں وہ خود اپنی ذمہ داری کو محسوس کرتے ہیں اور میٹرو دیکھ بھال کرتے رہتے ہیں۔ اگر وہ ٹھیک طور پر ورک نہیں کرتا ہے تو اسے درست کرائیگی اس لئے چار آنے کی نامینل فیس پارشل سرویس کے لئے لی جائے تو میں اس سے اگرتی ( Agree ) کرتا ہوں۔ اس لئے رولس بناتے وقت اس چیز کا خاص طور پر خیال رکھا جائے فیس کی تعریف ہی یہ ہے کہ جتنی سرویس لی جائے اس کے اخراجات برداشت کریں۔ یہ عام ٹیکس کی طرح نہیں ہونا چاہئیے۔ ہم لیٹنڈ ریویو وصول کرتے ہیں تو یہ ضروری نہیں ہے کہ پورا لیٹنڈ ریویو محکمہ مال پر صرف کریں کیونکہ یہ ایک ٹکس ہے اور ٹکس کے لئے ڈیفینٹ ریٹرنس ( Definite Returns ) دینا لازمی نہیں ہے۔ اس لئے اگر منسٹر صاحب کا یہ مقصد ہے کہ رولس بناتے وقت فیس کم لی جائیگی تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ اگر زیادہ فیس لی جائے تو یہ مناسب نہوگا۔

شری گوپال راؤ اکبوتے :- مسٹر اسپیکر سر۔ اس کلاز کی جو مخالفت کی جا رہی ہے مجھے افسوس ہے کہ .....

سٹی. آئی. ڈی. دسٹریکٹ :- پورے کلاز کی مخالفت نہیں کی جا رہی ہے، لیکن جو فیس اکبوتے سے رکھی جا رہی ہے اس کی کلاز کی مخالفت کی جا رہی ہے۔

شری گوپال راؤ اکبوتے :- اس کلاز کی پارشل جو مخالفت کی جا رہی ہے افسوس ہے کہ میں اس کو قبول نہیں کر سکتا۔ اس میں بنیادی طور پر کچھ غلط فہمی ہو رہی ہے۔ جہاں میٹرس لگائے جاتے ہیں وہاں عام طور پر یہ تجربہ رہا ہے کہ وہ اتنا انکو ٹیسٹ ( Test ) نہ کیا جائے تو وہ ان اکیوریٹ ( Inaccurate ) ہو جاتے ہیں اور ان کو جاتے ہیں۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے وہ سلیپ ( Slip ) ہو جاتے ہیں اور ان

یہ بعض وقت زیادہ اور بعض وقت کم پانی کا حساب ملتا ہے۔ عام طور پر ایسی درخواستیں آتی ہیں۔ یہ نہیں ہے کہ حکومت بلا وجہ انسپکٹر کو بھیجی ہے اور زبردستی فیس لیتی ہے۔ اس لحاظ سے یہ چیز خود میٹر ہولڈرس کے فائدہ کے لئے ہے اگر میٹر اکیوریٹ کنزیپشن نہیں بتلا رہا ہے، کچھ زیادہ ان اکیوریسی آگئی ہے یا پیسیج آف واٹر ( Passage of water ) زیادہ مقدار میں ہو رہا ہے تو وہ اشخاص خود اپلائی کرتے ہیں کہ اس کو درست کیا جائے۔ اس وقت انسپکٹر کو بھیجتے ہیں یا بعض صورتوں میں میٹرس کم بتلاتے ہیں اور اونرس کا کنزیپشن زیادہ ہوتا ہے تو ایسی صورت میں نوٹس دیکر انکا انسپکشن کرتے ہیں۔

ایک اور چیز جو آئریبل ممبر نے کہی ہے وہ یہ ہے کہ یہ ( Fee ) ( Reasonable ) اور ریزنبل ( Rational ) ہونی چاہیئے اور ایک بیوپاری کی طرح سارے کے سارے اخراجات نکالنے کی کوشش نہ کی جائے۔ ایسی بات نہیں ہے۔ ٹیسٹنگ فی ( Testing fee ) ( اوپنی ہی ہوگی جس پر کسی کو اعتراض نہ ہو۔ دیگر صوبجات میں جو طریقہ رائج ہے اس کو ملحوظ رکھا جائیگا اور جو سروس دی جاتی ہے اس کے لحاظ سے فی عائد کی جائیگی۔ اور اس کے بارے میں تکنیکل اڈوائس لی جائیگی کہ کتنے کام کے لئے کیا فیس وصول کی جانی چاہیئے۔ اس کے متعلق یہ سمجھنا کہ حکومت کچھ اگریسیو اسٹپ ( Aggressive Step ) اے رہی ہے صحیح نہیں ہے۔ لانگ رن میں کنٹینیوس یوز ( Continuous use ) کی وجہ سے جب میٹرس خراب ہو جاتے ہیں تو پانی کا ویسٹیج ( Wastage ) شروع ہو جاتا ہے اور اسکا اثر خود اوئر ( Owner ) پر پڑنے کا احتمال ہوتا ہے۔ یہ اوئر کے فائدے کے لئے ہے۔ اس لئے مجھے امید ہے کہ آپ یہ اسٹنڈنٹ وٹھ ڈرا ( Withdraw ) کر لینگے۔

شری انا راؤ گن مکھی :- پہلے اپنے عملے سے درست کرا کے بعد میں فیس لیں تو اچھا ہوگا۔ لیکن ٹیسٹنگ ( Testing ) کی فیس لینا چاہیئے، مناسب نہیں ہے۔ پہلی مرتبہ وزٹ ( Visit ) کرنے کی فیس نہیں لینا چاہیئے۔

شری گوپال راؤ اکبرٹے :- ٹسٹنگ اس لئے کی جاتی ہے کہ .....

श्री. व्ही. डी. देशपांडे :—स्पीकर सर, आनरेबल मिनिस्टर कुछ चीजें कम्प्यूज कर रहे हैं। हमने नहीं कहा कि नोटिस नहीं दी जानी चाहिये, या दुस्त करने के लिये वक्त नहीं देना चाहिये और रूल्स की पाबंदी के लिये उसको लाजमी नहीं करना चाहिये कि वह टेस्ट कर लें। सवाल यह है कि नोटिस देने के बाद वक्त के अंदर वह दुस्त करता है और हुकूमत को बतलाता है की उसको टेस्ट किया जाय तो उसके बाद हुकूमत के लोग आये और टेस्ट करें तो उसके लिये भी फिर से फीस ली जा रही है, जब कि वह वॉटर टैंक बाकायादा देता आरहा है। असी सूरत में गव्हर्न-मेंट की जो मशीनरी है या उसका जो खर्च बर्दाश्त किया जाता है वह आखिर किसलिये किया जाता है? इस तरह से हुकूमत की मशीनरी का खर्चा फीस के जरिये से उस पर डाला जायगा तो मैं समझता हूँ कि वह रेशनल ( Rational ) नहीं समझा जायगा, और हमारा अपोजीशन

जिसी हद तक है कि टेस्ट करने के लिये जो फीस लगायी जा रही है वह गलत है। यह कहा जा सकता है कि अगर इस फीस को न लगाया जाय तो वह टेस्ट ही नहीं करा लेगा ! लेकिन मैं समझता हूँ कि जिसके लिये दूसरी दफा १९ है जिसमें साफ कहा गया है कि अगर कोभी वॉटर को वेस्ट ( Waste ) करता है तो उसके लिये सजा होगी, जुर्माना भी रखा गया है। इसलिये मैं समझता हूँ कि इस क्लॉज के ये लाइनस "On payment of the prescribed testing fees before re-installation " डिलीट करनी चाहिये ! असली दफा से हमको अंतराज नहीं है।

شری گوپال راؤ اکبوتے :- میں سمجھتا ہوں کہ میری تقریر میں کوئی کنفیوژن ( Confusion ) نہیں تھا۔ میں اس ڈبل تھکنگ ( Double thinking ) کو ختم کرنے کے لئے کچھ وضاحت کرنا چاہتا ہوں۔ پانی کا ویسٹ ( Waste ) نہ ہونے دینے کے لئے پرائمریلی ( Primarily ) ورکنگ آرڈر ( Working order ) میں رکھنے کی ذمہ داری اوپر پر رکھی گئی ہے۔ اگر یہ معلوم ہو جائے کہ پانی ویسٹ ہو رہا ہے تو اس کو ٹسٹ کرانے کی ذمہ داری اوپر پر عائد کی گئی ہے۔ اس کے بعد ڈپارٹمنٹ کو دیکھنا پڑیگا کہ کانستینٹلی ( Constantly ) میٹر ورک کر رہا ہے یا نہیں۔ ٹسٹنگ کا سوال اس وقت آتا ہے جب میٹر میں کوئی خرابی پیدا ہو جاتی ہے۔ اگر کسی میکانک سے بھی وہ درست کرائیں تو اون کو اخراجات دینا پڑیگا۔ جو اخراجات ڈپارٹمنٹ سے کئے جائینگے وہ اتنے واجب ہونگے کہ اس پر کسی کو اعتراض کا موقع نہ ہوگا۔ اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ اس پر زیادہ شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے۔

*Mr. Speaker* : The question is :

"That in lines 7 and 8, omit: 'on payment of the prescribed testing fees before reinstallation'."

The motion was negatived.

*Mr. Speaker* : The question is :

"That Clause 11 stand part of the Bill".

The motion was adopted.

Clause 11 was added to the Bill.

Clauses 12 to 14

*Mr. Speaker* : The question is :

"That Clauses 12 to 14 stand part of the Bill."

The motion was adopted.

Clauses 12 to 14 were added to the Bill.

*Clause 15.*

*Shri Ch. Venkatrama Rao* : I beg to move :

“Omit lines 20 to 22”.

*Mr. Speaker* : Amendment moved.

شری سی ایچ - وینکٹ رام راؤ :- مسٹر اسپیکر سر - کلاز ۱۵ کا جو سب کلاز (۲) ہے اوس کو اوٹ کرنے کے لئے میں نے امینڈمنٹ پیش کیا ہے - سب کلاز ۲ کے متعلق کچھ کہنے سے پہلے میں عرض کرونگا کہ چونکہ کلاز ۱۶ میں بھی اس قسم کی فیس عائد کی گئی ہے اس لئے اس کے ساتھ اس کو بھی رکھیں تو مناسب نہ ہوگا - چونکہ میں اس میں امینڈمنٹ لایا ہوں اس لئے اوس کے متعلق امینڈمنٹ لانا مناسب نہیں سمجھا -

جب کوئی نل یا میٹر خراب ہوتا ہے تو اوس کو ٹسٹ کرنے کے لئے ٹسٹنگ فی ( Testing fee ) لی جاتی ہے - ٹسٹنگ فی لینے کا کلاز تو اب پاس بھی ہوچکا ہے - کلاز ۱۵ میں بتایا گیا ہے کہ عائد کردہ شرائط کے تحت مقررہ مدت کے اندر کوئی شخص ٹکس ادا نہ کرے اور اس کو درست نہ کرائے یا ایریرس ( Arrears ) ادا نہ کرے تو حکومت کو اختیار ہوگا کہ نل کاٹ دے - اس کے بعد جب اوپر ان شرائط کی تکمیل کردے اور ٹکس وغیرہ داخل کردے تو کٹنگ فی ( Cutting fee ) کے ساتھ ساتھ ری اوپننگ فی ( Re-opening fee ) بھی آپ مانگ رہے ہیں - میں مثال کے طور پر یہ کہہونگا کہ اگر آپ کو چار آنے کٹنگ فی لینا ہے تو آٹھ آنے لیجئے - آٹھ آنے لینا ہے تو ایک روپیہ لیجئے لیکن کٹنگ فی اور اوپننگ فی کے نام سے الگ الگ لینا ریزنبل ( Reasonable ) نہیں ہوگا - اس میں یہ تو نہیں بتایا گیا ہے کہ کٹنگ فی اور اوپننگ فی کتنی لینگے - بہر حال آپ کٹنگ فی جتنی بھی لینا چاہتے ہیں اوس سے دگنی فی لے لیجئے لیکن کٹنگ اور اوپننگ کے لئے علیحدہ علیحدہ فی لینا مناسب نہیں ہے - اس طرح بار بار لینا مناسب نہیں ہے - اس لئے میں نے یہ امینڈمنٹ لایا ہے امید ہے کہ اس کو قبول کیا جائیگا -

شری گوپال راؤ اکبوتے :- چونکہ کٹنگ فی ( Cutting fee ) لیتے ہیں لہذا ری اوپننگ کی فیس نہ لی جائے ، یہ کہا جا رہا ہے - آنریبل ممبر یہ سمجھ رہے ہیں کہ ایک گناہ کی دو سزائیں دی جا رہی ہیں -

کلاز ۱۵ میں تین صورتیں بتائی گئی ہیں - ایک تو یہ کہ ریٹ ( Rate ) یا چارجس کی رقم نہ دیں تو نوٹس کے بعد ( ۲۰ ) روز کی سہلت دی جاتی ہے اور اگر تیس

روز کے اندر بھی داخل نہ کرے تو کٹنگ کی جاتی ہے۔ دوسرے یہ کہ ہدایات کی خلاف ورزی کرے۔ تیسرے یہ کہ پانی کا نا جائز استعمال کیا جا رہا ہو۔ ان صورتوں میں نل کاٹا جاتا ہے۔ کٹنگ کے لئے بھی اخراجات کرنا پڑتا ہے اور ری اوپننگ میں بھی اخراجات ہوتے ہیں۔

ایک ایسا آدمی جو خلاف ورزیاں کرتا ہے اور پیسے نہیں دیتا اوس کا نل کاٹنے میں حقیقت میں جو پیسے ڈپارٹمنٹ کے خرچ ہوتے ہیں اوس پر کیوں نہ عائد کئے جائیں اور وہ کیوں معاف کئے جائیں، میری سمجھ میں نہیں آیا۔ ری اوپننگ میں بھی اخراجات کرنے پڑتے ہیں۔ ایسے آدمی سے رعایت کی کیا وجہ ہے جو مسلسل قانون کی خلاف ورزیاں کرنے کا عادی ہو؟ اس کو اپنے افعال کی سزا بھگتنا پڑیگا۔ میں نہیں سمجھتا کہ اس بارے میں اس کے ساتھ ہمدردی کرنے کی کوئی وجہ ہو سکتی ہے۔

شری سی ایچ۔ وینکٹ رام راؤ :- کلاز ۱۹ میں یہ سب چیزیں آسکتی ہیں۔

شری گوپال راؤ اکبوتے :- کلاز ۱۹ میں فراڈ (Fraud) کا سوال ہے۔ یہاں یہ نہیں ہے، بلکہ نیت یہ ہے کہ اگر کوئی پیسے نہیں دیتا ہے یا مسلسل خلاف ورزیاں کرتا ہے، تو اوس کے ساتھ رعایت کی ضرورت نہیں ہے۔ اوس کو اپنے افعال کی سزا بھگتنی چاہیے۔

*Mr. Speaker* : The question is :

“Omit lines 20 to 22”.

The motion was negatived.

*Mr. Speaker* : The question is :

“That Clause 15 stand part of the Bill”.

The motion was adopted.

Clause 15 was added to the Bill.

*Clauses 16 to 21.*

*Mr. Speaker* : The question is :

“That Clauses 16 to 21 stand part of the Bill”.

The motion was adopted.

Clauses 16 to 21 were added to the Bill.



Clause 22.

Shri V. D. Deshpande : I beg to move :

“That in line 6 for ‘ hundred ’ substitute ‘ fifty ’.”

Mr. Speaker : Amendment moved.

\*श्री. व्ही. डी. देशपांडे :—मिस्टर स्पीकर सर, मैंने इंडियन पीनल कोड का जो कुछ मुतालिया किया था आज इस बिल को देखने के बाद मुझे वह बार बार याद आ रहा है। हर स्टेप पर सजाओं, फाइनस और स्कावटें रिस्ट्रिक्शन इस कानून में हैं ऐसा अगर कहा जाय तो मुबालगा न होगा। और इस कानून की जो १९५४ की लेटेस्ट अंडीशन हाबुस के सामने लायी गयी है वह न लायी जाती तो ऐसा हम कभी न कह सकते। लेकिन ऐसा मालूम होता है कि जितनी मेटिक्यूलसली ( Meticulously ) और बारीकी के साथ हर चीज को अक्ट में रखा गया है। मैं समझता हूँ कि वह अन्हीं मुमालिक का अक्स हो सकता है जो अक्स दर्जे पर पहुँचे हैं। मिनिस्टर साहब ने हर चीज में ताजीद की है। हर चीज पर पाबंदियाँ और खर्च आयद किया है, और जैसा कि ऑनरेबल मेंबर फॉर अफझलतूर ने कहा मुझे यह शक हो रहा है कि पूरे अमले का खर्च अलग अलग तरीके से इस वाटर टैंक्स के सिलसिले में लोगों पर लगाया जाय तो ताज्जुब की बात न होगी। मुझे सिर्फ जितना कहना है कि आपने जो हर स्टेप पर क्यूद आयद किये हैं और कम से कम उसको जो सजाओं देना हैं उनके बारे में कुछ थोडा सा सोच विचार करना चाहिये। अदालत में भी यह होता है कि जब अलग अलग तरीके से पाबंदियाँ होती हैं तो आखरी सजा में सोंचा जाता है। जितनी पाबंदियाँ लगाने के बाद और अलग अलग तरीके से फिटिंग, कटिंग, टेस्टिंग वगैरा के टैंक्सेस लेने के बाद भी यहां सौ रुपये का फाइन लगा दिया गया है। जिसकी मिकदार कम कर दी जाय तो ज्यादा नुकसान नहीं होगा। क्योंकि वह बेचारा कदम कदम पर दिक्कतों का मुकाबिला करते करते इस स्टेज तक पहुँचनेवाला है। जिसलिये सौ रुपये जुर्माने की रकम में मुनासिब नहीं समझता। इसके बजाय वह ५० रुपये रखी जाय तो कोई ज्यादा फर्क होनेवाला है ऐसा मैं नहीं समझता। अगर जितना किया जाय तो वह बेचारा शहरी किसी तरह से आपके वाटर वर्क्स डिपार्टमेंट के क्यूद की वजह से कम पानी पीकर और सीधासादा होकर आपके क्यूद का जरूर पालन करेगा। मैं अुम्मीद करता हूँ कि यह तरमीम मंजूर की जायगी।

\* شری سری پت راؤ نواسیگر :— مسٹر اسپیکر سر۔ جو امینٹمنٹ پیش ہوا ہے اس سلسلہ میں لیڈر آف دی اپوزیشن نے فرمایا کہ اس قانون میں جہاں دیکھتے سزائیں نظر آرہی ہیں۔ ٹکسس نظر آرہے ہیں۔ میں تو نہیں سمجھتا کہ ایسا ہے۔ صحیح بات یہ ہے کہ اگر ایک ہی فعل کے لئے بار بار سزا رکھی جاتی تو وہ قابل اعتراض بات تھی۔ جہاں ٹکس فیس دینا پڑتی ہے وہ سروس کرنے کے بعد معاوضہ کے طور پر گورنمنٹ لیتی ہے اس کو سزا نہیں کہا جاسکتا۔ البتہ اس میں سو روپیہ جو رکھے گئے ہیں میں بھی سمجھتا ہوں کہ وہ زیادہ ہیں۔ اس کو اگر کم کرنے سے آنریبل لیڈر آف دی اپوزیشن کو

مٹسفیکشن ( Satisfaction ) ہوتا ہے تو میں بھی تائید کرتا ہوں دوسری چیز یہ ہے کہ سو روپیہ زیادہ اس وجہ سے ہیں کہ اس کو سزا سمجھا گیا۔ اس لئے اس کو کم کرنے کی ضرورت ہے۔ اس لئے میں امینڈمنٹ کی تائید کرتا ہوں اور سب انچارج آف دی بل سے خواہش کرتا ہوں کہ وہ اس کو منظور فرمائیں۔

شری گوپال راؤ اکبوتے:— میں سمجھتا ہوں کہ اس سلسلہ میں مجھے تقریر کی ضرورت نہیں پڑیگی۔ ادھر اور اودھر کے دونوں اصحاب جب خواہش کر رہے ہیں تو میں اس ترمیم کو قبول کرتا ہوں۔

شری انا راؤ گن مکھی:— سو روپیہ جرمانہ ہی لیا جائیگا یا ایک روپیہ بھی کیا جاسکیگا؟

شری گوپال راؤ اکبوتے:— ”ناٹ اکیڈنگ ہنڈرڈ روپیز“، ( Not exceeding hundred rupees ) تھا۔ اس کے بعد بھی کوئی فرق نہیں پڑتا۔ خلاف ورزیاں ہونگی تو پانچ روپیہ، دس روپیہ جیسی بھی صورت ہو جرمانہ کیا جائیگا۔

*Mr. Speaker* : The question is :

“That Clause 22, as amended, stand part of the Bill”.

The motion was adopted.

Clause 22, as amended, was added to the Bill.

*Clauses 23 and 24.*

*Mr. Speaker* : The questions :

“That clauses 23 and 24 stand part of the Bill.”

The motion was adopted.

Clauses 23 and 24 were added to the Bill.

*Mr. Speaker* : The question is :

“That Short Title, Extent, Commencement and Preamble stand part of the Bill.”

The motion was adopted.

The Short Title, Extent, Commencement and Preamble were added to the Bill.

*Shri Gopalrao Ekbote* : I beg to move :

“ That L. A. Bill XXXIV of 1954, the Hyderabad City Water Supply Bill 1954 be read a third time and passed

*Mr. Speaker* : The question is :

“ That L. A. Bill No. XXXIV of 1954, the Hyderabad City Water Supply Bill 1954 be read a third time and passed.”

The motion was adopted.

**L. A. Bill No. XXXII of 1954, the Hyderabad Houses  
(Rent, Eviction and Lease) Control  
(Amendment) Bill 1954.**

*Shri K. V. Ranga Reddy* : I beg to move :

“ That L. A. Bill XXXII of 1954, the Hyderabad Houses (Rent, Eviction and Lease) Control (Amendment) Bill 1954. be read a first time.

*Mr. Speaker* : Motion moved.

شری کے - وی - رنگاریڈی :- مسٹر اسپیکر سر - اصل قانون حال ہی میں پاس ہوا تھا اب جو ترمیمات میں پیش کر رہا ہوں وہ بعض متروکات واقع ہونے کی وجہ سے پیش کر رہا ہوں - اوس میں کچھ ٹائپ کی غلطیاں ہوئی تھیں - کچھ لکھنے میں ہوئی تھیں - اونکو دور کیا جا رہا ہے مطلب میں کوئی فرق نہیں ہے - دفعہ (۳۲) میں جو امینڈمنٹ میں پیش کر رہا ہوں وہ اس وجہ سے پیش کر رہا ہوں کہ دفعہ مذکور کے ضمن (۱) (۲) وغیرہ ترتیب وار درج نہیں کئے گئے تھے - صرف انکو ترتیب وار بنانے کے لئے یہ ترمیم لائی گئی ہے - اس سے مطلب میں کوئی فرق نہیں ہوتا - اس قانون کے پہلے جو حکم رنٹ کنٹرول تھا اوسکے تحت ایک زمانے سے عملیات ہو رہے تھے - وہ منسوخ ہو گیا - اسکی وجہ سے اس کے تحت جتنے عملیات ہوئے ہیں وہ ناقابل اعتراض قرار پائیں اس کے پیش نظر دفعہ (۳۲) کے احکام وضع کئے گئے تھے - لیکن ترتیب میں جو غلطی ہوئی تھی اوسکا سلسلہ ملانے کے لئے یہ ترمیم لائی گئی ہے - مطلب میں کوئی فرق نہیں ہوتا -

دوسری ترمیم ضمیمہ کے متعلق ہے - اوس میں قصبہ لاتور متروک ہو گیا تھا جو اس ضمیمہ میں شریک کیا گیا ہے - پہلے جب یہ قانون بنا تو اوس میں یہ قصبہ متروک ہو گیا تھا - اگرچہ قانون ہذا کے دفعہ (۱) کی رو سے حکومت جہاں کہیں مناسب سمجھے اس قانون کو نافذ کرسکتی ہے لیکن اسکو محدوداً نافذ کرنے کی وجہ سے اس سے پہلے کے حکم رنٹ کنٹرول کے تحت جو عملیات وہاں ہوئے تھے وہ جائز قرار نہیں

پائین گئے۔ اس لئے اس قصبہ کو ضمیمہ میں شریک کیا گیا ہے۔ دفعہ (۲۲) کی تاثیر کے لحاظ سے جس میں بیان کیا گیا ہے کہ سابقہ حکم رنٹ کنٹرول کے تحت جو عملیات ہوئے یا جن عہدہ داروں نے اختیارات استعمال کئے وہ جائز ہیں۔ چنانچہ اس امر کے پیش نظر کہ لاتور میں قبل ازیں حکم رنٹ کنٹرول کے تحت جو عملیات کئے گئے وہ بھی جائز قرار پائیں لاتور کو ضمیمہ میں شریک کرنے کی ضرورت ہوئی۔ اس سلسلہ میں بہت سے مقامات پر اس قانون کو نافذ کرنے کے متعلق ترمیمات آئی ہیں کپل میں بھی اس قانون کو نافذ کرنے کی خواہش کی گئی تھی میں اسکو صاف کر دینا چاہتا ہوں۔ کپل میں نافذ کیا گیا ہے۔ دفعہ (۱) میں یہ جزو تھا کہ ”یہ قانون قانون بنام نگرانی کرایہ اسکے بابتہ سنہ ۱۹۵۴ ع“ سے موسوم ہوسکیگا اور فوراً نافذ ہوگا اس کا اطلاق رقبہ جات مصرحہ ضمیمہ پر ہوگا۔ سرکار کو اختیار ہوگا جہاں اسکی ضرورت سمجھے بذریعہ اعلان نافذ کرے۔ لاتور جس کا ذکر میں نے کیا ہے وہاں جو سابقہ عملیات ہوئے ہیں اونکو جائز قرار دینے اور جن عہدہ داروں نے اون احکام کے تحت عمل کیا ہے اون پر کوئی ذمہ داری عائد نہ ہونے دینے کی خاطر اس قصبہ کو اس ضمیمہ میں شریک کیا گیا ہے۔ دفعہ (۱) کے تحت حکومت اس قانون کو جہاں چاہے وہاں وقتاً فوقتاً نافذ کرسکتی ہے۔ ان ہی دو ترمیمات کے لئے یہ بل پیش کیا گیا ہے۔ اس میں کسی کو اعتراض نہیں ہوسکتا۔ چونکہ میری ترمیمات سے مطلب میں کوئی فرق نہیں پڑتا اس لئے یہ مرممہ بل بحسنہ منظور ہونا چاہئے۔

\* شری جے۔ آند راؤ۔ اس سے پہلے ہاؤس ( رنٹ ایکشن اینڈ لیز ) کنٹرول بل مدون کیا گیا تھا اوس میں کچھ خامیاں تھیں اوس پر کافی بحث مباحث ہوئے۔ اور بالآخر یہ مان لیا گیا تھا کہ اس قانون کی وجہ سے کرایہ داروں کو بعض سہولتیں ملتی ہیں۔ یہ اختلاف ہوسکتا ہے کہ ہم جو سہولتیں چاہتے تھے وہ نہیں دی گئیں لیکن اس سے کچھ نہ کچھ فائدہ ضرور ہوا۔ حیدرآباد کے جن شہروں میں اس قانون کو نافذ کرنا چاہتے ہیں اوسکی ایک لمبی چوڑی فہرست دی گئی ہے۔ اس کی وجہ سے کرایہ داروں کو فائدہ پہونچےگا۔ لیکن ساتھ ہی ساتھ یہ بھی کہا جا رہا ہے کہ جو امٹمنٹس دیئے ہیں اونکو فی الحال انکلوڈ ( Include ) کرنے کی ضرورت نہیں میں سمجھتا ہوں کہ اس قانون سے صرف ان ہی دو چار شہروں کو استفادہ کا موقع نہیں ملنا چاہئے جن کا ذکر کیا گیا ہے بلکہ دوسرے تعلقات اور مقامات پر بھی اس کا اطلاق ہونا چاہئے۔ کیونکہ ہم دیکھ رہے ہیں کہ بعض تعلقات پر اور مستقر کے مقامات پر مکانوں کی قلت کی وجہ سے عوام کو تکلیف ہو رہی ہے۔ امیر طبقہ چھوٹے چھوٹے مکانات تعمیر کر کے کافی کرایہ لیتے ہیں۔ خصوصاً ضلع کریمنگر میں مکانات کا جو کرایہ ہے اور یہاں شہر میں جو کرایہ ہے اون دونوں میں کوئی فرق نہیں۔ دوکانات کے کرایوں میں فرق ہوسکتا ہے۔ کیونکہ حیدرآباد اور سکندراآباد اور نلکنڈہ اور کریمنگر میں بزنس کا لحاظ کرتے ہوئے کرایہ میں ضرور فرق ہے۔ لیکن

مکانوں کے کرایہ میں فرق نہیں ہے۔ یہاں تو نل اور لائٹ کی بھی سہولتیں ہیں۔ زیادہ طلبہ مستقر پر تعلیم حاصل کرنے کے لئے آنے کی وجہ سے ڈسٹرکٹس اور تعلقات میں مکانات کی بہت قلت ہو گئی ہے۔ ایک ہی مکان میں مالک مکان بھی رہتا ہے اور تین تین آدمیوں کو کرایہ پر بھی دیتا ہے۔ اسکی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ کالجس اور مدرسوں کے لئے جتنے ہاسٹلس کی ضرورت ہے وہ پوری نہیں ہے یہاں شہر میں ایک آدھ ہاسٹل ضرور ہے جو قابل لحاظ نہیں۔ ہرضلع میں ہاسٹلس کی ضرورت ہے۔ جو اسٹوڈنٹس پڑھنے کے لئے وہاں آتے ہیں اونہیں آٹھ آٹھ دس دس روپیہ کرایہ دینا پڑتا ہے۔ کرم نگر میں اسٹوڈنٹس جو کرایہ مکانات کا دیتے ہیں وہ حیدرآباد کے کرایہ سے بڑھکر ہے۔ تعلقہ سرسلہ اور جگتیاں کا بھی یہی حال ہے۔ کالجس میں پہلے کی بہ نسبت زیادہ طلبہ شریک ہو رہے ہیں۔ اس لئے اس قانون کو وہاں کے تعلقوں اور ضلعوں سے بھی لاگو کیا جانا چاہئے۔ دواخانوں میں بھی پیشکش (Patients)

کے لئے کافی انتظام نہ رہنے کی وجہ سے تکلیف ہوتی ہے۔ دیہات سے جو مریض آتے ہیں وہ خانگی مکانات میں ٹھہرنے پر مجبور ہوتے ہیں یہ چونکہ ایک ان اوآڈ ایبل (Unavoidable) چیز ہے اس لئے من مانے کرایہ لے رہے ہیں۔ دواخانوں میں مریضوں کو سہولتیں نہ ملنے کی وجہ سے وہ لوگ گھر گھر جوتیاں چٹخاتے پھر رہے ہیں۔ ہم اس سلسلہ میں بعد میں امینڈمنٹ بھی لارہے ہیں۔ کاماریڈی اور پدا پلی اور جگتیاں وغیرہ میں بھی یہی حال ہے۔ اس لئے ہر تعلقہ میں اس قانون کو نافذ کرنا چاہئے۔ ممکن ہے دو چار تعلقے ایسے ہوں جہاں زیادہ کرایہ نہ ہو۔ لیکن اس قانون کے وہاں لاگو کرنے سے کم از کم یہ تو ہوگا کہ مالکان مکان وہاں زیادہ کرایہ نہیں لے سکیں گے۔ اگر یہ نہیں ہو سکتا ہے تو کم از کم فی الحال ایسے مقامات پر جہاں میونسپالٹیز ہیں یعنی جہاں کی آبادی ۱۰ ہزار سے زیادہ ہے یا جو بزنس سنٹر ہے وہاں نافذ کیا جائے۔ میں سمجھتا ہوں کہ آنریبل ریویٹیو مسٹر میری سوچنا پر غور کریں گے۔

شری کے۔ وی۔ رنگا ریڈی :- اضلاع میں کرائے دن بدن بڑھ رہے ہیں اور مکانات نہیں مل رہے ہیں اس کے مد نظر یہ قانون بنایا گیا ہے۔ یہ صرف حیدر آباد سٹی کے لئے نہیں بنایا گیا ہے۔ آنریبل ممبر نے کرم نگر کی تمثیل دی ہے لیکن میں سمجھتا ہوں کہ انکی نظر ضمیمہ پر نہیں پڑی۔ یہ پورے اضلاع میں نافذ ہے اور اضلاع کے سوا ایسے تمام تعلقات میں بھی اس کو نافذ کیا گیا ہے جہاں مکانات کی قلت ہے اور کرایہ بڑھایا جا رہا ہے۔ اس کے باوجود دفعہ (۱) ضمن (۳) جس کو میں ابھی پڑھکر سنایا اوس کے تحت سرکار کو اس کا اختیار ہے کہ جہاں کہیں وقتاً فوقتاً ضرورت ہو نافذ کرے۔ میں پہلے عرض کرچکا ہوں کہ یہ قانون نافذ ہو کر عرصہ ہوا۔ اور اب جہاں کہیں بھی مکانات کی قلت ہے یا کرائے بڑھ رہے ہیں تو اس کو نافذ کریں گے۔ چنانچہ اس وقت میرے پاس سات آٹھ آبادیوں میں نافذ کرنے کی نسبت درخواستیں وصول ہوئی ہیں۔

میں نے کلکٹرس سے انفرمیشن منگوایا ہے وہاں سے جوابات آتے ہی اس قانون کو وہاں بھی نافذ کیا جائیگا۔ اس لئے ضمیمہ میں اب کسی آبادی کو شریک کرنے کی خواہش قبل از وقت ہے۔ ورنہ ویسے تو آپ ہر وقت اسکی خواہش کر سکتے ہیں اور اس وقت اس قانون کو وہاں نافذ کیا جاسکتا ہے لیکن ترمیم کر کے ہم نے لاٹور کو خاص طور پر اس لئے شریک کیا ہے کہ وہاں رنٹ کنٹرول آرڈر پہلے سے نافذ تھا اور اس کے تحت متعدد احکام دئے گئے تھے۔ اگر اب اس قانون کو لاٹور سے متعلق نہ کیا جائے تو گذشتہ دئے ہوئے احکام ختم ہو جائیں گے اور رنٹ کنٹرولر پر دعویٰ ہو سکیگا۔ ممکن ہے کہ اس پر فوجداری بھی کی جائے اس لئے خاص طور پر لاٹور کو اس میں رکھا گیا ہے۔ ورنہ کسی ضلع یا تعلقہ میں اس کو نافذ کرنا ہو تو اس کو اسمبلی میں پیش کرنے کی ضرورت نہ تھی۔ بلکہ دفعہ (۱) ضمن (۳) کے تحت سرکار کو کسی مقام پر بھی اس قانون کے نافذ کرنے کا اختیار تھا۔ اس لئے جیسی یہ ترمیم ہے۔ اس کو بجنسہ منظور کرنے کی میں معزز ممبران سے اپیل کرتا ہوں۔

**Mr. Speaker :** The Question is :

“That L. A. Bill No. XXXII of 1954, the Hyderabad Houses (Rent, Eviction and Lease) Control (Amendment) Bill, 1954, be read a first time ”

The motion was adopted.

**Shri K. V. Ranga Reddy :** I beg to move.

“That L. A. Bill No. XXXII of 1954, the Hyderabad Houses (Rent, Eviction and Lease) Control (Amendment) Bill 1954, be read a second time ”

**Mr. Speaker :** The Question is :

“That L. A. Bill No. XXXII of 1954, the Hyderabad Houses (Rent, Eviction and Lease) Control (Amendment) Bill 1954, be read a second time ”.

The motion was adopted.

*Clause 2.*

**Mr. Speaker :** The question is :

“That Clause 2 stand part of the Bill ”

The motion was adopted.

Clause 2 was added to the Bill.

Clause 3.

*Shri J. Anand Rao* : I beg to move :

“ That after line 39 add : “ 34. Peddapalli (Karimnagar District). 35. Jagtial (Karimnagar District). ”

*Mr. Speaker* : Amendment moved.

*Shri Ch. Venkatrama Rao* : I beg to move :

“ That line 47 add : “ 42. Koppal (Raichur District)  
43. Kamareddy (Nizamabad District). ”

*Mr. Speaker* : Amendment moved.

\* شری جے۔ آنند راؤ :- مسٹر اسپیکر سر۔ میں نے اپنی تقریر میں اس سے پہلے یہ وجہ بتلائی کہ تعلقہ کرم نگر۔ ہداپلی اور جگتیاں نہ صرف تعلقات کی تعریف میں آتے ہیں بلکہ یہ بڑے بزنس سنٹرس ہیں اور وہاں میونسپالٹیز بھی ہیں۔ آنریبل منسٹر کو یہ غلط فہمی نہ ہونا چاہیئے کہ پہلے وہاں قانون نافذ تھا لیکن اب نہیں ہے۔ میں نے پہلے بھی کرایوں کے تناسب کو بتلاتے ہوئے یہ کہا تھا کہ اضلاع کے مکانات کے کرایوں میں اور ان تعلقات کے مکانات کے کرایوں میں کوئی خاص فرق نہیں ہے۔ جیسا کہ آنریبل منسٹر نے فرمایا اس ایکٹ کو ہر اس مقام پر جہاں حکومت ضروری سمجھے نافذ کیا جاسکتا ہے۔ میں اس کو ولکم (Welcome) کرتا ہوں اور ساتھ ہی آنریبل منسٹر کو مبارکباد دیتا ہوں لیکن جہاں جہاں کرائے بڑھے ہوئے ہیں ان تمام مقامات کو یکے بعد دیگر یا ایک دم اس قانون کو وہاں بھی نافذ کرنا چاہیئے۔ لیکن فی الحال ان تین مقامات کو اس شیڈول میں شریک کر لیا جائے تو مناسب ہوگا کیونکہ وہ بڑے بزنس سنٹر ہیں۔ وہاں میونسپالٹیز ہیں۔ ضلع کے بعد ان تعلقات کو ترجیح دی جاتی ہے اور وہاں کرایوں میں اضافہ کی وجہ سے اسٹوڈنٹس۔ پیشمنس اور ڈل کلاس کے لوگوں کو دقت ہو رہی ہے۔ اس لئے آنریبل منسٹر کو میری ترمیم ماننے میں زیادہ اعتراض نہ ہونا چاہیئے۔

شری سی ایچ۔ وینکٹ رام راؤ :- اسپیکر سر۔ گزشتہ سشن میں جب یہ بل یا تھا اس وقت بھی میں نے ان سٹیز کو رکھا تھا۔ اس وقت کے منسٹر نے وعدہ کیا تھا کہ اس ضمن میں سوچ رہے ہیں۔ شائد میں بھول رہا ہوں تو آنریبل منسٹر فار کل گورنمنٹ اسکی پلیڈ کر رہے تھے۔ انہوں نے یہ وعدہ کیا تھا کہ اس میں کچھ سہل طے کر رہے ہیں اور گنجان آبادی والے مقامات پر اس کو لاگو کریں گے۔ لیکن اب اس کو اس وجہ سے نہیں مانا جاسکتا کہ فی الوقت ہائیکورٹ میں رٹ پیش ہے اس پر کچھ دقت ہو رہی ہے۔ اس طرح اپیل کرتے ہوئے انہوں نے ان سٹیز کو نہ رکھا۔

میں نے اس نقطہ نظر سے کہ حکومت اس پر سوچ رہی ہے اس کو واپس لے لیا۔ لیکن اب نہیں معلوم کہ آبادی کے پرنسپل پر رکھا جا رہا ہے یا بزنس سنٹرس میں اس کو لاگو کیا جا رہا ہے۔ لیکن یہ واقعہ ہے کہ یہ تعلقات بڑے بزنس سنٹر ہونے کے علاوہ وہاں کی آبادی بھی بہت بڑی ہوئی ہے۔ آنریبل لیڈر آف دی اپوزیشن کو کپل سے ایک وائر بھی آیا ہے۔ یہ کہا گیا ہے کہ جب سے رنٹ کنٹرول آرڈر ختم ہوا ہے لوگوں کو مکانات سے بیدخل کیا جا رہا ہے۔ میں نے سنا ہے کہ حکومت کے ایک منسٹر کے پاس بھی اسی قسم کا وائر آیا ہے۔ اس نقطہ نظر سے یہ ترمیم پیش کی گئی ہے اور اس سے پہلے بھی جگتیاں۔ ہداپلی۔ کپل اور کاماریڈی میں رنٹ کنٹرول آرڈر نافذ تھا۔ ان کو اب اس نئے بل میں چھوڑ دیا گیا ہے۔ جب ہم نے پہلے ہی امینڈمنٹ پیش کیا تھا تو اس وقت یہ کہا گیا تھا کہ ہم اس پر سوچ رہے ہیں لیکن کیا اب بھی حکومت اپنے وعدہ سے بھر جائیگی اور ان بڑے بزنس سنٹرس کو اس شیڈول (Schedule) میں شامل نہ کریگی۔

اس کے علاوہ ابھی منسٹر صاحب فرما رہے تھے کہ میں نے کلکٹرس کو لکھا ہے اور جیسے ہی جواب آئیگا اون مقامات کو بھی اس میں انکلوڈ کریں گے۔ میں آنریبل منسٹر صاحب سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا کلکٹری انفرمیشن کا سورس (Source) ہے۔ ہم مناسب سرجیشنس دیتے ہیں تو انہیں کیوں قبول نہیں کیا جاتا کیا کلکٹرس سے جوابات نہیں آئیں گے تو ان مقامات کو شریک نہیں کریں گے۔ اگر آپ کلکٹرس کے جوابات ہی کو صحیح مانتے ہیں تو اون سے پہلے ہی مشورہ کرنا تھا اور ان مقامات کو اس میں شریک کرتے ہوئے یہ قانون پیش کرنا تھا۔ اس لئے میں حکومت سے اور ایوان سے یہ گزارش کرتا ہوں کہ ان مقامات کو شریک کرنے کی ضرورت ہے۔

شری اناجی راؤ گوانے :- اسپیکر سر۔ جو امینڈمنٹ آنریبل ممبر جے۔ آئند راؤ نے پیش کیا ہے اس میں امینڈمنٹ ٹو امینڈمنٹ کے طور پر بسمت نگر اور مانوت کا اضافہ کرنا چاہتا ہوں۔

**Mr. Speaker :** Amendment to amendment moved.

شری جے۔ آئند راؤ :- میں اس کو قبول کرتا ہوں۔

\* شری انا جی راؤ گوانے :- میں نے جو دو ٹاؤنس (Towns) کا اضافہ کیا ہے اسکے پیچھے یہ وجہ ہے کہ ان دونوں کی پاپولیشن (Population) ۱۸ تا ۲۰ ہزار کی ہے۔ یہ دونوں بڑے بزنس سنٹرس ہیں جہاں کلاں کا بہت بیوپار ہوتا ہے۔ یہاں موز وغیرہ بھی زیادہ ہوتا ہے اور اسکے علاوہ یہاں میونسپالٹیز بھی ہیں، میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ آنریبل منسٹر نے جو اصول اس کلاز کے تحت رکھا ہے وہ صاف نہیں ہے۔ کیونکہ پورنا جہاں کی آبادی نسبتاً کم ہے اور جو اتنا بڑا بزنس سنٹر



भी नहीं है। असको तो اس میں شامل کیا گیا ہے لیکن بڑے بڑے شہروں کو نظر انداز کیا گیا ہے۔ وہاں مکانات کے لئے جھگڑے ہوا کرتے ہیں اور کرایے بھی بڑھے ہوئے ہیں۔ جب بڑے سٹیز (Cities) کے لئے جو بزنس سنٹرس ہیں اور جہاں کی پاپولیشن زیادہ ہے ان کے لئے یہ قانون بنایا گیا ہے تو میں نہیں سمجھتا کہ ان مقامات کو چھوڑنے کی کوئی وجہ ہو سکتی ہے۔ اسلئے میں آرہیل منسٹر سے رکوسٹ (Request) کرونگا کہ وہاں کے لوگوں کو بھی اس قانون کا فائدہ دینے کے لئے انکو شیڈول میں شریک کر لیا جائے۔

श्री. व्ही. डी. देशपांडे:—अध्यक्ष महोदय, श्री. सी. अंच. वेंकटरामराव साहब ने जो अमेंड-मेंट पेश की है उसमें मैं अमेंडमेंट टू अमेंडमेंट के तौर पर दो गांवों का और बिजाफा करना चाहता हूँ। वे दो गांव हैं अमरगा और अमरी।

*Mr. Speaker : Amendment to Amendment moved.*

شری سی ایچ۔ - وینکٹ رام :- میں امینڈمنٹ ٹو امینڈمنٹ قبول کرتا ہوں۔

\*श्री. व्ही. डी. देशपांडे:—अमरगा अस्मानाबाद, और अमरी नांदेड जिले में आता है। जिन दो नामों का मैं बिजाफा करना चाहता हूँ।

पहले मुझे यह अर्ज करना है कि जब जिस अक्ट के सिलसिले में हाउस में बहस हो रही थी उस वक्त कहा गया था कि लातूर को रखा नहीं गया है, बाद में हम अिन्क्लूड करेंगे। उस वक्त ऑनरेबल मिनिस्टर साहब ने दलील पेश की थी कि हम को हक है जिसलिये हम उसको कभी भी अिन्क्लूड कर सकते हैं, अभी अिन्क्लूड करने की जरूरत नहीं है। कम से कम आज वे कबूल कर रहे हैं कि उसी वक्त अिन्क्लूड करना चाहिये था क्योंकि जिसके पहिले से वहां कंट्रोल अैक्ट लागू हुआ है। और जो कुछ हुकूक अुनको मिले थे अुनको कायम रखने के लिये जिसकी जरूरत थी। जिसके लिये वहां के व्यापारियों ने भी रिप्रेजेंटेशन किया। मेरे पास अुनके टेलिग्रांम्स आये थे, और मैंने अुनकी नुमायिदगी भी की। मैंने आपके डिपार्टमेंट को भी उसके बारे में लिखा था। लातूर जितना बड़ा शहर होने पर भी उसको कैसे अिन्क्लूड नहीं किया गया यह अेक बड़े आश्चर्य की बात है। हमारे प्रदेश में जितने व्यापारी सेंटर्स हैं अुनमें लातूर को नहीं भुलाया जा सकता। लेकिन जिस अैक्ट में उसको कैसे भुलाया गया मालूम नहीं। यह कोअी सेहवन चीज थी या ज्ञान-बूझकर की गयी थी यह नहीं कहा जा सकता। खैर गलती तो हुअी। और अब जिसको अिन्क्लूड किया जा रहा है। कोप्पल के सिलसिले में भी हुकूमत ने नोटिफिकेशन जारी कर के उसकी कीमत मान ली है। जिसके बारे में भी मेरे पास टेलीग्रांम्स आये हैं और कोअी वजह नहीं है कि जिस लिस्ट में उसको अिन्क्लूड न किया जाय। आज के खास हालात में, बिजिनेस बढ़ने की वजह से या म्युनिसिपालिटीज शहरों में होने की वजह से या जगह जगह पर डेव्हलपमेंट शुरू होने की वजह से कुछ मुकामात को अहमियत आ रही है। अुमरगे में अेक प्राइव्हेट हायस्कूल है और डेव्हलपमेंट के सिलसिले में भी कुछ आमेला है। जिस वजह से व्हॉ के रेंट्स भी बढ़ रहे हैं और मकानात मिलना मुश्किल हो रहा है। अुमरी कपास का सेंटर है। वहां पर भी अ्ही दिक्कत महसूस की जा रही है। जिन चीजों का खयाल रखा जाय तो आज की लिस्ट में अुव नामोंका बिजाफा करना जरूरी है।

परभनी के अेक ऑनरेबल मेंबर ने बस्मतनगर और मानवत के बारे में जो कहा उसकी मैं ताओद करता हूं। उन जगहों पर जाने का मुझे मौका मिला है। वहां पर घरों की किल्लत है और किराये बढ़ने की वजह से लोगों को दिक्कतों का मुकाबला करना पड़ रहा है। जिन तमम चीजों की वजह से लिस्ट को बढ़ाने में ऑनरेबल मूव्हर साहब को अंतराज नहीं होना चाहिये। क.मारेड्डी के सिलसिले में मुझे कहना है कि वह भी अेक बड़ा सेंटर होते हुअे भी उसको किस तरह से भुलाया गया। खास तौर पर दवाखाने से उसकी जो अहमियत है उसको देखते हुअे लिस्ट में उसको अिन्कलूड किया जाना चाहिये।

شری کے۔ وی۔ رنگا ریڈی :- اسپیکر سر۔ قانون کس مقام پر نافذ کرنا چاہئے اس کے لئے بڑی آبادی یا چھوٹی آبادی کو دیکھ کر تصفیہ نہیں کیا جاتا۔ یہ قانون اس مقام پر نافذ کیا جائیگا جہاں مکانات کی قلت ہے اور روز بروز کرائے بڑھتے جا رہے ہیں خواہ وہاں آبادی کم ہو یا زیادہ۔ میں تو یہ دیکھ رہا ہوں کہ یہ قانون اس وقت جو حیدرآباد میں نافذ ہے اسکو بھی ختم کرنے کی ضرورت تو نہیں ہے کیونکہ دو چار مہینے پہلے جس ملگی کا کرایہ ۴ روپیے تھا اسکو ۳۰ کر دیا گیا ہے اور اوسکے بعد ۳ روپیے کر دیا گیا۔ اوسکے بعد ۲۰ بلکہ ۲ کر دیا گیا ہے۔

شری. وئی. ڈی. देशपांडे :- क्या यह मलगी आनरेबल मिनिस्टर साहब की है ?

شری کے۔ وی۔ رنگا ریڈی :- ہاں ہاں میرے بھی ہیں اسلئے میں باوثوق طور پر کہہ رہا ہوں اور دوسرے بہت سے لوگوں کے بھی جانتا ہوں۔ میرے اگر ہیں تو آپکو بہت زیادہ اطمینان ہوگا کیونکہ میرے کہنے میں زیادہ صداقت ہے۔ پہلے مکانات کہیں نہیں ملتے تھے لیکن آج ”ٹولٹ“ (To let) کی تختیاں نظر آتی ہیں۔ اضلاع کے تعلق سے جہاں کہیں اس قانون کی ضرورت محسوس کی جائے اسکو نافذ کیا جائیگا۔ چند صاحبان نے چند مقامات کا ذکر کیا ہے۔ میں ان مقامات کے کلکٹرس سے دریافت کیا ہوں۔ ایک آئرلینڈ میں نے یہ اعتراض بھی کیا کہ کیا کلکٹر کی رائے سے ہماری رائے زیادہ مرجح نہیں ہے۔ محل وقوع کے لحاظ سے مرجح ہو اگر حق ہے ہر وقت نہیں۔ یہاں ہم اسمبلی میں دیکھتے ہیں کہ ۹۴ ممبر ایک طرف اور پچاس ممبرس دوسری طرف ہوں تو اوس ایک ممبر کی رائے کی وجہ سے پچاس کی رائے کو کایاب کرنا پڑتا ہے۔ ۹۴ ممبروں کی رائے کو نظر انداز کرنا پڑتا ہے۔ برخلاف اسکے ایک کلکٹر کہتا ہے کہ یہاں مکانات کی قلت ہے تو ہمیں ماننا پڑیگا۔ وہاں کے دو تین لوگوں کی رائے کو دیکھنے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ اگر کلکٹر صحیح تحقیقات کر کے رپورٹ دے تو ہمیں اسی کی رائے کو صحیح ماننا پڑتا ہے۔

دوسرے یہ کہ یوں تو ہم اسکو پورے ملک میں نافذ کرتے لیکن اخراجات کا سوال ہے۔ ہر کلکٹر یا ڈپٹی کلکٹر اس قانون کے تحت تصفیہ نہیں کر سکتے بلکہ انحصال کا جو عہدہ دار تجربہ رکھتے ہیں انکو وہاں رکھنا پڑیگا۔ اسلئے مجبوری ہے۔ لیکن

جہاں ضرورت ہے وہاں خود آنریبل ممبرس بتلائیں یا کلکٹر چلائے یا وہاں کے لوگوں کی طرف سے رپریزنٹیشنس (Representation) آئے جیسا کہ میں نے عرض کیا ہے کہ جگیتال ہداپلی وغیرہ سے رپریزنٹیشنس آئے ہیں تو وہاں نافذ کیا جائیگا۔ لیکن میں نے فی الحال کلکٹر سے رپورٹ منگوائی ہے تاکہ یہ معلوم ہو کہ وہاں اس قانون کو نافذ کرنے کی ضرورت ہے یا نہیں۔

یہ کہا گیا ہے کہ لاتور کی تو اتنی بڑی آبادی ہے پھر اسکو کیوں متروک کیا گیا؟ تو میں پہلے ہی عرض کرچکا ہوں کہ جب ہم یہ قانون بنا رہے تھے تو حکم رنٹ کنٹرول کے پورے مقامات کو اس میں درج کرنا چاہئے تھا لیکن کاتب کی غلطی سے یہ متروک ہو گیا تھا۔ میں نے اسکو وجوہ و فحوا میں بھی بتلایا ہے۔ اسلئے وہاں اسکو اب نافذ کر رہے ہیں۔ نیز یہ کہ کرایہ بھی بڑھ رہا ہے۔ لیکن دوسرے مقامات کی حد تک میرا یہ خیال ہے کہ وہاں اسکو نافذ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ لیکن پھر بھی جہاں کہیں بعد میں ضرورت محسوس ہو وہاں دفعہ ۱ ضمن (۳) کے تحت ہم اوس مقام میں بھی نافذ کریں گے۔ لیکن فی الحال ان ہی مقامات کو ضمیمہ میں رکھا گیا ہے جہاں پہلے رنٹ کنٹرول آرڈر نافذ تھا ورنہ کنٹرولر پر مقدمات چلائے جاسکتے ہیں اور ہرجہ کی نالاش ہو سکتی ہے۔ لہذا وہاں جو احکامات دیئے گئے تھے انکو جائز رکھنے کے لئے یہ قانون لازماً اون مقامات پر نافذ کرنے کی ضرورت ہے۔ لیکن میں آنریبل ممبرس کو یقین دلانا چاہتا ہوں کہ جہاں جہاں وہ خواہش کریں گے اس قانون کو نافذ کیا جائیگا۔ اسلئے ضمیمہ میں جو ترمیمات پیش کی گئی ہیں انکو واپس لیا جائے اور میں نے جو ترمیم پیش کی ہے اسکو بحسنہ منظور کیا جائے۔

مسٹر اسپیکر:— تو پھر اس امندمنٹ کو ووٹ پر رکھا جائیگا۔

شری جے۔ آنند راؤ:— میں سمجھتا ہوں کہ مسٹر صاحب کے وشواس دلانے کے بعد اسکو ووٹ پر رکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں اسکو وٹھ ڈرا کرتا ہوں۔

I beg leave of the House to withdraw my amendment.

The amendment was, by leave of the House, withdrawn.

Shri Ch. Venkatrama Rao : I beg leave of the House to withdraw my amendment.

The amendment was, by leave of the House, withdrawn.

Mr. Speaker : The question is :

“ That Clause 3, with the schedule stand part of the Bill ”.

The motion was adopted.

Clause 3, with the schedule, was added to the Bill.

*Mr. Speaker* : The question is :

“ That the Short Title, Extent Commencement and Preamble stand part of the Bill ”.

The motion was adopted.

The Short Title, Extent Commencement and Preamble were added to the Bill.

*Shri K. V. Ranga Reddy* : Sir, I beg to move :

“ That L. A. Bill No. XXXII of 1954, the Hyderabad Houses (Rent, Eviction and Lease) Control (Amendment) Bill, 1954, be read a third time and passed ”.

*Mr. Speaker* : Motion moved:

श्री. व्ही. डी. देशपांडे :—मिस्टर स्पीकर सर, थर्ड रीडिंग के वक्त मुझे बोलने की जरूरत नहीं थी लेकिन ऑनरेबल मिनिस्टर साहब ने जो नया ख़तान बताया उसकी वजह से कुछ शुबहात पैदा हुई। उन्होंने कहा कि हैदराबाद में उनके घर हैं और दूसरे लोगों के भी घर हैं। उनके किराये कम हो रहे हैं और ‘टु लेट’ के बोर्ड बढ रहे हैं। बड़े बड़े बंगलों की हद तक ऐसा तज़रबा उनको होगा। लेकिन उससे अगर हम जिस नतीजे पर पहुंचे कि आम तौर पर किराये कम हो रहे हैं या मकानात की दिक्कत कम हो रही है तो वह मेरे ख़्याल से गलत है। हैदराबाद और सिकंदराबाद के जो मुतवस्सत और गरीब तबके के लोग हैं उनको मकानात की तकलीफ है। सी. आय.बी. क्वार्टर्स हासिल करने के लिये सैंकड़ों की तादाद में दरखास्तें आफिस में पहुंची हैं। लोगों की शिकायत है कि सीरियल ऑर्डर में जो मकानात मिलने चाहिये वह नहीं मिल रहे हैं। दो तीन साल से दरखास्तें दी गयी हैं लेकिन सीरियल ऑर्डर के मुताबिक मकानात नहीं दिये जा रहे हैं। जिससे साफ जाहिर होता है कि कम आमदनीवाला जो तबका है उसके लिये मकानात की किल्लत जैसे पहले थी वैसे ही आज भी है। मैं हुकूमत से कहूंगा कि किसी अजलत से ऐसा कदम न उठाया जाय जिससे मुतवस्सत तबका परेशानी में पड जाय। कुछ अफसरों से मैंने सुना है कि — ऑनरेबल मिनिस्टर साहब के डिपार्टमेंट में जाने का मुझे मौका आया तो उसवक्त उन्होंने कहा कि क्या ऐसावक्त नहीं आया है कि रेंट कंट्रोल को खतम किया जाय जब कि खास तौर पर अनाज का कंट्रोल भी हटाया गया है? मैं कहूंगा कि रेंट कंट्रोल को हटाना आज के हालात में मुनासिब नहीं होगा। अभी हाउसिंग स्कीम फाइव अियर प्लान के तहत निकली है वह किस हद तक कामियाब होगी वह आज हम नहीं जान सकते। मुतवस्सत तबके के लिये घरों का ज़िन्तजाम नहीं किया जा रहा है। जितना ही नहीं बल्कि उसके लिये जितनी रकम खर्च करनी चाहिये वह भी खर्च नहीं की जाती। सेंट्रल गव्हर्नमेंट से लाखों रुपये की रकम हैदराबाद हुकूमत को मिली थी उसको भी ज़िस्तेमाल नहीं किया गया। अभी कुछ दिन पहले बेलोडी साहब हैदराबाद में आये थे तो उन्होंने कहा कि लाखों रुपये सेंटर ने हैदराबाद की हुकूमत को

दिये लेकिन उनको उन्होंने जिस्तेमाल नहीं किया तो हम क्या कर सकते हैं? मुतवस्सत तबके को जो तकलीफ हो रही है और आज के जो हालात हैं उनको मदेनजर रखते हुये आज और आयेदा कुछ साल तक रेंट कंट्रोल को निकालना नामुनासिब होगा। वह निकाला नहीं जा सकता। उन्होंने कहा कि हालात का लिहाज कर के अलग अलग मुकामात को इस लिस्ट में इन्क्लूड किया जायगा और इसी आश्वासन की वजह से हमारी तरफ से अमेंडमेंट विथड्रा किये गये हैं। उन्होंने कल जाहिर किया था कि के. व्ही. रंगा रेड्डी असा आदमी है कि जो कि दिल में रखता है वही बोलता है और जो बोलता है वह करता है। यह जो उनका अलान था उसको मदेनजर रखते हुये हमने सोचा कि जो भी उन्होंने इस सिलसिले में आश्वासन दिया है वह दिल से दिया है और उसको वह जरूर करेंगे। मैं अुम्मीद करता हूं कि जिस चीज को साफ साफ ध्यान में रखते हुये थर्ड रीडिंग के वक्त इसकी तामीद करने में मुझे कोअी अंतराज नहीं है।

شری کے - وی - رنگا ریڈی :- مسٹر اسپیکر سر - میں نے کبھی یہ نہیں کہا کہ حیدرآباد میں رنٹ کنٹرول برخاست کرنا چاہئے - رنٹ کنٹرول کو نافذ کرنے کی کیوں ضرورت ہوئی یہ بتانے کے لئے میں نے کہا تھا کہ جہاں کی آبادی زیادہ ہوتی ہے وہاں عموماً نافذ کرنا پڑتا ہے - حیدرآباد کی آبادی حیدرآباد اسٹیٹ میں سب سے زیادہ ہونے کے باوجود ہم دیکھتے ہیں کہ مکانات خالی ہوتے ہیں اور کرایہ داروں کی ضرورت ہوتی ہے - ہمارا ارادہ یہ نہیں ہے کہ ہم رنٹ کنٹرول کو برخاست کریں - ہم اسکو اس وقت تک برخاست نہیں کریں گے جب تک کہ خود معزز ارکان اس کے برخاست کرنے کی خواہش نہ کریں - جیسا کہ ابھی کہا کہ میں جو کہتا ہوں وہی کرتا ہوں آپ دیکھیں گے کہ ویسا ہی ہوگا - میں جو کہ رہا ہوں وہ کرونگا - آنریبل ممبر نے کہا کہ سرکاری حلقوں سے یہ بات انہیں معلوم ہوئی ہے - میں انکو یقین دلاتا ہوں کہ یہ باتیں سرکاری حلقوں سے نہیں نکلی ہیں - میں پھر یقین دلاتا ہوں کہ یہاں سے رنٹ کنٹرول ابھی برخاست نہیں کیا جائیگا -

Mr. Speaker : The question is :

"That L. A. Bill No. XXXII of 1954, the Hyderabad Houses (Rent, Eviction and Lease) Control (Amendment Bill, 1954, be read a third time and passed."

The motion was adopted.

L. A. Bill No. XXXVIII of 1954, the Hyderabad General Sales Tax (Second Amendment) Bill, 1954

Shri V. K. Koratkar : I beg to move :

"That L. A. Bill No. XXXVIII of 1954, the Hyderabad General Sales Tax (Second Amendment) Bill, 1954, be read a first time."

**Mr. Speaker :** Motion moved.

श्री. वि. के. कोरटकर :—मिस्टर स्पीकर सर, मैं जो सेल्स टैक्स अमेंडमेंट बिल पेश करने के लिये यहां खड़ा हुआ हूं, वह अजीब व गरीब हालात के तहत खड़ा हुआ हूं। मैं नहीं कह सकता कि जिस बिल को मैं बहुत जुल्माह के साथ पेश कर रहा हूं या मैं किसी बहुत बड़ी रिफॉर्म को, या ऐसी ही चीज को ला रहा हूं। लेकिन अतना जरूर कहना चाहता हूं कि कुछ ऐसे जरूरी हालात आ गये जिनके तहत जिस बिल को लाने के लिये एक तरह से मैं मजबूर हो गया। जिस वक्त मैंने बजट पेश किया था उस दिन मे असेम्बली में और बाहर भी ऐसे लोगों की तरफ से जो काश्तकारों के नुमाजिदें हैं और जो जिस तरह की अन्स्टीट्युशन्स में काम करते हैं, और साहूकारों में अटरेस्ट रखते हैं, सरचार्ज के बारे में बहुत मुस्लाफि आवाज उठायी जा रही थी। उसका कारण भी था। सरचार्ज हमने जब जारी किया उस वक्त बहुत सी चीजों के भाव कंट्रोल होने पर भी मार्केट में बहुत ज्यादा थे। ये भाव जैसे जैसे बढ़ते गये वैसे वैसे सरचार्ज में भी अजिजाफा होता रहा। बहुत से चीजों पर तीन रुपये से लेकर पांच और सात रुपये तक फी पल्ला सरचार्ज लगाया जाता रहा। उन चीजों की लिस्ट मेरे पास है। ऑनरेबल मेंबर्स भी उसको जानते ही होंगे। और अगर जरूरत हुयी तो वह पूरी लिस्ट मैं पढ़कर बता सकता हूं, लेकिन मैं नहीं समझता कि उसकी जरूरत महसूस होगी।

श्री. व्ही. डी. देशपांडे :—बेहतर है कि आप पढ़ कर बतायें।

श्री. वि. के. कोरटकर :—आपने शायद यह समझा कि मैं लिस्ट नहीं लाया हूं। जिन पर सरचार्ज लागू था उनकी लिस्ट जिस तरह से है। एक बात याद रखनी चाहिये कि ये सब भाव फी पल्ला हैं।

Commodity			Rate per palla		
			I.G. Rs. a. p.		
Groundnut oil	..	..	..	3	5 3
Castor oil	..	..	..	3	5 3
Linseed oil	..	..	..	7	3 6
Castor seed	..	..	..	2	14 6
Linseed	..	..	..	2	14 6
Cotton seed	..	..	..	5	2 6
Rapeseed	..	..	..	0	10 6
Groundnuts	..	..	..	2	14 6
Til seed	..	..	..	0	10 6
Karad ..	..	..	..	0	10 6
Tuwar ..	..	..	..	5	2 6
Urad ..	..	..	..	5	2 6
Moong ..	..	..	..	5	2 6
Masur ..	..	..	..	5	2 6
Lac ..	..	..	..	5	2 6
Kulthi ..	..	..	..	0	10 6
Kapas ..	..	..	..	3	7 0
Husk, Tur & Moong	..	..	..	5	2 6
Chunni Tuwar	..	..	..	5	2 6
Chunni Urad	..	..	..	1	11 6
Tamarind	..	..	..	0	10 6
Husk Urad	..	..	..	0	10 6
Chunni ..	..	..	..	0	10 6
Miscellaneous	..	..	..	0	10 6

रुबर पड़े तो मैं यह लिस्ट आपको दे सकता हूँ।

मैं यह कह रहा था कि यह सरचार्ज पर पल्ला लगाया गया था। अडेवलोरम ड्यूटी (भाव के अनुसार) नहीं थी। जिसका नतीजा यह हुआ कि जैसे जैसे भाव पिछले दो साल में घटते गये पर पल्ला रहने की वजह से लोगों को तकलीफ महसूस हुयी, और जिसकी वजह से साहूकार, व्यापारी और खास कर सीमावर्ती जिलों के जो काश्तकार हैं उनमें अक तरह का आंदोलन शुरू हुआ कि सरचार्ज कम होना चाहिये। हमने उस आंदोलन को न्यायसंगत समझा क्योंकि जो ड्यूटी बढ़ते हुये भाव के वक्त लगायी गयी थी वह गिरते हुये भाव के वक्त गिरना लाजमी था। लेकिन हमारे सामने अक कान्स्टीट्यूशनल तकलीफ यह आयी कि अगर मैं सरचार्ज कम करने के लिये कोयी प्रस्ताव रखूँ तो केंद्रीय सरकार के साथ फेडरल इंटिग्रेशन (Federal Integration) के वक्त जो मुहाविदा हुआ था कि कस्टम्स और सरचार्ज हम और चार साल तक रख सकते हैं और जिसलिये जिस साल के लिये अक और मौका हमें मिलना चाहिये, उसकी खिलाफतजी हो जाती। जिसलिये

में कोजी तरमीम भी पेश करना चाहता तो न कर सकता। लेकिन जिसको निकाल देना लाजमी था। या तो सरचार्ज वैसा का वैसा अंक साल तक रहे या उसको पूरी तरह निकाल दिया जाय यह दो सूरतें थीं। जिसके साथ साथ कुछ चीजों पर पांच रुपये सेकंडा कस्टम था।

जिस सम्बन्ध से अंक बात बताना मुनासिब समझता हूं कि हमारे यहां जो चीजें हैं वह तीन तरह की हैं। कुछ चीजें ऐसी हैं जिन पर जिस वक्त हम सरचार्ज, सेल्स टैक्स और कस्टम्स तीनों लेते हैं। कुछ चीजें ऐसी हैं जिन पर सरचार्ज और कस्टम ही लेते हैं। और इनके सिवा जो बाकी चीजें रह जाती हैं उन पर सिर्फ कस्टम लेते हैं। अगर उन चीजों की लिस्ट भी पढकर सुनाना आप जरूरी समझते हैं तो सुनाता हूं

श्री. व्ही. डी. देशपांडे :—जरूरी समझते हैं।

श्री. वि. के. कोरटकर :—आप कोजी खडे नहीं हुये तो मैंने समझा की आप जरूरी नहीं समझते हैं। खैर मैं आपको वह लिस्ट पढकर सुनाता हूं जिसपर सरचार्ज, कस्टम और सेल्स टैक्स तीनों-तरह के टैक्स लिये जाते हैं। राँ कॉटन, कॉटन सीड्स, ग्राउंडनट, तिल सीड्स, करड, कॉटन, विजिटेबल ऑयिल और बाकी २९ चीजें ऐसी हैं जिसमें पहले के आठ भी शामिल हैं जिस पर सिर्फ कस्टम और सरचार्ज लिया जाता है। जिसमें पल्सेस में तूवर, अुडीद, मूंग मसूर, कुलथी, चुनी, अुडद, चुनी, तूवर, तूवर हस्क, मूंग हस्क, अुडद हस्क, चुनी मूंग, सब तरह की चुनी, लोभा, बलार बटाना, मटकी, जिमली, ड्राय चीली, राबी कॅस्टर ऑयिल, लिनसीड ऑयिल, कॅस्टर सीड्स, लिन सीड्स, रेप सीड्स, लाख, ऐसी कुल २९ चीजें जिस लिस्ट में आती हैं। बाकी जितनी चीजें रहती हैं उनकी लिस्ट पढने की जरूरत नहीं है।

श्री. व्ही. डी. देशपांडे :—सरचार्ज जो रखा गया था वह अॅडवेलोरम (Ad valorem) क्यों नहीं रखा गया? उसे पल्ले पर क्यों रखा गया?

श्री. वि. के. कोरटकर :—सरचार्ज सिर्फ जिन चीजों पर से हटाया जाय तो उसके लिये गव्हर्नमेंट ऑफ विडिया तैयार नहीं थी।

श्री. व्ही. डी. देशपांडे :—यह जो सरचार्ज था वह पल्ले पर रखने के पीछे क्या प्रिन्सिपल था?

श्री. वि. के. कोरटकर :—जिसके पीछे प्रिन्सिपल क्या था यह तो आज मैं नहीं बता सकता हूं। क्योंकि यह बहुत पहले से रखा गया है। लेकिन अितना तो मैं बता सकता हूं कि अॅडवेलोरम ( Ad valorem ) भावके अनुसार रखने में काफी मुश्किलता थी। वह जमाना वैसा था जब की चीजों के भाव काफी बढ रहे थे। और कंट्रोल के भाव में और खुले बाजार के भाव में काफी तफावत थी। उस जमाने में प्राजिसेस बढ रहे थे। शायद जिस लिये उस वक्त की सरकार ने सोचा होगा कि अॅडवेलोरम रखने के बजाय यदि पर पल्ला रखा जाय तो मुनासिब होगा। लेकिन उन्होंने किस वजह से यह रखा था इसका पूरा जवाब तो मैं आज नहीं दे सकता हूं। क्योंकि उस वक्त की हुक्मत भी आज नहीं रही और उसका जवाब देने के लिये यहां कोजी नहीं रहा है।



हमने यह तसफिया किया कि हमें जल्द से जल्द कस्टम और सरचार्ज को हटाना पड़ेगा। और जिससे जो नुकसान होगा वह सेल्स टैक्स लग कर पूरा करना होगा। और ऐसी हालत में सेल्स टैक्स का बढ़ना जरूरी हो जाता है। गव्हर्नमेंट ने तसफिया किया है कि जिन चीजों पर आजतक कस्टम्स और सरचार्ज लिया जाता है उसे पहली अक्टूबर से पूरी तरह हटाया जाये, और कुछ चीजों पर सेल्स टैक्स लगाकर जिस कमी को पूरा किया जाये। बहुत दिनों से जनता की यह एक बड़ी मांग थी कि हमारे यहां से कस्टम्स को जितनी जल्दी हो सके हटाना चाहिये। उस मांग को आज पूरा किया जा रहा है। और अब वक्त भी ऐसा आया है कि अब कोअर कस्टम्स हमारे यहां नहीं रखे जा सकेंगे। पिछले साल गव्हर्नमेंट ऑफ इंडिया को विनंती की गयी थी कि जिसे और एक साल के लिये रखा जाय और उस विनंती पर ही जिसे एक साल के लिये रखा गया था। जिस तरह का मुहायदा कोअर बिस्ते स्टेट से किया गया था ऐसी बात नहीं है। जो पार्ट 'बी' स्टेट्स हैं जैसे की राजस्थान, सौराष्ट्र मध्यभारत, जिनमें भी कस्टम्स और सरचार्जेंस दोनो लिये जाया करते थे। उन सभी से पांच साल के लिये यानी सन १९५५ के आखीर तक के लिये गव्हर्नमेंट ऑफ इंडियाने मुहायदा किया था कि उस समय तक कस्टम्स और सरचार्जेंस उन स्टेटों में लिये जा सकते हैं लेकिन बाद में नहीं लिये जायेंगे। और कौन्स्टिट्यूशन में भी जिस तरह का कोअर गुंजायश नहीं था कि एक ही देश के अलग अलग स्टेटों के बीच कस्टम रखा जाय। यह रायज नहीं रखी जा सकती। जिसके बारे में गव्हर्नमेंट ऑफ इंडिया से काफी गुफतगु हुअी। उनका कहना था कि परों इंडिया में दो स्टेटों में जिस तरह के बैरियर नहीं रह सकते हैं और सबको परी ट्रेड का मौका मिलना चाहिये। यह बैरियर्स जो आज मौजूद हैं उन्हें तो निकालना ही पड़ेगा और दूसरे जो हिंदुस्तान के स्टेट हैं उनके बराबर जिन स्टेटों को लाना पड़ेगा असा गव्हर्नमेंट ऑफ इंडिया का आग्रह था। जिसकी वजह से जो कमी हुअी उसको पूरा करने के लिये जिस सेल्स टैक्स को लगाने का प्रस्ताव लेकर आना पडा। चूंकि यह प्रस्ताव और एसेन्शियल गुड्स ( Essential goods ) पर सेल्स टैक्स लगाने का प्रस्ताव था जिस लिये उसे गव्हर्नमेंट ऑफ इंडिया की बिजाजत लेना जरूरी था। और हमने यह प्रपोजल उनके सामने रखा। हैदराबाद की तरफ से यह जो प्रपोजल रखा गया वैसा ही प्रपोजल दूसरे पार्ट 'बी' स्टेटों ने भी रखा है। मुझें मालूम है कि राजस्थान ने भी जिस तरह का ही प्रपोजल रखा है। हैदराबाद सरकार को सेंटर की तरफ से बिजाजत दी गयी कि जिस तरह का सेल्स टैक्स हम रख सकते हैं। लेकिन यह कहा गया कि कस्टम्स और सरचार्ज हटा कर जितना नुकसान होनेवाला है उसी हदतक यह सेल्स टैक्स बढ़ाया जा सकता है। राजस्थान को भी जिस तरह की बिजाजत दी गयी। यह बिल यहां पर थोडे पहले लाना पडा। जिसकी वजह यह है कि हमारे यहां पर कस्टम्स के साथ साथ सरचार्ज भी है। यह जो ड्यूटीज हमारे पास थीं वह परपल्ला थीं। लेकिन अनाज की पहले जो कीमतें थीं वह आज नहीं रहीं हैं, और अब अनाज पर से कंट्रोल भी हटाया गया है। जिस लिये यह जो सरचार्ज था जिसे भी जल्द से जल्द बदलने की जरूरत थी। जिसके अलावा और एक चीज यह भी थी कि जिसमें कुछ मॉरल टिंज ( Moral tinge ) भी आ रहा था। हैदराबाद में सरचार्जेंस काफी ज्यादा थे। जिस लिये स्मगलींग ( Smuggling ) ज्यादा होने लगा था बहुतसे बेपारी अनसोशल ( Unsocial ) तरीके अखतियार कर रहे थे। जिसकी वजह से सरकार का नुकसान भी हो रहा था। अब हमारे यहां अनाज पर कंट्रोल था उस समय सब सीमाओं पर काफी पहरा भी रहता था। जिस लिये माल बाहर नहीं आ सकता था। जोड़ी रूपे माल

ले जाना बड़ा मुश्किल था। लेकिन जब से कंट्रोल अउठ गया है सीमा पर वा पहरा भी काफी कम कर दिया गया है। और उसका नतीजा यह हुआ कि हमारे पास सरचार्ज से जो आमदनी आती थी वह काफी कम हो गयी। कुछ तो पैदावार में भी कमी हुयी। लेकिन जिस प्रमाण में सरचार्ज की आमदनी घटी है उस प्रमाण में पैदावार में कमी नहीं हुयी। सरचार्ज की आमदनी में ज्यादा कमी हुयी थी जिसका साफ मतलब यही था की कहीं न कहीं काफी बड़े पैमाने पर स्मगलिंग हो रहा था। सन १९५२-५३ में यह आमदनी १ करोड़ २७ लाख की थी, सन १९५३-५४ में सिर्फ ७० लाख की रही, और सन ५४-५५ के बजट में तो सिर्फ ६५ लाख की ही आमदनी आने का अंदाज किया गया है। जिन आंकड़ों पर से ही मालूम हो सकता है कि काफी बड़े पैमाने पर स्मगलिंग हो रहा है। आज सीमाओं पर जिसके लिये रोकना या उस पर पहरा रखना बड़ा मुश्किल है क्योंकि अक अक नाके में काफी अन्तर है। उससे पूरे बॉर्डर पर पहरा रखना बड़ा मुश्किल काम है। जिस शिकायत को दूर करने के लिये यह बेहतर समझा गया कि सरचार्ज को जितना जल्दी हो सके निकाला जाय ताकि ज्यादा नुकसान न हो।

अब मैं आपके सामने यह रखना चाहता हूँ कि यह सरचार्ज और कस्टम निकालने से जो नुकसान होने वाला है वह करीब करीब १ करोड़ और ७८ लाख रुपये का होगा। मैं आपको अब हमारा जो सालाना अेस्टिमेट (Estimates) है वह बताना चाहता हूँ। सन ५४-५५ में सरचार्ज का जो घाटा होगा वह करीब ६५ लाख का होगा, और दूसरा जो कस्टम्स और सरचार्ज मिला कर घाटा होगा वह करीब ६० लाख का होगा।

شری انا جی راؤگوئے :- ۶۰ لاکھ جو رکھا گیا ہے کیا اس میں سے اب تک  
لیا گیا ہے؟

श्री. वि. के. कोरटकर :—मैंने तो आपको पहले ही बताया कि मैं आपके सामने साल का पूरा हिसाब रख रहा हूँ। और पूरे साल का जो अेस्टिमेटेड लॉस ( Estimated loss ) होगा वह मैंने आपको बताया है। कॉटन पर सरचार्ज नहीं था। कॉटन पर कस्टम था और उसे निकालना था जिस लिये कॉटन पर सेल्स टैक्स बढ़ाना जरूरी हुआ। जब कॉटन पर सेल्स टैक्स रखने के बारे में पूछा गया तो सेंट्रल गव्हर्नमेंट ने राय दी कि कॉटन पर कस्टम्स होने के कारण जो आमदनी होती थी उस नुकसान की हद तक ही जिस पर सेल्स टैक्स रखना चाहिये। कस्टम्स निकालने से जो नुकसान होने का अंदाजा है वह ४० लाख रुपये का है।

श्री. व्ही. डी. देशपांडे :—जिस पर के कस्टम और सरचार्ज को निकालना क्या इमिजियटली ( Immediately ) ऑबलीगेटरी ( Obligatory ) था या उसे अक साल और रखा जा सकता था?

श्री. वि. के. कोरटकर :—तत्काल निकालना चाहिये था ऐसी तो बात नहीं थी। और अक साल रखा जा सकता था। लेकिन सरचार्ज के बारे में जब गव्हर्नमेंट के नज़र में यह आया कि यहां पर काफी स्मगलिंग ( Smuggling ) हो रहा है और उसको चेक करना बड़ा मुश्किल है तो यह समझा गया कि जब कभी न कभी जिसे खतम ही करना है तो आज ही क्यों न खतम किया

जाय ? कस्टम्स निकालने के बारे में भी आंदोलन काफी था । ऐसी हालत में पहले सरचार्ज निकाल कर कस्टम न निकाला जाता तो वह ठीक नहीं होता । जिस लिये सोचा यह गया कि जब कभी न कभी जिसको निकालना ही है तो आज ही क्यों न निकाला जाय ?

श्री. व्ही. डी. देशपांडे :—क्या कांटन पर सेल्स टैक्स और कस्टम दोनों भी नहीं रखे जा सकते थे ?

श्री. वि. के. कोरटकर :—नहीं, उसके लिये गव्हर्नमेन्ट ऑफ़ इंडिया का असरार था । उनका यह कहना था कि सब जगह ऐकसानियत कायम की जानी चाहिये । यह नहीं हो सकता कि जिसमें सेल्स टैक्स ज्यादा मिलता है उसको रखा जाय और जिसमें सेल्स टैक्स कम मिलता है उसे छोड़ा जाय । ऐसा नहीं हो सकता है । सेल्स टैक्स कायम करने के बाद हमारा जो ४० लाख का नुकसान होता था वह पूरा होता है तो फिर कांटन पर सरचार्ज कैसे रख सकते हैं ? उनका यह अंतराज सही था । जिसपर सेल्स टैक्स लगाया जा रहा है उसपर फिर कस्टम्स या सरचार्ज रखना मुनासिब न था वह असूल के खिलाफ था । जिस लिये ऐसा रखने का हमें हक नहीं रहता । सिरियल्स पर सेल्स टैक्स आयद करने से कस्टम्स आदि के जाने से जो नुकसान होने वाला है उसकी भरपायी हो जाती है।

अब चीज में और बताना चाहता हूं वह यह है कि १ करोड़ और ७८ लाख का जो नुकसान होनेवाला है उसमें से १ करोड़ और ३८ लाख की भरती सिरियल्स पर सेल्स टैक्स लगा कर की जानेवाली है । जिस लिये भारत सरकार से यह प्रार्थना की गयी कि जिन चीजों पर सेल्स टैक्स लगाने की विजाजत दी जाय । और जिसकी विजाजत लेना जरूरी था, जिस लिये विजाजत लेकर आज आपके सामने आया हूं कि आप जिस बिल को मंजूर कर लें ।

श्री. व्ही. डी. देशपांडे :—किसी पार्ट 'अ' स्टेट में भी सिरियल्स पर सेल्स टैक्स लगाया गया है क्या ?

श्री. वि. के. कोरटकर :—तीन पार्ट अ स्टेट ऐसे हैं जहां पर जिन चीजों पर भी सेल्स टैक्स लगाया गया है । उनमें मद्रास, आंध्र, और बिहार आते हैं । दूसरे ऐसे भी स्टेट्स हैं जिनमें और दूसरे एसेन्शियल गुड्स ( Essential Goods ) पर सेल्स टैक्स लगाया गया है । मद्रास, बिहार तथा आंध्र के अलावा पार्ट बी स्टेट में राजस्थान को जिस के लिये विजाजत दी गयी है । शायद सौराष्ट्र और मध्यभारत भी उनकी कस्टम्स की पूर्ति करने के लिये इसी तरह की विजाजत मांगेंगे ।

यह जो कमी होगी उसको किस तरह पूरा किया जाय इसके बारे में मैंने जो हिसाबाल लगाये हैं वह आपके सामने रख देता हूं । जिस तरह से जो १ करोड़ और ७८ लाख रुपये का नुकसान होने वाला है उस नुकसान को पूरा करने के लिये सेल्स टैक्स लगाया जायेगा, और उस के लिये सेंटर से विजाजत भी मिल गयी है । सिरियल्स पर जो सेल्स टैक्स वसूल होगा वह करीब १ करोड़ का होगा । हमारा यह अंदाजा है । कांटन पर हम पहले सिंगल पॉइंट सेल्स टैक्स ले रहे थे । वह तीन पायी था उसको हम ६ पायी कर रहे हैं । उससे १२ लाख रुपये मिलेंगे । केरोसिन ऑयल पर ३ लाख रुपये

मिलेंगे। दूसरे जो ऑजिल्स हैं उनपर ६ लाख ५० हजार रुपये मिलेंगे। ऑजिल्स केस पर ६ लाख ५० हजार रुपये मिलेंगे। इस तरह से एक करोड़ और ३८ लाख रुपये की आमदनी हो जाती है। जिसमें और ४० लाख की आमदनी होना जरूरी है। तब जाकर १ करोड़ और ७८ लाख की नुकसान भरपाई हो सकेगी। हमारी यह पॉलीसी है कि आगे चल कर कस्टम्स डिपार्टमेंट नहीं रहेगा। और हालही में काँग्रेस पार्लमेंटरी पार्टी ने भी अपना एक रेजोल्यूशन पास किया है कि कस्टम्स को जल्द से जल्द हटाया जाय। जब हम सरचार्ज निकालते हैं तो फिर बाकी सिर्फ कस्टम्स ही रहता है। मुझे कहा गया है कि मैं इसे जल्द से जल्द खतम करूं। उसके बारे में तो हमारे कदम चलते रहेंगे। आज हमारे कस्टम्स डिपार्टमेंट का खर्चा ३५ लाख रुपये का है। उसमें पेनशन आदि का खर्चा जावे के बाद अंदाजा है कि जिसमें ३० लाख रुपये की बचत हो सकेगी। और सेल्स टैक्स के आमदनी में भी अगले साल कुछ अिजाफा होगा। वह करीब २० लाख का होगा अंसा अंदाजा किया जा रहा है। यह बीस लाख बढ़ने से पहले के ३० लाख और यह २० लाख इस तरह से ५० लाख की कमी पूरी होगी।

इस तरह से १७८ लाख पूरे होते हैं। इस तरह से इसे पूरा करने के लिये हिसाब का अंदाजा लगाया गया है। इस वर्ष की अंदाजा आमदनी में कस्टम्स और सरचार्ज से होनेवाली आमदनी का अंदाजा २ करोड़ बताया गया है। फिलहाल जो कमी हुई है वह केवल १७८ लाख होती है। परंतु शीघ्र ही करोड़गिरी पूरी तौरपर समाप्त की जानेवाली है। अंसा करने पर २२ लाख का बोझा बजेट पर और आनेवाला है। जिसको कैसा पूरा किया जाय यह अभी नहीं बताया जा सकता। जिसका प्लेन अभी वर्क आउट ( Work out ) नहीं किया गया है। यह लॉस ( Loss ) किस तरह पूरा किया जायेगा यह अगले बजेट में ही बताया जा सकता है। जो २२ लाख का नुकसान आयेगा उसके बारे में जिस बिल के पास होने के बाद और सेल्स टैक्स डिपार्टमेंट के काम को देखने के बाद ही मालूम हो सकेगा।

अभीतक जो वसूली हुई है वह भी मैं आपके सामने रखना चाहता हूं। सरचार्ज ३० लाख, कस्टम्स १५ लाख, और कांटन पर सेल्स टैक्स ३० लाख। पूरा हिसाब अभी नहीं आया है। अंदाजा यह है कि अभी १ करोड़ की रकम और आनेकी है। यह रकम आने की है जिसमें कोअी बड़ी चीज नहीं है। आप जानते ही हैं कि रबी और खरीफ की पैदावार अभी हुई नहीं है। वह पैदावार बाजार में आने के बाद ही यह रकम वसूल होती है, और उसके बाद ही आमदनी होगी। अकसर फरवरी और मार्च में ही यह रकम ज्यादा वसूल होती है। अंदाजा है कि वह १ करोड़ तक चली जायेगी। अभी तो ६ महीने और बाकी हैं, और यह बिल पास होने के बाद जो ज्यादा सेल्स टैक्स मिलेगा वह भी जिसमें शामिल करना पड़ेगा। जिस लिये अंदाजा लगाया गया है कि अभी ६ महीने बाकी हैं तो साल आखीर में जो १७८ लाख का लॉस (Loss) होगा वह और इनकम (Income) जो होगी उससे लगभग बराबर हो जायेगा।

जिन सब बातों को सामने रखते हुये जिन सारे प्रस्तावों का लुबेल्वाब यह है कि कस्टम्स और सरचार्ज के निकालने के बाद १ करोड़ ७८ लाख का नुकसान हो रहा है और नये टैक्स आयद करते से १ करोड़ और ३८ लाख रुपये की प्राप्ति होगी।

जो अंशली प्राप्ति होती है वह करीब करीब चालीस लाख अभी भी कम होती है। अभी १३८ लाख की प्राप्ति होगी। जिस टैक्स के पक्षमें मैं एक चीज रख सकता हूं कि १७८ लाख के टैक्स को

कम किया जा रहा है और १३८ लाख का नया टैक्स आयद किया जा रहा है। जिसमें शक नहीं कि जिन टैक्सेस का जिन्सीडन्स ( Incidence ) पहले के मुकाबले में अलग हो जाता है। १७८ लाख के टैक्स का जिन्सीडन्स कुछ काश्तकारों पर, कुछ साहूकारों पर और कुछ स्टेट के बाहर के लोगों पर पड़ता था, लेकिन ज्यादातर उसका बोझ बेचनेवालों पर आकर पड़ता है। लेकिन साथ साथ सीमावर्ती जिलों के काश्तकारों को अपने पैदावार की भाव जितना मिलना चाहिये उतना नहीं मिलता है। जिस हाबुस के अंक मेंबर ने चूँकि वे सीमावर्ती जिले के मालूम होते हैं, बजट के जमाने में जोश में आकर कहा था कि जब तक यह सरचार्ज और कस्टम्स लिये जा रहे हैं तब तक हमें यह भहसूस नहीं होता कि हम आजाद हो गये हैं। हमको आजादी मिलना न मिलना बेकार है और नहीं के बराबर है। यह सच है कि हम और आप तो काश्तकार नहीं हैं अतः उनके कष्ट को अनुभव नहीं कर सकते जो कि उनको ही ज्यादा मालूम हो सकते हैं। मगर सोसायटी के अंक हिस्से पर जिसका बहुत बड़ा बोझ था और अब जब नये अनाज पर टैक्स लगाया जायेगा तब उसका जिन्सीडन्स तीन प्रकार के लोगों पर ज्यादातर बढ जाता है। वह है काश्तकार, व्यापारी और आम जनता। जो १७८ लाख का टैक्स हैदराबाद में आयद हुआ था उसमें हैदराबाद के कन्स्यूमर (आम जनता) पर अंक पैसा भी आयद नहीं होता था, जोकि जिस वक्त आयद होगा। लेकिन अगर कस्टम्स और सरचार्ज को हटाना है तो जिसके सिवा और कोजी चारा नजर नहीं आता। अगर यही चीज में १९५५ में करने के बारेमें सोचता तब भी जिसके सिवा दूसरा कोजी रास्ता नहीं रहता। मैं जिसके अंदर कोजी अन्याय की चीज नहीं देखता क्योंकि टैक्स का बोझ जहांतक हो सके सब को बांट कर अपने अपने ऊपर लेना चाहिये। पुराने जमाने में यह होता था कि टैक्सेस का बोझा सिर्फ़ उसी पर रहता था जो किसी चीज को अयुत्पन्न करता था। लेकिन जब से जिम्पोर्ट (आयात) और अक्सपोर्ट (निर्यात) जैसे डिडायरेक्ट टैक्सेस लगाये जा रहे हैं तब से खर्च करने वालोंपर भी टैक्स की जिम्मेदारी आ गयी है। जिस असूल को माना गया है जिस लिहाज से जो अनाज पर सेल्स टैक्स लगेगा वह तीन लोगों में बांटा जायेगा। यह टैक्स बहुत कम है, यानी परसेंटेज के तौर पर सरचार्ज और कस्टम्सका जो टैक्स था उसके मुकाबले में यह बहुत कम है। अंक जगह पर तीन पाखी के करीब पड़ता है, और जैसा कि हमारा असूल वकी सब चीजों में है यह टैक्स हमको दो जगहों पर मिलेगा। रुपये में छः पाखी के करीब यह टैक्स पड़ेगा। जिसमें शक नहीं कि जब अनाज पर टैक्स लगाने का प्रस्ताव मैं रख रहा हूं तो मैं जानता हूं कि जिस पर समालोचना होगी। लेकिन मैंने पहले ही कह दिया था कि मैं भी बड़े अुत्साह के साथ यह चीज ला रहा हूं जैसी कोजी बात नहीं है। अंक मजबूरी के तहत जिस चीज को किया जा रहा है। लेकिन जिसके साथ जिस चीज को हमें मजबूरी के साथ करना पड़ रहा है उसको जरा क्रियात्मक तौर पर देखना चाहिये। और वह दृष्टि यह है कि जिस सरचार्ज और कस्टम्सका बोझ पहले काश्तकार पर पड़ता था उसको हम सब लोग बांट कर अपने ऊपर लेने के लिये तैयार हो रहे हैं। जिस ख्याल से कि सब अनाज के भाव काफी तादाद में घट गये हैं टैक्स के तौर पर छः पाखी का डिजाफा किसी तरह से त्रासदायक नहीं समझना चाहिये, क्योंकि छः महीने पहले जो भाव थे वह आज नहीं हैं जिस वक्त अनाज के भाव गिर रहे हैं। जिस लिहाज से छः पाखी का डिजाफा ज्यादा है जैसा भहसूस नहीं होना चाहिये। जिन चंद चीजों को हाबुस के सामने रखते हुये मैं यह आशा करता हूं कि जिस प्रस्ताव को जिसमें १७८ लाख का बोझा

कम करके १३८ लाख का नया बोझा नये तरीके से रखा गया है, कबूल करने में किसी तरह की आनाकानी नहीं होगी।

مسٹر اسپیکر :- اس بل پر انڈمنٹس ۲۷ تاریخ کے ۱۲ بجے تک دئیے جائیں۔

*The House then adjourned till Half Past Two of the Clock  
on Friday, the 24th September 1954.*

---







# THE HYDERABAD LEGISLATIVE ASSEMBLY

Wednesday, the 22nd September, 1954.

The House met at Half Past Two of the Clock.

[MR. SPEAKER IN THE CHAIR].

## QUESTIONS AND ANSWERS

(See Part I).

### Motion for Adjournment

*Mr. Speaker :* Notice of an adjournment motion was given by Shri Annaji Rao Gavane. The subject-matter of the Adjournment Motion is not so important as to adjourn the business of the House. Another thing is, legal remedy is open, and I therefore, do not admit it.

(Some members of Opposition wanted to know the subject-matter of the motion).

*Mr. Speaker :* It is unnecessary.

\* شری انا جی راؤ گوانے (پربھنی) :— مسٹر اسپیکر سر۔ میں نے جو اڈجورنمنٹ موشن (Adjournment motion) پیش کیا ہے اور اس کے لئے جو لیگل ریمڈی (Legal remedy) ہونا کہا گیا ہے اس کے تعلق سے مجھے عرض کرنا ہے کہ یہ اڈجورنمنٹ موشن اس تعلق سے نہیں کہ پولیس نے سلوگن (Slogan) لگانے والوں کو مارا اس لئے اس کے خلاف کارروائی کی جائے۔ لیکن مجھے یہ کہنا ہے کہ جو بورڈنگ ہاؤس چلایا جا رہا ہے اس کا خرچہ گورنمنٹ کی طرف سے کیا جاتا ہے۔ شیڈولڈ کاسٹ کے جو سپرنٹنڈنٹ رکھے گئے ہیں وہ اچھی طرح سپرنٹنڈ نہیں کر رہے ہیں۔ وہ اسٹوڈنٹس کے ساتھ ہائی ہینڈیڈنس (Highhandedness) کر رہے ہیں۔ اس کی کئی شکایتیں گورنمنٹ کے سامنے رکھی گئیں۔ گزشتہ سال ہر ضلع سے ایسی شکایتیں آئیں لیکن اس کا انتظام نہیں ہو رہا ہے اور اسٹوڈنٹس کی شکایات رفع نہیں ہو رہی ہیں۔ اس وقت تک گورنمنٹ نے اس کے لئے کوئی رولس بنائے ہیں اور نہ کوئی اسٹپ (Step) لیا ہے۔ شیڈولڈ کاسٹ ٹرسٹ فنڈ کی بورڈنگ کو اچھی طرح چلایا جانا چاہیئے۔ لیکن عام طور پر یہ دیکھا جاتا ہے کہ اس کو پیسہ کمانے کا ایک دھندہ بنالیا گیا ہے۔

یہاں جو ریسنٹ آکرنس (Recent occurrence) بنایا گیا ہے اس کے تعلق سے بھی کئی شکایتیں کی گئی ہیں۔ وہاں اسٹوڈنٹس کو بیدوں سے مارا جاتا ہے اور

گالیاں بھی دی جاتی ہیں۔ وہاں ان کے رہنے میں بھی مشکلات پیدا کی جارہی ہیں۔ اور اون لڑکوں کو جو آفیسرس سے شکایت کئے ہیں انہیں بورڈنگ ہاؤز سے نکال دیا گیا ہے۔ آج کے جمہوری دور میں کوئی اپنی تکلیف بیان کرے تو وہ شکایت ناجائز کیسے ہو سکتی ہے؟ لیکن کچھ نہ کچھ حیلہ بنا کر ان کو نکال دیا گیا ہے۔ اس میں ایسے بھی اسٹوڈنٹس ہیں جو میٹرک میں پڑھ رہے ہیں۔ ان کو دوسرے اسٹوڈنٹس سے ہٹوایا گیا ہے اور ان کو پولیس میں لیجا کر جوتوں سے مارا گیا ہے۔ اس جمہوری دور میں یہ کہاں تک جائز ہو سکتا ہے سوچنے کی چیز ہے۔ اس کے لئے کیا لیگل ریمیدی (Legal remedy) ہو سکتی ہے؟ اسٹوڈنٹس کہاں جاسکتے ہیں؟ سپرنٹنڈنٹ کے متعلق گریوینس (Grievances) ہوں تو وہ گورنمنٹ کے پاس ہی آسکتے ہیں۔ لیکن گورنمنٹ گذشتہ کئی سال سے شکایت ہونے کے باوجود کچھ نہیں سوچ رہی ہے اور آخر میں یہ چیز اس ہاؤز تک آئی ہے۔ آج یہ چیز اتنی بڑھ گئی ہے کہ دو ہزار لڑکے اپنا کالج چھوڑ کر مارچ (March) کئے ہیں اس پروسیشن میں جتنے لڑکے تھے ان سب کو نکال دیا گیا ہے۔ تب وہ لڑکے کہاں کہاں گئے اور کہاں رہینگے۔ یہ مسئلہ اس لئے بہت اہم ہے اور اس پر ہاؤز میں ڈسکشن ہونا چاہیے یہ موٹ اپارنٹس (Most important) اور ریسنٹ آکرنس (Recent occurrence) کا ہے اور اس کے لئے کوئی لیگل ریمیدی بھی نہیں ہے۔ اس لئے میں نے اس مسئلہ کو ہاؤز کے سامنے رکھا ہے۔

مسٹر اسپیکر:—اکسٹرا آرڈنری کیس (Extraordinary case) ہو تو ہاؤس کا کام ملتوی ہوتا ہے۔ آپ نے جو واقعات بیان کئے ہیں ان کے لحاظ سے یہ کوئی اکسٹرا آرڈنری کیس نہیں ہے اور اس کے لئے لیگل ریمیدی (Legal remedy) بھی موجود ہے۔

شری آر۔ پی۔ دیشمکھ (گنگا کھیڑ):—جب اڈجورنمنٹ موشن ہاؤز کے سامنے آیا ہے اور آنریبل ممبر نے واقعات ہاؤز کے سامنے رکھے ہیں تو آنریبل چیف منسٹر ہاؤز کو کانفیڈنس میں لینے کے لئے یہ کہہ دیں کہ گورنمنٹ کیا اقدام کر رہی ہے۔ گورنمنٹ کی طرف سے کیا کیا جانے والا ہے آنریبل چیف منسٹر کیہ دیں تو مناسب ہوگا۔

مسٹر اسپیکر:—اس کا مطلب پورا معلوم ہو چکا ہے۔

شری آر۔ پی۔ دیشمکھ (گنگا کھیڑ):—میں کہنا چاہتا ہوں کہ جس پر ڈسکشن کا मौکا دیا جانا چاہیے۔

## Business of the House

شری کے - راجندر ریڈی (رامنا پیٹھ) :- میں نے جو پٹیشن پیش کیا ہے اس کا کیا ہوا ؟

*Mr. Speaker* : It is under consideration.

شری سی ایچ - وینکٹ رام راؤ (کریم نگر) :- مسٹر اسپیکر - میں نے تین دن قبل اینٹی کرپشن انکوائری کمیٹی رپورٹ کے بارے میں ایک موشن پیش کیا ہے اس لئے کچھ کہنا چاہتا ہوں -

مسٹر اسپیکر :- آنرہل ممبر فاریاٹودہ نے پہلے اس قسم کا ایک موشن موو کیا ہے -

*Shri V. D. Deshpande* : Mr. Speaker, Sir. As far as I remember no motion was moved in the House.

*Shri Ratanlal Kotecha* : (Patoda) : The hon. Leader of the Opposition was not present. I had moved the Motion on 8th September. The motion stood in my name, Sir.

*Shri V. D. Deshpande* : I need not be present in the House. The other Members were present.

مسٹر اسپیکر :- شری رتن لعل کوٹیچہ کا موشن نوو ہوچکا ہے -

*Shri V. D. Deshpande* : That was not a regular motion. We sent a regular motion and moved it.

*Shri Ratanlal Kotecha* : I had also sent a regular Motion, Sir, and you had accepted it and given some date.

*Shri V. D. Deshpande* : Mr. Speaker, Sir. I would like to have a record of this. I strongly feel against the procedure.

*Mr. Speaker* : The hon. Leader of the Opposition can see the record. Shri Ch. Venkatram Rao will have an opportunity to participate in the discussion.

*Shri V. D. Deshpande* : We were not informed about the other motion of Shri Kotecha. We had moved a regular motion and it was not brought before the House, and the hon. Member is not being given a chance.

*Mr. Speaker* : The hon. Leader of the Opposition may refer to the records.

श्री. रतनलाल कोटेचा :—अध्यक्ष महोदय, आज हमारे हाउस के सामने अँटी-करप्शन पशन का रिपोर्ट था वह रखा गया है, अब उस पर बहस का मौका—

*Shri V. D. Deshpande* : All of us were present in the House and we found that there was no motion. We want the record to be shown to us. Unless it is there we cannot agree.

*Mr. Speaker* : The Secretary will show it to the hon. Members.

*Shri V. D. Deshpande* : We were all in the House. No notice was given. Notice should be given and there is no question of my not being present.

*Shri V. B. Raju* (Secunderabad-General) : The hon. Member might not have been present at that time. The motion was moved and the House has accepted it. There should not be any trouble over it.

*Shri Annaji Rao Gavane* : I think all the Opposition members were not absent.

*Shri V. B. Raju* : If it is a matter of policy, we cannot accept it.

### Discussion on the Report of the Anti-Corruption Enquiry Commission

श्री. रतनलाल कोटेचा :—अध्यक्ष महोदय, हमारी गव्हर्नमेंट ने एक अँटी करप्शन अन्वेषायरी कमिटी मुक़र्रर की थी और उसका एक रिपोर्ट जनता के लिये गव्हर्नमेंट की तरफ से शायी किया गया जो कि कमिटीने गव्हर्नमेंट के पास भेजा था। और आज वह रिपोर्ट चर्चा करने के लिये और अपने ख्यालात का विजहार करने के लिये हाउस के सामने रखा गया है। और गव्हर्नमेंट की यह इच्छा है कि जिस रिपोर्ट पर विचार किया जाये तो बाद में गव्हर्नमेंट जिस पर कुछ अँक्शन लें। १० सप्टेंबर को जिस तरह का रेजोल्यूशन हाउस में लाया गया था कि जिस कमिटी का रिपोर्ट हाउस के सामने रखा जाय।

करप्शन का यह एक ऐसा मसला है जो आज सारे भारत का है। दुनिया के दूसरे लोग भी इसके बारे में काफी सोंच रहे हैं कि यह बीमारी किस तरह से हटायी जाय। यह कोजी सिर्फ हमारे स्टेट से ही संबंधित नहीं है। जिस तरह के मसलें पर सोंचने के लिये कभी राज्यों में कमिटीज कायम हुई हैं, और वे लोग भी जिस पर काफी सोंच विचार कर रहे हैं। उसी तरह हमने भी जिस बात की छानबीन के लिये एक कमिटी कायम की जिसकी शिफारिशें आज हमारे सामने हैं और उसपर हमें सोंचना है।

भारत ने अंग्रेजी सल्तनत से जो जद्दोजहद की उसका मकसद सिर्फ यही नहीं था कि यहांसे हुकूमत करनेवाले अंग्रेजी अफसर हैं वे चले जायें और उनकी जगह काले अफसर आयें। जो

अंग्रेजी डी.सी. या कलेक्टर और बड़े बड़े ओहदेदार थे वे चले जायें और उनके स्थान पर हिंदी अधिकारी आ जायें अतना ही हमारे जद्दोजहद का मकसद नहीं था। हमारे जद्दोजहद का मकसद यही था कि हमारे यहां से जिस तरह की विदेशी सल्तनत चली जाये और हमारे यहां डेमोक्रेसी आवे। हम जनतंत्र लाना चाहते थे और जिसलिये हमने अतनी जद्दोजहद की। सिर्फ अफसरों में तब-दीली करना यही हमारा मकसद नहीं था। लेकिन जो ब्यूरोक्रेटिक मशीनरी थी, और जो डेमोक्रेसी के अंशुलों के बिल्कुल खिलाफ थी, उसमें भी हम सुधार करना चाहते थे। हम चाहते थे कि हमारे जो पब्लिक सर्वेंट हैं वे जनता के ज्यादा से ज्यादा नजदीक आयें। लेकिन वैसा नहीं हुआ।

आज स्टेट की जो कल्पना है वह काफी बदल गयी है। आज हम वह पुराना ब्यूरोक्रेटीक और सरंजामशाही स्टेट नहीं चाहते हैं जिसमें की राजा ही सबकुछ था। आज के स्टेट की कल्पना यानी अक वेलफेयर स्टेट ( Welfare State ) हम बनाना चाहते हैं। जब हम वेलफेयर स्टेट चाहते हैं तो उसमें पब्लिक सर्व्हेंट जनता से अलग नहीं रह सकते जैसे की पहले रहा करते थे। उसमें सबको अन्नति का समान मौका रहता है। जब जनता और सरकार बिल्कुल पास आयेंगे तभी वह वेलफेयर स्टेट हो सकता है। वेलफेयर स्टेट चलाने के लिये सरकार की जो मशीनरी है वह ज्यादा अफिशियंट होनी चाहिये। और उनका पुराना जो ढांचा होता है उसे बदलने की जरूरत है। हमारे देश की भलाजी के लिये हमने जो पंचवर्षीय योजनाएं बनायी हैं वह तभी आगे बढ़ सकेंगी जब जनता का उसमें सक्रिय सहयोग रहेगा। उसके लिये जनता और सरकार का निकट संपर्क रहना जरूरी है। तभी हमारी योजनाएं आगे बढ़ सकेंगी। उसके लिये सरकारी मशीनरी ज्यादा अफिशियंट होनी चाहिये। उसके बारे में प्लानिंग कमिशन ने कहा है।

“Integrity in public affairs and administration is essential and there must therefore be an insistence on it in every branch of public activity.”

The influence of corruption is insidious ; it not only inflicts wrong which it is difficult to redress but undermines the structure of the administration.”

असके अुपर में ज्यादा जोर देना चाहता हूँ—

There must therefore be a continuous war against every species of corruption within the administration as well as in public life generally and the measures to root out the evil should be constantly reviewed.

जिस तरह से प्लानिंग कमिशन ने अपनी राय दी है। सिविल सर्व्हेंट जो काम करते हैं उनके लिये आखिर में मंत्रियों को ही जिम्मेदार रहना पडता है और उसके बारे में असेंबली में जवाब भी देना पडता है। सिविल सर्व्हेंट जो भी कमिशन या ओमिशन ( Commission or

Omission ) करते हैं उसकी पूरी जिम्मेदारी मंत्रियों पर आती है, और उसका जवाब उन्हें असेंबली में देना पड़ता है। जिस लिये यह जो हमारी मशीनरी है वह डेमोक्रेसी में ज्यादा ऑफिशियंट रहने की जरूरत है। और वह करप्ट तो बिल्कुल नहीं होनी चाहिये। तभी वह जनता का कुछ भला कर सकती है।

यह बात सही है कि जिस हमारी सिविल सर्व्हेंट की टीम को स्वातंत्र्य के बाद काफी लिफ्ट मिला है। स्वातंत्र्य के बाद सब से ज्यादा फायदा अगर किसी का हुवा होगा तो वह सिविल सर्व्हेंट का हुवा है। जिसका कारण यह है कि अंग्रेजी अफसर अपने देश जाने के बाद उसो तरह से पाकिस्तान निर्माण होने के बाद, हमारे सर्व्हिसमें अक व्हैक्यूम ( Vacuum ) पैदा हुआ, और उसकी पूर्ति करना जरूरी था। हमें कभी अफसरों को फॉरिन एंबेसीज ( Foreign embassies ) में रखने की जरूरत हुई। उसी तरह से परदेश में जो कमिशन आदि भेजने पड़े उसमें भी अच्छे अफसरों की जरूरत हुई। देश के अंदर भी अक बड़ा व्हैक्यूम ( Vacuum ) जिन बातों के कारण पैदा हुआ। जिसका नतीजा यह हुआ कि जिन अफसरों को अकदम लिफ्ट मिला। और हमारे कभी अफसरों को बाहर जाने का और बहुत ही बड़े बड़े और अच्छे काम करने का मौका मिला। मैं यह कह सकता हूँ कि हमारे जो भी अफसर बाहर गये थे उनमें से काफी नें बहुत अच्छा काम बाहर कर दिखाया है और उन्होंने हिंदुस्थान की शान बाहर की दुनिया में बढ़ा दी है। हमारे काँग्रेस में कुछ लोग ऐसे थे जो यह कहते थे कि जिन अफसरों नें हमारे जद्दोजहद के वक्त हमें जेलों में बंद किया या और तरह से तंग किया, उन्हें हमारी हुकूमत आने के बाद नहीं रखेंगे। लेकिन अभी यह मानना पड़ेगा कि उस समय हमारे नेताओं ने काफी दूरदृष्टी से जिन अफसरों को ही रखा और आज उन अफसरों ने भी कितना अच्छा काम कर दिखाया है। पुराने भी अफसर थे उनमें से कभी तो हालात के लिहाज से बदल भी गये हैं। लेकिन यह बात सही है कि कुछ अफसर आज भी ऐसे हैं जिनका चालचलन आज भी नहीं बदला, और वह अपनी पुरानी ही चालचलन चला रहे हैं।

हमारे कभी ओहदेदार तो ऐसे हैं जिनके बारे में हमें अभिमान करना चाहिये। सरदार पटेल ने श्री. व्ही. पी. मेनन और श्री. कृष्णा मेनन जैसे अफसरों को रखा और उन्होंने ने भारत के अंदर और बाहर भारत के लिये कितना अच्छा काम किया यह तो हम सब देखते ही हैं। और सरदार पटेल की श्री. व्ही. पी. मेनन ने भारत के अकत्रीकरण में बहुत ही मदद की है। और उसी तरह से सरदार पणिकर जैसे लोगों ने फॉरिन एंबेसीज में कितना काम कर दिखाया है यह तो आप जानते ही हैं। जितना ही नहीं लेकिन जब कि यू.एन.ओ. के प्रतिनिधी भारत आये थे तो उन्होंने भी कहा था कि दुनियाके चार देश ऐसे हैं जिनका की अॅडमिनिस्ट्रेशन अच्छा है और उसमें अक भारत भी है। कुछ अफसर ऐसे हैं जो बहुत अच्छा काम कर रहे हैं और हालात के लिहाज से उन्होंने अपने खुद को काफी बदल लिया है लेकिन सब के बारे में यह बात सही नहीं है। काफी अफसर आज ऐसे भी हैं जिनकी पुरानी चाल अभी बदली नहीं है। नीचों की सतह पर आज भी काफी रिश्बतखोरी और गंदगी मौजूद है।

हैदराबाद की हुकूमत जो पहले थी वह अक फॅसिस्ट और कम्युनल हुकूमत थी। और जूनकी नौकरोंकी मशीनरी जो थी वह भी काफी कम्युनल थी। उस समय की जो पुरानी नौकर-

शाही यहां पर है और मुझे से कुछ लोग तो हालात के लिहाज से बदल भी गये। लेकिन आज भी हमारे यहां कुछ लोग ऐसे हैं जो की बिल्कुल पुराने ढंग से ही सोचते हैं और उनका काम भी वैसा ही चलता है। हमें जो नोकरशाही मिली है उसी को लेकर हमारा राज्य चलाना पड़ रहा है। यहां से भी कुछ अफसर पाकिस्तान चले गये। उनकी खाली जगह भरने के लिये हमें भी दूसरे स्टेटों से लोग मंगाने पड़े।

आज भी तालुकों में जो छोटे अफसर हैं उनका चालचलन नहीं बदला है और वे जनता को काफी तंग करते हैं। उनके रिश्वत लेने के ढंग अलग अलग होते हैं। नीचों के जो अधिकारी हैं या नीचे का जो काम करनेवाले मुलाजिम हैं वह २, ३, ४ से लेकर दस रुपये तक भी रिश्वत लेते हैं। हर जगह रिश्वत दिये बिना काम ही नहीं होता है। बात यह है कि हमारे हैदराबाद में जो डेमोक्रेसी आजी वह काफी देरी से आजी और जो भी आयी वह लड़खड़ाती आयी। वह मजबूत डेमोक्रेसी नहीं है। इस लिये हमारी मशीनरी काफी अच्छी नहीं है। और उसको काबू में लाने के लिये यहां पर काफी दिक्कतों का सामना करना पड़ा है।

एक बात मैं साफ तौर पर कहना चाहता हूँ कि हम भारतीयों में एक बड़ा दुर्गुण है। हम व्यक्तिगत तो बहुत अच्छे हैं लेकिन हम समाज के लिये बहुत खराब हैं। हम व्यक्तिगत ज्यादा सोचते हैं और सामाजिक कम सोचते हैं। इस लिये हम देखते हैं कि हमारे समाज में कर्प्शन अतना बढ़ा और यह रोग ऊपर से नीचे तक सब जगह फैल गया है। इस रोग को दूर करने के लिये हमें कुछ न कुछ सबको मिलकर करना चाहिये। यह हमारे समाज में लगा हुआ एक बहुत ही बड़ा रोग है।

अस खियाल से सरकारने अँट्टी करप्शन कमिशन ( Anti-corruption Commission ) बनाया है। उसके जो मॅबर हैं वे बहुत ही काबिल लोग हैं। इसका पर्सोनेल ( Personnel ) काफी अच्छे दर्जे का और अच्छा है। इसमें सब तरह के लोगों को लिया गया है। इसमें आर.एस. नायक हैं जो की पहले चीफ जस्टिस थे। कर्नल वाघरे जैसे भी लोग इसमें हैं। इसके अलावा डेप्युटी स्पीकर श्री. पंपन गौडा भी इसमें हैं। मेरे कहने का मतलब यह है कि इसका जो पर्सोनेल है वह सब तरह के लोगों की नुमायंदगी करनेवाला है। इन लोगों ने जो रिपोर्ट दी है वह काफी छानबीन के बाद और काफी कोशिश करने के बाद दी है। इस अनक्वायरी कमिशन ने जो रिपोर्ट हमारे सामने रखी है उसपर आज हमें सोचना है।

अस कमिशन ने अपनी रिपोर्ट में दो तरह के रेकमॅडेशन्स किये हैं। उसमें कुछ रेकमॅडेशन लॅंग टर्म के हैं और कुछ रेकमॅडेशन्स शार्ट टर्म के हैं। यानी शार्ट टर्म और लॅंग टर्म ( Short term and long term ) ऐसे दो तरह के रेकमॅडेशन्स अन्होंने रखे हैं। समाज के अंदर जो करप्शन का रोग है उसे दूर करने के लिये क्या तदाबीर बख्त्यार करने चाहिये इसके बारे में ही इन रेकमॅडेशन्स में कहा गया है।

अनके जो लॅंग टर्म सज्जेशन्स हैं उनमें एक सज्जेशन यह है कि विद्य.धियों की नैतिकता पर ज्यादा जोर देना चाहिये और विद्य.धियों को ऐथिक्स ( Ethics ) पढ़ाना

चाहिये। मुझको शक है कि यह कहांतक यशस्वी हो सकेगा। आज के जो कॉलेज या स्कूलों के विद्यार्थी हैं वे शालाक होम्सकी नॉवल्स या चार आने माला जैसे किताबें पढते हैं और उसी के लिये उन्हें ज्यादा चाव है। ऐसे हालत में हमारी अर्थिक्स पढाने की स्कीम कहांतक कामियाब होगी इस में मुझे बहुत शक है। बेपारी भी भगवान का या बालाजी का नाम तो हर वस्तु लेते हैं लेकिन रिश्वत-खोरा में और कालेबाजार में जरा भी कमी नहीं करते। वह अनुका काम बराबर चलता ही जाता है। वैसे हालत में हमारे अर्थिक्स पढाने का कहांतक फायदा होगा यह भी जरा सोचने की बात है। एक जगह एक अंग्रेजी इतिहासकारने अपनी किताब में लिखा है कि हिंदुस्तानी सैनिक बहुत बहादुर होते हैं लेकिन चन्द सिल्वर कॉइन उन्हें दिये जाय तो अधर की बंदूक अधर होने देर नहीं लगती। लॉय टर्म रेकमेंडेशन्स जो दिये हैं उसमें १२ रेकमेंडेशन्स हैं। इस तरह उन्होंने कुछ लॉय टर्म के और कुछ शार्ट टर्म के रेकमेंडेशन्स दिये हैं।

लॉय टर्म के लिये १२ और शार्ट टर्म के लिये चार पांच रेकमेंडेशन्स दिये गये हैं। करप्शन दूर करने के लिये दो मशीनरियां बतायी गयी हैं। एक यह कि ट्रिब्यूनल और दूसरी अक्स ब्रांच। कमीशन की राय से ये दोनों मशीनरियां खतम की जायें और उनके बजाय एक इंडिपेन्डेंट अन्क्वायरी कमिशन (Independent Enquiry Commission) चार आदमियों का कायम किया जाय। कमिशन ने यह जो बताया है उससे मेरे ख्याल से इस तरहके कमीशन को अटानमस (Autonomus) स्वरूप मिलेगा। यानी यह कमिशन अनिवेस्टिगेटिंग अथारिटी हो जायगी, प्रासीक्यूटिंग अजन्सी हो जायगी और जजमेंट देने की भी मशीनरी बन जायेगी। मैं जुरिसप्रूडन्स (Jurisprudence) का विद्यार्थी नहीं हूं लेकिन मैं समझता हूं कि जुरिसप्रूडन्स के खिलाफ यह बात है और कान्स्टिट्यूशन के खिलाफ भी है। कान्स्टिट्यूशन नहीं चाहती कि ये तीनों काम एक ही अजन्सी के मार्फत हों। इस कमिशन का जो स्ट्रक्चर बताया गया है उसके लिये इस रिपोर्ट में कोबी रूल्स नहीं बनाये गये हैं, सिर्फ यहां एक अपरी डांचा बताया गया है। यानी जिससे कमिशन का डांचा एक सुपरस्ट्रक्चर बन कर रहेगा। और वह अफेक्टिवली काम करेगा ऐसा मैं नहीं समझता। उसको एक पब्लिक सर्विस कमिशन की हैसियत दिलाना मेरे ख्याल से कान्स्टिट्यूशन के लिहाज से बहुत मुश्किल होगा। इस तरह से करप्शन को दूर करने के लिये जो मशीनरी उन्होंने बतायी है वह अफेक्टिव नहीं होगी यह मेरी राय है। मैं मानता हूं कि वे लनॅड आदमी थे जिन्होंने रिपोर्ट पेश की। लेकिन मैं सोचनेवाला एक मामूली आदमी हूं। मेरी राय में यह मशीनरी उपयोगी सिद्ध नहीं होगी। इसके बजाय आज जो ट्रिब्यूनल है उसमें सिर्फ एक ही जज है और उसके जिम्मे बहुत से काम दिये गये हैं। उनके जिम्मे डिस्ट्रिक्ट ट्रिब्यूनल का भी काम है। साथ ही साथ उनको सर्विसेस की अन्क्वायरी भी करनी पडती है। इसलिये मैं समझता हूं कि एक अफसर के बजाय इसी ट्रिब्यूनल में दो अफसर रखे जायें और आज जो अक्स ब्रांच का डिपार्टमेंट है वह सेंट्रलाइज्ड हुआ है। उसमें अफसर बहुत कम हैं और डिस्ट्रिक्टस में उसके ब्रांचेस भी नहीं हैं। अक्सब्रांच का जो डिपार्टमेंट है उसके बजाय अंटी करप्शन डिपार्टमेंट को बनायें और उसमें काफी अफसर बढ़ाये जायें और उसकी तरफ से यह काम होना चाहिये। अनिवेस्टिगेशन का काम अन्हीं की तरफ से होना चाहिये यह मेरा सजेशन है।

कमिशन ने यह राय दी थी कि हमारे गवर्नमेंट सर्वईटस के पास जो इम्मूव्हेबल प्रॉपर्टी (Immovable property) है उसके अंट्रीज (Entries) उनको हर साल देना



चाहिये। आज वे दे रहे हैं। लेकिन मूव्हेबल प्रापर्टी ( Movable property ) के अंतरीज देते हैं या नहीं यह मुझे मालूम नहीं। उनके जो रिलेटिवज हैं जो कर्मी व्यवसायों में हैं और जिनके नाम हमारे अफसर कभी कभी पैसा जमा करते हैं। जिसलिये उनके भी स्टेटमेंट्स लिये जाने चाहिये कि उनके पास पैसा कैसे आया, कहां से आया और उसकी तफतीश की जानी चाहिये। साथ साथ हमारे अफसर जो जिन्हेटरीज देते हैं वे सिर्फ कागज पर ही न रहें बल्कि उनके बारे में डिफेक्टिव स्टैप्स लिये जाने चाहिये। जिस तरह का जो सजेशन कमीशनने दिया वह बहुत अच्छा है। साथ साथ मैं यह भी कहना चाहता हूँ कि किसी अफसर के खिलाफ अखबारों में रिक्वतखोरी के बारे में अगर अल्लजाम लगाया जाय तो गवर्नमेंट को उस अफसर से कहना चाहिये कि आप कोर्ट में जाकर अपना नाम साफ करा लें और गवर्नमेंट उसका खर्च बर्दाश्त करे। अगर वह अफसर कोर्ट में जाकर केस जीतता है तो उसका खर्च गवर्नमेंट को बर्दाश्त करना चाहिये, अगर वह हार जाय तो डैमेजेस के तौर पर उस अफसर से वह पैसा वापस लेना चाहिये। जिससे करप्शन की कुछ रोकथाम होगी। साथ साथ हेडज आफ डिपार्टमेंट्स को भी बहुत विजिलंट ( Vigilant ) रहना चाहिये कि हमारी पालिसी के अक्जीक्यूशन के कारण करप्शन का कहां मौका निर्माण होता है। दूसरी एक बात यह मालूम होती है कि क्या डिले ( Delay ) की वजह से करप्शन का मौका पैदा होता है? आज हम देखते हैं कि मामूली से मामूली काम करने के लिये साल, दो साल या तीन साल भी लगते हैं। जिसकी वजह से हमारे काश्तकार और जनता त्रस्त हो गयी हैं। मामूली काम भी करवाने के लिये उनको मजबूरी से रुपया देना पड़ता है, जिस तरह डिले ( Delay ) क्यों हो रहा है? क्या जिसकी वजह यह है कि कुछ थोड़े से अफसरों के हाथ में कान्सेन्ट्रेशन आफ पावर हो जाता है या काम करनेवालों की अिनअफिशियन्सी है या स्टाफ कम है जिसके बारे में डिपार्टमेंटको संजीदगी से सोचना चाहिये और जिस सिलसिले में उनकी जो रिपोर्टें हैं उस पर अमल करना पड़ेगा। हम देखते हैं कि जो लोग आनेस्ट हैं, जो सर्विसेस में रह कर गुड वर्क ( Good work ) बताते हैं उनको रिवार्ड नहीं दिया जाता लेकिन जो लोग लुच्चे लफंगे हैं, काम करने में पीछे पीछे रहते हैं लेकिन बड़े अफसरों के हमेशा आगे आगे करते हैं, जो डिस आनेस्ट होते हैं अन्हीं को ज्यादातर तरक्की दी जाती है यह सर्वसाधारण अनुभव है। जिससे जो लोग आनेस्ट होते हैं वे निराश हो जाते हैं। साधारण तया डिसआनेस्ट आदमी आगे बढ़ता है और आनेस्ट आदमी पीछे रहता है। ऐसा न हो जिसलिये भी हमें सोचना चाहिये।

आखिर में हमारी सर्विसेस से भी कुछ कहना चाहता हूँ। उनको याद रखना चाहिये कि उनका भाग्य हमारी डेमाक्रसी के साथ है। डेमाक्रसी भारत में सक्सेसफुल हुयी तो सर्विसेस चलने वाली हैं। अगर वह सक्सेसफुल नहीं हुयी तो भारतवर्ष का भविष्य अज्ज्वल नहीं है। यहां अनारकी आनेवाली है और अगर अनारकी आ जाय तो जैसे परेंच रेवोल्यूशन के वक्त सड़क पर पकड़ पकड़ कर अफसरों को शूट किया गया उसी तरह से यहां भी होगा। भारत सरकार की डेमाक्रसी को मजबूत करने की पालिसी है और पंडित जवाहरलाल नेहरू की जो पालिसी है उसको सक्सेसफुल करने में अगर सर्विसेस कोआपरेशन न दें तो मुझे खतरा मालूम होता है कि यहां पर अनारकी आयेगी जनता ला अंड आर्डर हाथ में लेगी और जिन अफसरों ने करप्शन किया उनको चुन चुन कर गोलियों मारेगी। चायना में अभी जो क्रांति हुयी वहां भी हमने यही देखा। वहां भी अफसरों को जिस तरह मारा गया है। हम चाहते हैं कि हमारे यहां उस तरह का खून के साथ रेवोल्यूशन न आये। यहां

सत्य और अहिंसा के रास्ते से रेवोल्यूशन हो और डेमाक्रसी मजबूत हो और यहां सेक्यूलर गवर्नमेंट कायम रहे। जिस दृष्टि से सर्विसेस पर बहुत भारी जिम्मेदारी है। आज कबी डिपार्टमेंट्स के हेडज अपने चपरासियों को अपने घर के कामों के लिये नाजायज तरीके से अिस्तेमाल करते हैं। डिपार्टमेंट की गाड़ियों का अपने खुद के काम के लिये अुपयोग करते हैं। जैसे हेडज आफ डिपार्टमेंट्स अपने हाथ के नीचे काम करनेवालों के सामने कौन सा आदर्श रखते हैं और उनमें से करप्शन कैसे दूर करवा सकते हैं? जिसलिये अेक बहुत बड़ी जिम्मेदारी हेडज आफ डिपार्टमेंट्स पर भी आयद होती है। साथ साथ हमारे समाज के नेताओं पर भी बहुत बड़ी जिम्मेदारी है। अगर भारतीय जनता को आगे बढना है तो जनता के नेता और सर्विसेस दोनों को अपनी अपनी जिम्मेदारियों को निभाना पडेगा। जैसे नदी के दो तट होते हैं अुस तरह से जनता रूपी नदी के नेता और सर्विसेस ये दो तट हैं। अगर जनता के नेताओं के अंदर पब्लिक लाअिफ में करप्शन न आवे तो भारतीय जनता का भविष्य अुज्ज्वल है। हमें निराश होने की जरूरत नहीं है। साथ साथ में कैबिनेट से भी अपील करूंगा कि वह अैलान कर दे और समय समय पर अैलान करते रहे कि हम करप्शन के खिलाफ हैं, करप्शन को हमें रूट अुट ( Root out ) करना है। हम देखते हैं कि बंबजी स्टेट में मुरारजी भाजी देसाजी जैसे मामलोंमें बहुत सख्ती बरतते हैं। वैसे ही हमारे यहां के कैबिनेट के मिनिस्ट्रों को स्ट्रांग हेंड से जिस करप्शन का मुकाबला करना चाहिये। अगर हमारे नेता, सर्विसेस और हमारा मंत्रि मंडल जिस दृष्टि से चलें तो हमें निराश होने का कारण नहीं है और हमारे जीवन में जो करप्शन आया है वह जल्द ही खतम हो जायगा अितना ही मुझे कहना है।

شری سی ایچ - وینکٹ رام راؤ:- مسٹر اسپیکر سر- قبل اسکے کہ میں اس رپورٹ کے بارے میں کچھ کہوں اسکی ضرورت محسوس کرتا ہوں کہ اس رپورٹ کی ضرورت کیوں ہوئی اسکے متعلق کچھ کہوں۔ جب جنرل الکشن ہوئے اور اسمبلی قائم ہوئی اور اسکے ایک دو اجلاس ہوئے اور یہاں کرپشن کے تعلق سے متعدد سوالات کئے گئے تو حکومت اسکے جواب میں کہتی رہی کہ کرپشن نہیں ہے لیکن بالآخر حکومت کو یہ تسلیم کرنا پڑا اور اسکے نتیجہ میں یہ انٹی کرپشن انکوائری کمیشن ( Anti-corruption Enquiry Commission )

جس کی رپورٹ آج ایوان کے سامنے پیش ہے۔ میں زیادہ تفصیل میں نہ جاتے ہوئے یہ بتانا چاہتا ہوں کہ انٹی کرپشن کمیشن نے جو پروسیجر ( Procedure ) اختیار کیا ہے اسکی وجہ سے جتنی کارکردگی ہوئی چاہئے تھی نہیں ہوئی انہوں نے حیدرآباد کے ایم۔ پی۔ ای ( M.P's ) ایم۔ ایل۔ ای ( M.L.A's ) اور مونسپل کونسلرس ( Municipal Councillors ) سے تعلقات

پیدا کئے اور کوئسٹنیرس ( Questionnaires ) مرتب کرکے اسکے جوابات حاصل کرتے ہوئے ایک رائے قائم کئے ہیں۔ حقیقت میں کرپشن کن کن جگہوں پر ہے اوسکو معلوم کرنے کیلئے انہیں دیہات کے کسانوں تک بھی پہنچنا چاہئے تھا۔ فیکٹریز کے مزدوروں اور کاسن میں ( Common men ) تک بھی انہیں جانا چاہئے تھا۔ میں یہ نہیں کہتا کہ انہوں نے دوسرے جو ذرائع

اختیار کئے ہیں وہ اختیار نہ کرنے چاہئے تھے۔ بلکہ ان ذرائع کے ساتھ ساتھ انہیں یہ بھی اختیار کرنا چاہئے تھا۔ لیکن معلوم نہیں کہ وہ حیدرآباد سے آگے بڑھنا کیوں پسند نہیں کئے؟ رورل پلیس (Rural places) تک بھی انہیں جانا چاہئے تھا۔ یہی نہیں بلکہ حیدرآباد سے باہر جائینا (China) میں جو سکس فل میٹرس (Successful measures) اختیار کئے گئے ہیں اوس پروسیجر (Procedure) کو یہاں بھی اسٹڈی (Study) کر کے اون میٹرس (Measures) کو یہاں بھی اپلائی (Apply) کرتے۔ تو اس سے کسی قدر زیادہ فائدہ ہو سکتا تھا۔ اسلئے میں کہوں گا کہ جو پروسیجر اختیار کیا گیا ہے بہرحال وہ ناکافی ہے۔ میں یہ کہوں گا کہ کمیشن نے اسکو تسلیم کر لیا ہے کہ کرپشن موجود ہے۔ ونکے الفاظ اس سلسلہ میں یہ ہیں۔

“These evils have now become more wide in extent, more open in form, and have steadily pervaded almost all sections of our society”.

اس سے ایوان کو بخوبی معلوم ہو گیا ہوگا کہ ساج میں کرپشن کس طرح پھیل گیا ہے۔ موجودہ ساج میں کرپشن جس طرح پھیل گیا اوسکے متعلق کمیشن نے جو کچھ کہا ہے میں سمجھتا ہوں کہ وہ بہتر ہے۔

حد یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ کرپشن کے متعلق اس طرح کہا گیا ہے کہ وہ تو لینے والے کا معمول ہے۔ جو انکا حق ہے وغیرہ وغیرہ میں کم از کم کمیشن کو اس سلسلہ میں مبارکباد دیتا ہوں کہ انہوں نے اسکو تسلیم کر لیا ہے کہ رشوت ستانی کی حد ہو گئی ہے۔ قبل اسکے کہ میں دیگر ڈیٹیلز (Details) میں جاؤں کیس میں جو ڈیلے (Delay) ہوتا ہے اوسکے متعلق کمیشن نے جو کچھ کہا ہے اوسکو کوٹ (Quote) کرونگا وہ کہتے ہیں کہ

“Delay in disposal of cases itself encourages corruption.”

یعنی جب کبھی کسی پر کیس (Case) پٹ اپ (Put up) کیا جاتا ہے تو اوس میں ڈیلے جان بوجھ کر کیا جاتا ہے۔ اور یہ چیز خود کرپشن کو انکریج (Encourage) کرتی ہے۔ کمیشن نے کلیرلی (Clearly) اس کو جو پیش کیا ہے میں اوس کو اپریشیٹیٹ (Appreciate) کرتا ہوں۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ سب سے بڑی ایول (Evil) ہے جو بڑھ رہا ہے۔ جب کوئی شخص کسی کیس کو وقت پر ختم نہیں کرتا اور اس میں ڈیلے کرتا ہے تو دوسرے آدمی، تیسرے آدمی اور چوتھے آدمی کو بھی اس میں ڈیلے کرنے کی

جرات ہوتی ہے اور وہ اس سے فائدہ اٹھاتا ہے۔ مثلاً گزشتہ سال تلف مال کے سلسلہ میں کریم نگر میں (۶۴) ہزار کا مس اپروپریشن (Misappropriation) ہوا کانگریس کی جانب سے اس کے متعلق رپریزنٹیشن کیا گیا اور خود میں نے بھی تین سوالات اس سلسلہ میں کئے۔ لیکن اب تک انکوائری (Enquiry) ہو رہی ہے۔ ایک سال گزر چکا ہے لیکن انکوائری ہو رہی ہے۔ انکوائری کے ٹریس (Trace) بھی نہیں مل سکے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ دوسرے شخص تلف مال میں مس اپروپریشن کرتا ہے۔ تیسرا کرتا ہے چوتھا کرتا ہے۔ کیس میں جو ڈیلے ہوتا ہے وہ خود کرپشن کے پڑھانے میں مدد دیتا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ اس سلسلہ میں کوئی مدت رکھ دینے سے مسئلہ حل نہیں ہو سکتا لیکن ڈیلے کو دور کرنے کے لئے ایسے میژرس (Measures) اختیار کئے جانا چاہئیں کہ کیس جلد ڈسپوز (Dispose) ہو سکیں۔

### Frequent tours by Ministers and Deputy Ministers.

کمیشن نے اس پر بھی نکتہ چینی کی ہے۔ ٹورس کے سلسلہ میں جو سربراہی کی جاتی ہے اوس کی وجہ سے بھی کرپشن پیدا ہوتا ہے۔ ادھر اور ادھر کے سب ہی آنریبل ممبرس جانتے ہیں کہ دس دس پندرہ پندرہ منٹ کے لئے دورہ ہوتا ہے لیکن انتظامات دس پندرہ دن پہلے سے ہی کئے جاتے ہیں۔ اسی سلسلہ میں کئی روپے خرچ کئے جاتے ہیں وہ بھی دوسری جگہ سے آتے ہیں۔ میرا منشا یہ نہیں کہ دورہ نہیں کرنا چاہیے۔ لیکن جب دورہ کیا جاتا ہے اوس کا مقصد بھی حاصل ہونا چاہیے۔ اگر اچانک دورہ کیا جائے تو فوائد کافی حاصل ہو سکتے ہیں۔ لیکن پہلے سے ہی پروگرام بھیج کر دورہ کرنے سے فائدہ حاصل نہیں ہوتا۔ تو اس پر بھی حکومت کو سوچنا چاہیے اور کم از کم غیر ضروری دورے بند کرنے چاہئیں۔ یہ بھی ایک اچھی چیز ہے کہ وہاں جو خرچہ ہوتا ہے وہ منسٹر خود برداشت کریں وہاں ڈپارٹمنٹ کو کسی کا انتظام کرنے کا موقع نہ دیں۔ ڈپارٹمنٹ کے رولس کے سلسلہ میں کمیشن نے یہ بتلایا ہے کہ اس میں ”افس“ (Ifs) ”بٹس“ (Buts) ”اگر“، ”مگر“، اور ”چنانچہ“، وغیرہ جیسے الفاظ بھرے رہتے ہیں یہ بھی کرپشن کا موقع پیدا کرتے ہیں کرپشن کرتے ہیں رولس میں ان الفاظ کے رہنے سے بچ جاتے ہیں۔ اس لئے اس سلسلہ میں کمیشن نے جو کچھ کہا ہے وہ موزوں ہے۔ کئی رولس ختم کئے جاسکتے ہیں اور کئی رولس کو ری اناکٹ (Re-enact) کیا جاسکتا ہے۔ نظام کے زمانے میں جو رولس بنائے گئے تھے اور جو اب بنائے گئے ہیں دونوں میں فرق نہیں ہے۔ دوسری چیز یہ ہے کہ جب کوئی کیس گورنمنٹ سرونٹ کے خلاف پٹ اپ (Put up) کیا جاتا ہے تو آنریبل منسٹر یا حکومت جو بھی مناسب سمجھتے ہیں بچانے کی کوشش کرتے ہیں۔ یا تو اوس کو ہیڈ آف دی ڈپارٹمنٹ (Head of the Department) بچا لیتا ہے یا پھر منسٹر بچا لیتے ہیں۔ ایک سے زیادہ کیس کے ضمن میں یہ بتایا جاسکتا ہے۔ خود کمیشن نے اس سلسلہ میں کہا ہے کہ کس طرح حکومت یا ہیڈ آف دی ڈپارٹمنٹ کی طرف سے ڈسکریمینیشن

( Discrimination ) برتا جاتا ہے - ڈپٹی کلکٹر کو معطل کرنے کی بجائے تحصیلدار کو معطل کیا جاتا ہے - کلکٹر کو معطل کرنے کی بجائے ڈپٹی کلکٹر کو معطل کیا جاتا ہے - اس کی وجہ سے بھی کرپشن کو انکریمنٹ ( Encouragement ) ملتا ہے - اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ اس طرف زیادہ غور کرنے کی ضرورت ہے - مثال کے طور پر میں بتا سکتا ہوں کہ گزشتہ مرتبہ جب ملکوٹ صاحب نئے طور پر پی - ڈبلیو - ڈی کے منسٹر ہوئے تھے اسی وقت میں نے کرم نگر سے متعلق ایک کیس اون کے سامنے رکھا تھا کہ ایک انجینیر ایک کام کے سلسلہ میں دو مرتبہ (۲۲۵۰) روپیہ کے چک جاری کئے - انہوں نے کہا تھا کہ -

“I have taken it seriously, I am going to enquire”.

وغیرہ وغیرہ - چھ سات مہینے ہو گئے مگر اب بھی انکوائری جاری ہے - پھر آخر میں ایک کلرک کو ڈیگریڈ ( Degrade ) کیا گیا - انجینیر جو ذمہ دار تھا اوسکو تو بحال رکھا گیا لیکن سزا دی گئی کلرک کو - ایک آنریبل ممبر نے اس سلسلہ میں ایک ڈپٹی رپورٹ پیش کی جس میں کئی جگہ یہ ثابت کیا گیا کہ کس طرح ڈسکریمینیشن برتا جا رہا ہے - مثلاً جیل کی مثال لیجئے - ایک سندھی ڈپٹی جیلر کی پوسٹ پر اپائنٹ ہوتا ہے - چند دنوں کے اندر جیلر اور پھر اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ بن جاتا ہے - یہاں کا کوئی آدمی ہوتا ہے وہ اوپر جانے کی بجائے نیچے آتا لیکن سندھی چھ مہینے میں ہی تین زینے طے کرتا ہے - اس سلسلہ میں جی - اے - ڈی - اور پبلک سروس کمیشن مخالفت کرتا ہے لیکن اسکے باوجود وہ بچے رہتے ہیں یہ کیا قصہ ہے - کیوں ڈسکریمینیشن برتا جاتا ہے - میں نے جو مثالیں بتائی ہیں اون سے معلوم ہوا کہ کافی کرپشن بڑھ رہا ہے - اس لئے حکومت کو چاہئے کہ فوراً اس طرف توجہ کرے کمیشن نے اس سلسلہ میں لانگ ٹرم ( Long-term ) اور شارٹ ٹرم ( Short-term measures ) میژرس ( Short-term measures ) ۱۲ اور ۶ جو بتائے ہیں اون میژرس کی میچرائی کو قبول کرنے میں مجھے کوئی عذر نہیں ہے - مگر جیسا کہ میں نے عرض کیا ہے جو پروسیجر اڈاپٹ ( Adopt ) کیا گیا ہے وہ ناکافی ہے جسکی وجہ سے وہ دیگر اقدامات کا ذکر نہیں کر سکے اور میں یہ بھی پوچھنا چاہتا ہوں کہ جو ۱۴ اور ۶ میژرس بتائے گئے ہیں اگر وہ اختیار کر لئے جائیں تو کیا ہمارے سماج میں سے کرپشن نکل سکتا ہے - میں تو نہیں سمجھتا کہ کرپشن ہمیشہ کے لئے چلا جائیگا - یہ اسی وقت دور ہو سکتا ہے جبکہ موجودہ فیوڈل اور سرمایہ دارانہ ڈھانچہ کو تبدیل کیا جائے - یہ میں مانتا ہوں کہ ان اقدامات سے کچھ فائدہ ضرور ہوگا لیکن جب تک پرسنل انٹرسٹس اور مفادات حاصل ہمارے سماج کے ڈھانچہ میں رہیں گے اوس وقت تک یہ کرپشن جاری رہیگا -

[Shri B. D. Deshmukh (Chairman) in the Chair]

میں ایک مثال دیتا ہوں - الکشن ہوا اور پاپولر مشنری آئی - اوس وقت یہ جھڑپ ہوئی کہ کس گروپ کے مشنر ہوں - پہلے تو (۱۳) آدمیوں کی کمیٹی بنائی گئی - لیکن جب

یہاں کے آئریبل ممبرس کا دباؤ۔ سنٹرل گورنمنٹ کا دباؤ ہوا یا اور کوئی وجہ ہوئی کہ اونکو جھکنا پڑا۔ اپنے پرسنل انٹرسٹ کو کم کر کے۔ نوپٹزم (Nepotism) کو کم کر کے اوس کو (۱۰) تک گھٹایا گیا۔ لیکن پھر جب پرسنل یا گروپ انٹرسٹ بڑھنے لگا تو پھر (۱۶) منسٹریاں قائم کی گئیں۔ اوپر سے نیچے تک اور نیچے سے اوپر تک فیوڈل سسٹم موجود ہے۔ مفادات کے درمیان ایک ٹگ آف وار (Tug of war) چل رہا تھا۔ چیف منسٹر اپنا انٹرسٹ چاہتے ہیں۔ دوسرا گروپ اپنا انٹرسٹ چاہتا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ آخر میں (۱۶) منسٹریاں قائم ہو جاتی ہیں۔ ہر ڈپارٹمنٹ میں بھی یہی حال ہے۔ جب منسٹری میں یہ حال ہے تو ہر ہیڈ آف دی ڈپارٹمنٹ بھی یہی کوشش کرتا ہے کہ اپنے اپنے آدمیوں کو لے۔ چنانچہ (I. G. P. Jail) بھونانی صاحب نے ایک پروپوزل پیش کیا تھا کہ ۱۲ سپرنٹنڈنٹ کی پوسٹس قائم کی جائیں۔ تاکہ سندھیوں کو اوس میں بھرا جاسکے۔ اس لئے ڈپارٹمنٹس میں بھی اپنے اپنے لوگوں کو بھرنے کی خاطر نئی نئی اسکیمیں پیش کی جاتی ہیں۔ کمیٹی سے لیکر پٹیل پٹواری تک اور چھوٹے چھوٹے کلرکس تک ہر شخص اپنا اپنا انٹرسٹ پیش نظر رکھتا ہے۔ اسی لئے میں کہتا ہوں کہ موجودہ ساج کا ڈھانچہ جب تک نہیں بدلیگا کرپشن پوری طرح جانے والا نہیں۔ لیکن اس کے باوجود بھی کمیشن نے میژرس بتائے ہیں اگر اوس کو مان لیا جائے تو کافی فائدہ ہوگا۔ کرپشن کمیٹی کی جانب سے یہ میژرس بتائے گئے ہیں۔

### Propaganda, Ethics, Teaching, Burrakatha, Songs.

وغیرہ وغیرہ۔ جیسا کہ میں نے پہلے عرض کیا ہے جو میژرس بتائے گئے ہیں میں اون کے خلاف نہیں ہوں لیکن یہ کہہونگا کہ جو میژرس بتائے گئے ہیں وہ بھی ناکافی ہیں۔ مثلاً ایتھکس کے ذریعہ کیا ہو سکتا ہے؟ نظام کے زمانہ میں بھی اخلاقیات اور دینیات وغیرہ کے سبق دئے جاتے تھے لیکن اوس کا نتیجہ کیا ہے۔ آج جو مرچنٹس ہیں۔ جو اسٹوڈنٹس ہیں۔ جو ڈاکٹرس ہیں۔ جو وکیل ہیں وہ سب اوسی کی پیداوار ہیں۔ اور ہم بھی ہیں۔ تو کہنے کا مطلب یہ ہے کہ ایتھکس پر ہی پورے معاملہ کا دار و مدار رکھا نہیں جاسکتا۔ مورلس (Morals) بھی کئی قسم کے ہو سکتے ہیں۔ آپ کے کانگریس کا مورل الگ ہے۔ انڈیو جیول مورل الگ ہے۔ گاندھین مورل الگ ہے۔ پولیٹیکل مورل الگ ہے۔ یہ سب الگ الگ مورلس ہیں۔ کونسے مورل کے بیسی دینا چاہئے۔ آپ کا پولیٹیکل مورل یہ ہوتا ہے کہ جب کبھی الکشن ہوتا ہے تو مخالف کو جوتا مار کر الکشن جیتا جاتا ہے۔ میں مورلس اور اوس کے سبق دینے کے خلاف نہیں ہوں لیکن یہ الگ الگ مورل ہو سکتا ہے۔ اس لئے میں کہہونگا کہ مورل سے کسی حد تک فائدہ ہو سکتا ہے۔

دوسرے مجھے یہ بھی عرض کرنا ہے کہ اکریڈیٹڈ پالیسی بنانا اور اڈمنسٹریشن (Administration run) کرنا یہ دو چیزیں الگ الگ ہیں۔ یہ کہا جاتا ہے۔ اس سے میں ڈفر (Differ) کرتا ہوں اور مجھے یہ آلٹرنیٹو پروپوزل (Alternative proposal)

دینا ہے کہ سرویس کو کمپلیٹلی ( Completely ) ری آرگنائز ( Reorganise ) کرنا چاہئے۔ جو بیوروکراسی ( Bureaucracy ) ہے اس کو نکالنا چاہئے۔ پولیس ایکشن حیدرآباد میں ہوا لیکن جن طرح کہ اودھر کے ایک ممبر فرما رہے تھے بعض دماغوں میں ابھی پولیس ایکشن نہیں ہوا ہے تو اس کے لئے ری آرگنائزیشن کرنا چاہئے۔ اور ٹائم ٹو ٹائم کمیٹی کی طرف سے سکریٹریٹ چک اپ کرنا چاہئے۔ میں سمجھتا ہوں اب بھی جو پالیسی ہوتی ہے وہ اکرڈیکٹیو ہی رن کرتی ہے۔ کمیٹی نام کو ہے زیادہ وقت نہیں ہے ورنہ میں تفصیل سے اس پوائنٹ پر ڈسکس کرتا۔ میں دوسرے سیشن کی طرف بھی حکومت کی توجہ مبذول کراتے ہوئے ان کو قبول کرنے کے لئے کہوں گا۔ لیکن اپنی تقریر ختم کرنے سے پہلے ایک اور چیز میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ کمیشن کی طرف سے جو بھی سیشن دئے گئے ہیں وہ بھر بھی بہتر ہیں۔ ابھی ایک آنریبل ممبر فرما رہے تھے کہ اگر کسی کو موجودہ کمیشن کے بتائے ہوئے کمیٹی یا کمیشن کے کہنے کے مطابق کسی شخص کو کورٹ کے تفویض کیا گیا اور کورٹ چھوڑ دے اور موجودہ حکومت کے خلاف دعویٰ کر بیٹھے کہ مجھے پورے معاوضہ کے ساتھ بحال کیا جائے لیکن میں نہیں سمجھتا کہ یہ صحیح ہوسکتا ہے۔ جب موجودہ قوانین ناکافی ہیں تو انہیں ری انیکٹ ( Re-enact ) کرنا چاہئے اور ہم ایسا قانون بنا سکتے ہیں جن کے ہونے کے بعد پھر ملزم بحال نہیں ہوسکتے۔ میں چاہتا ہوں کہ کمیشن اثنا پاور فل ہو جتنا کہ سپریم کورٹ ہوتا ہے۔ پبلک سرویس کمیشن کے ریکمنڈیشن کی طرح ان کے احکامات یا سفارشات رد نہ کیا جانا چاہئے۔ ایک آنریبل منسٹر جس طرح کہہ رہے تھے کہ ایک الگ ڈپارٹمنٹ اس کے لئے قائم کیا جائیگا اور جو ڈائریکٹ منسٹر صاحب کے تحت رہیگا۔ میں آنریبل منسٹر سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ نظام کے زمانے میں جو اکرڈیکٹیو کونسل تھی اس کے تحت بھی ایک ایسی کریپشن ڈپارٹمنٹ دو سال تک قائم رہا لیکن اوس سے کیا فائدہ ہوا۔ کیا آپ اوس ہسٹری کو دہرانا چاہتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ کمیشن بنانے کا سیشن اچھا ہے لیکن پبلک سرویس کمیشن کے جیسے پاورس ہیں ویسے پاورس اس کے لئے کافی نہیں ہونگے بلکہ اوس کو پورے پورے پاورس ہونا چاہئے جیسے سپریم کورٹ کے ہیں۔

دوسرے یہ کہ اس کمیشن کو ڈسٹرکٹ کے مسائل پر رائے دینے کے لئے ہر ڈسٹرکٹ میں ایک اڈوائزری کمیٹی بنائی جائے۔ مجھے اس کے لئے بھی آلٹرنیٹو سیشن ( Suggestion ) دینا ہے۔ انجینیرس جب ورک الاٹ ( Work allot ) کرتے ہیں تو جیسا کہ خود کمیشن نے رپورٹ کی ہے دس فیصد بجٹ کریپشن میں چلا جاتا ہے۔ اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ ورک الاٹ کرنے کے لئے لوکل اڈوائزری باڈیز سے مشورہ کر کے لوکل کنٹراکٹس کو ہی دیا جائے۔ مجھے یہاں دہرانے کی ضرورت نہیں ہے کہ لوکل کنٹراکٹس کو کیوں دینا چاہئے لوکل لوگوں کو اپنے ضلع کو اچھا بنانے یعنی اپنے گھر کو اچھا بنانے کی زیادہ فکر رہتی ہے اس لئے لوکل کنٹراکٹس کو دیا جائے تو زیادہ فائدہ ہوسکتا ہے۔ اگر وہ آگے نہیں آتے ہیں تو دوسروں کو دیا جا سکتا ہے۔

اس کے بعد امپلائمنٹ اکسپجینج کے ضمن میں مجھے یہ کہنا ہے کہ اس کی شاخیں ہر ضلع میں کھولی جائیں۔ ہر ضلع میں ایک ایک برانچ ہو تو اڈوائزری باڈیز جنہیں بنانے کے لئے میں نے کہا ہے وہ اور برانچ کے لوگ بیٹھکر اپوائنٹمنٹ کے لئے تجویز پیش کر سکتے ہیں۔ اس سے نیوٹیزم اور کرپشن میں کمی ہوسکتی ہے۔

ہرزنٹ پٹیل پٹواری سسٹم کے ضمن میں مجھے زیادہ عرض کرنا نہیں ہے۔ سرجیشن میں تو یہ بتلایا گیا ہے کہ ان کو کافی سہولتیں نہیں ہیں لیکن میں سمجھتا ہوں کہ کن کن طریقوں سے پٹیل پٹواری کرپشن کرتے ہیں کمیشن اس کو نہیں جان سکا۔ ہم جانتے ہیں کہ اس میں بہت زیادہ کرپشن ہے اس لئے اس طریقہ کو ختم کر کے ان کو ایک پیڈ کلرک (Paid Clerk) کے طور پر رکھا جائے تو اس سے کرپشن میں کمی ہوسکتی ہے ورنہ نہیں۔

مجھے اور ایک چیز یہ کہنا ہے کہ نظام کے زمانہ کے یوسیدہ قوانین ”انس“ اینڈ ”بٹس“ کے ساتھ اور غیر معمولی کامپلیکیشنس (Complications) سے بھرے ہوئے ہیں ان میں اسکی گنجائش ہے کہ کرپشن کرنے کے باوجود آسانی سے بچ سکتے ہیں ممکن ہے کہ بعض قوانین ایسے نہوں لیکن اسمبلی ان سب قوانین کو ری انیکٹ کرے۔

ڈفرنس آف پی (Difference of pay) کے بارے میں مجھے یہ کہنا ہے کہ ایک شخص کی تنخواہ ۶۰۵ روپے ہوتی ہے دوسرے کی ۳۰۰-۳۵۰ ہوتی ہے اور تیسرے چیف سکریٹری کی ۳۷۰۰ ہوتی ہے۔ یہ حال کب تک رہیگا۔ کیا یہ کرپشن کی وجہ نہیں بن رہی ہے۔ اگر آپ چاہیں تو گزیٹڈ اور نان گزیٹڈ آفیسرس کو زیادہ سے زیادہ سوشل امینیٹیز دی سکتے ہیں۔ لیکن بہر حال وائڈ ڈفرنسیس (Wide differences) کو ختم کرنا چاہئے۔ میں پورے سوشلسٹ پیس پر تو سبجٹ نہیں کر رہا ہوں۔ موجودہ تنخواہوں میں ایک تا پندرہ کا فرق رکھئے یا ایک تا بیس کا بھی فرق رکھئے اور جیتک آپ ایسا نہیں کرتے یہ کرپشن جانے والا نہیں ہے۔

ساتھ ساتھ مجھے یہ بھی عرض کرنا ہے کہ جب کسی کیس میں پرائیویسی ملجاتی ہے اور کیس کمیشن کو جانا ہے تو اسکی خوب پبلیسی کیجئے کہ فلاں تحصیلدار نے ایسا کیا ہے۔ اسکی حد سے زیادہ پبلیسی کیجئے تاکہ دوسروں کو ہمت نہ ہوسکے کہ آئندہ اسطرح کرنے سے اوس کا بھی وہی حال ہوگا۔

آخر میں مجھے اتنا ہی عرض کرنا ہے کہ جو بھی میٹرس کمیشن کی طرف سے پیش کئے گئے ہیں اور الٹرنیٹو کے طور پر میں نے اور دیگر آنریبل ممبرس نے جو سرجیشن دئے ہیں انکو مان لیا جائے۔ اور انکو ایک ساتھ آئسٹلی امپلیمینٹ (Honestly implement) کیا جائے۔ میں نہیں کہتا کہ آپ امپلیمینٹ نہیں کرانینگے لیکن اگر امپلیمینٹیشن میں آئسٹی کا دخل ہو تو کچھ نہ کچھ ضرور فائدہ ہوگا۔ ہوسکتا ہے کہ



دس۔ پانچ یا کم از کم دو فیصد کرپشن گھٹے۔ لیکن مجھے شبہ ہے کہ آئیسٹی کو دخل نہ رہیگا۔ جو رولس اینڈ ریگولیشنس ہیں وہ خود ایسے ہیں کہ جن سے کرپشن (Corruption) ہو سکتا ہے۔ اور جبتک انکی ترمیم نہیں کی جاتی پورا کرپشن دور نہیں ہو سکتا۔ لیکن پھر بھی جو سرجیشن بتلائے گئے ہیں ان پر عمل کیا جائے تو کچھ کرپشن دور ہو سکتا ہے کچھ کرپشن ختم ہونے کے بعد جو باقی رہیگا اسکو دور کرنے کے لئے ہم پھر سوچ سکتے ہیں اسلئے ایوان اور خاص طور پر منسٹر کنسرند اس پر زیادہ توجہ دیں۔

\* شری انا راؤ گن مکھی (افضل پور) :- اس رپورٹ کے بارے میں اب تک جو رائے زنی ہوئی اور جو آئندہ ہونے والی ہے وہ زیادہ تر اسی رپورٹ سے لی گئی ہے۔ اس میں ہر ممبر اپنی طرف سے مزید کچھ رائے پیش کر رہا ہے۔ میں نے جہاں تک اس رپورٹ کو دیکھا ہے اور اس میں جو ریمیدیز (Remedies) بتلائے گئے ہیں وہ میں سمجھتا ہوں کہ واقعی طور پر قابل ستائش ہیں اور انکی واقعی طور پر گورنمنٹ پوری پوری تعمیل کرے تو بہت کچھ کرپشن، بھرشا چار کم ہو سکتا ہے۔ اودھر کے ایک آنریبل ممبر نے کہا کہ سرویسس کا ایک فیوڈل (Feudal) ڈھانچہ ہے اور جبتک فیوڈل ایزم نہ جائے کرپشن بھی نہیں جاسکتا۔ اس سے میں سمجھتا ہوں کہ اودھر کے ممبرس ہی متفق ہو سکتے ہیں اودھر کے نہیں۔ کیونکہ سرویسس کی ایک بالکل علیحدہ کلاس ہے۔ اگر انکو فیوڈل لوگوں کی جماعت سمجھتے ہیں تو وہ آپکی نظر میں کرپٹ ہو سکتے ہیں لیکن سرویسس میں جو ہماری برادری کے لوگ ہیں جو ہمارے بھائی ہیں وہ آپکی طرف سے بھی ہیں اور ہماری طرف سے بھی ہیں اور تمام طبقات کے لوگ اس میں شامل ہیں۔ آج ہمیں یہ سوچنا نہیں ہے کہ پبلک کس حد تک کرپٹ ہے۔ پبلک سرویس کمیشن نے یہ بتلایا ہے کہ زیادہ تر ذمہ داری پبلک پر ہی ہے کیونکہ کسی معاملہ پر غور کرنے وقت جب ڈیلے (Delay) ہوتی ہے تو لوگ پیسہ یا اور کوئی لالچ دیکر کام نکالنا چاہتے ہیں۔ اس طرح پرائمری (Primary) یا اصل ذمہ داری تو سرویسز پر عائد ہوتی ہے اور سکندری (Secondary) ذمہ داری پبلک پر عائد ہوتی ہے۔ اگر ڈیلے کو کم کیا جائے تو اس کی نوبت ہی نہیں آتی۔ ہمیں ساری مشنری ڈیلے کو دور کرنے میں کام میں لانا پڑیگا۔ ہمیں اس بات پر دھیان دینا نہیں ہے کہ اس کے لئے اب تک حیدرآباد میں کون کون سی کمیٹیاں بنیں اور انہوں نے کیا کیا کام کیا۔ بلکہ ہمیں دیکھنا ہے کہ اس وقت ہم کیا کر سکتے ہیں۔ اس جانب کے ایک آنریبل ممبر نے فرمایا کہ پبلک سرویس کمیشن کو زیادہ اختیارات دئے جائیں۔ لیکن وہ تو ایک کنسلٹنگ باڈی (Consulting body) ہے۔ جو اتھارٹی (Authority) (اہوائٹنٹ کرتی ہے وہی ڈسمس) (Dismiss) بھی کر سکتی ہے۔ البتہ یہ ہو سکتا ہے کہ کسی کے لئے شہادت زیادہ لیجائے۔ تحقیقات کے لئے ایک ٹریبیونل (Tribunal) یا باڈی بنائی جائے جس کے سامنے شہادت آیا کرے۔

اس میں یہ تصور بھی ہے کہ امپلائر (Employer) جو چارج لگانے والا ہوتا ہے وہی پراسیکیوٹر (Prosecutor) اور وہی جج نہ بنے۔ ایک ایسی کمیٹی ہونی چاہئے جس پر کسی کا اثر نہ ہو۔ اسی صورت میں امپلائر کے ساتھ نا انصافی ہونے کا اندیشہ نہیں رہ سکتا۔ رپورٹ میں جو کمیشن یا باڈی بنانے کی سفارش کی گئی ہے اس کے لئے وہ یقیناً قابل مبارک باد ہے۔ لیکن اس میں بھی کچھ مشکلات پیدا ہوتی ہیں۔ رپورٹ میں یہ کہا گیا ہے کہ ایکس برانچ اور ٹرایبونل آف انکوائری کو ختم کر کے اسکی جگہ ایک باڈی بنائی جائے۔ یہاں ہاؤس کے سامنے دو چیزیں غور طلب ہیں۔ ایک یہ کہ جہاں کہیں ایسی الیکل گرائیفیکیشن (Illegal gratification) یا کرپشن کی صورت نظر آتی ہے تو اس پر فوجداری ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ اور اس کو پریونشن آف کرپشن ایکٹ (Prevention of Corruption Act) کے تحت چالان کرنا پڑتا ہے۔ ایسی صورت میں یہ تفتیش کرنے والی کمیٹی پراسیکیوٹر نہیں بنتی۔ سنٹر کا جو قانون لاگو کیا گیا ہے اس کے ساتھ فوجداری کا چالان انکے سامنے نہیں ہوتا۔ چالان تو مجسٹریٹ کے سامنے ہوتا ہے۔ ایسی صورت میں ایسا کوئی نہ کوئی آلہ رہنا چاہئے چاہے وہ ایکس برانچ ہو یا کوئی اور آفیسر اس کے لئے مقرر کر کے مدد دیجائے۔ لیکن ایک پراسیکیوٹر ہونا ہی چاہئے۔ اور اسکو ہائی پاور دیکر چالان پیش کر کے الزام کی تحقیقات کرنے کا اختیار دینا چاہئے۔ یہ ہلپ فل (Helpful) ثابت ہوگا۔ ورنہ کمیشن کے سامنے صرف ڈسپلنری ایکشن (Disciplinary action) کے کیس آئیں تو وہ کورٹ تو نہیں ہے۔ ٹریبونل آف انکوائری ایکٹ کے تحت جو ٹریبونل ہوتا ہے اسکے تحت سنٹرل ایکٹ کا چالان عدالت میں جاتا ہی نہیں ہے۔ میں گورنمنٹ کو یہ یاد دلانا چاہتا ہوں کہ جہاں تحصیلدار اور گزٹڈ آفیسر کو نوٹس پر دستخط کر کے دیتے ہیں اور وہ کیس ٹریبونل آف انکوائری میں جاتا ہے۔ حالانکہ اسکو فوجداری میں جانا چاہئے۔ اسکی بجائے ڈسپلنری ایکشن کے لئے ٹریبونل آف انکوائری میں بھیجا جاتا ہے۔ یہ کس حد تک صحیح ہے۔ ایسے کتنے کیس ہیں جن میں فوجداری نوعیت کے جرائم ہیں۔ لیکن اس کے باوجود ٹریبونل آف انکوائری میں بھیجا گیا۔ یہ ٹرایبونل کیا ہے۔ اسکو زیادہ سے زیادہ ضابطہ فوجداری اور دیوانی کے کچھ ڈاکومنٹس اور ایویڈنسس (Evidences) کے پاورس دئے گئے ہیں۔ وہ زیادہ سے زیادہ یہ رائے دے سکتی ہے کہ سروس سے ڈسمس کیا جائے۔ اسکو تعزیری سزا دینی ہوتی ہے لیکن محکمہ بہت نرم دلی سے کام لیتا ہے۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سرکار کو اپنے ملازمین سے بہت محبت ہے۔ اسلئے انہیں سپرد فوجداری کرنے یا فٹ کلاس مجسٹریٹ کے سامنے بھیجنے کی بجائے ٹریبونل میں بھیجتے ہیں۔ اگر ہمیں اپنی سروسز کو افیشینٹ بنانا ہے تو ایک کمیشن کا قیام ضروری ہے۔ البتہ ایکس برانچ ہو یا چیف سکریٹری کے پاس ایسا برانچ رہے کہ جو بھی پبلک کی درخواست آتی ہے اس پر تحقیقات کر کے اسکو عدالت میں بھیجا جائے۔ ٹریبونل آف انکوائری کا نام تو بہت بڑا ہے لیکن وہ صرف ڈسپلنری ایکشن لے سکتی ہے۔ صرف رائے دیتی ہے۔

کیونکہ اپوائنٹنگ اتھارٹی (Appointing authority) ہی ڈسمس کرنے کا اختیار رکھتی ہے۔ ہمیں یہاں تین چیزیں دیکھنا ہے۔ ایک تو یہ ہے کہ ڈپارٹمنٹل رولس کی خلاف ورزی ہوتی ہے۔ دوسرے یہ کہ بعض سیریس (Serious) کیس ہوسکتے ہیں جنکی سزا ڈسمس (Dismissal) ہوسکتی ہے۔ اور تیسرے فوجداری نوعیت کے مقدمات ہوتے ہیں۔ جو چھوٹے چھوٹے ڈپارٹمنٹل خلاف ورزیاں ہوتی ہیں وہاں ویسی ہی کارروائی ہوتی ہے۔ فوجداری کارروائی کی نوعیت کی صورتیں بھی ہوتی ہیں۔ یہ سب کمیشن کے سامنے آنے چاہئیں۔ اگر کہیں کوئی شدید خلاف ورزی ہوتی ہے یا کوئی رڈ ٹپزم (Red Tapism) ہوتا ہے تو ویسے کیس بھی ڈسپلنری ایکشن کے لئے ڈسمس یا ڈی موشن (De-motion) کے لئے کمیشن کے سامنے بھیجے جائیں گے۔ فوجداری نوعیت کے لئے ایک اعلیٰ باڈی ہونی چاہئے۔ یہاں ایک ہائی پیڈ آفیسر (High paid officer) کو رکھنے کی سفارش کی گئی ہے۔ یہ شبہ پیدا ہوسکتا ہے کہ یہی پراسیکیوٹ کرنے والا ہے اور یہی سزا دینے والا ہے۔ میں کہوں گا کہ اگر پراسیکیوٹ کرنے والا اور جج ایک ہی ہوتو انصاف کی توقع نہیں ہوتی۔ جسکے ساتھ انصاف کیا جا رہا ہے اس کو معلوم ہونا چاہئے کہ اس کے ساتھ انصاف ہو رہا ہے۔ اسلئے پراسیکیوٹنگ مشینری علحدہ ہونی چاہئے۔ اگر ہیڈ آف دی ڈپارٹمنٹ کوئی کیس بھیجیں تو کمیشن کو یہ دیکھنے کا اختیار ہونا چاہئے کہ آیا وہ میجر (Major) خلاف ورزی ہے یا مائٹر ہے۔ یا فوجداری نوعیت کی ہے۔ اسی طرح سے پینل (Penal) ہوتو ایکس براؤچ کے ذریعہ عدالت میں بھجوا دیا جائے۔ اس سے کم ہو تو کمیشن کے سامنے آئے۔ مائٹر خلاف ورزیوں کی ڈپارٹمنٹل تحقیقات ہو کر ڈپارٹمنٹ کے ذریعہ ہی سزا دی جانی چاہئے۔ آج یہ ہو رہا ہے کہ کوئی چیز معین نہیں ہے۔ فوجداری مقدمات کو ٹریبونل میں بھیجا جاتا ہے شدید خلاف ورزیاں بھی ہوتی ہیں تو ہیڈ آف دی ڈپارٹمنٹ کوئی ایکشن نہیں لیتے رپورٹ میں یہ بتایا گیا ہے۔ ہمارے طلب کرنے پر وہ کیس لائے گئے یہ بتایا گیا ہے اسلئے کمیشن قائم ہوتو اسکے سامنے یہ چیزیں رہیں گے۔ عدالت میں چالان ہونا ٹریبونل کے ذریعہ تحقیقات ہونا لازمی ہے۔ چھوٹے چھوٹے کارروائیوں کی ڈپارٹمنٹل انکوائری ڈپارٹمنٹ میں ہونی چاہئے۔ اس طرح کمیشن کو پاور دیا جائے۔ یہ ایسا کمیشن ہو کہ اس میں آفیسر رہیں گے۔ اس میں جو چیف جسٹس چیف منسٹر اور پبلک سروس کمیشن کے چیئرمین ان تینوں کو رکھنے کی جو رائے دی گئی ہے وہ بہترین رائے ہے۔ ایسا سلکشن ہو جائے تو اس انڈپنڈنٹ باڈی کے ذریعہ آفیسر کی مشنری کو بہترین بنانے میں بہت بہترین کام ہوسکتا ہے۔

رپورٹ میں یہ بتایا گیا ہے کہ کونسے کونسے ڈپارٹمنٹس میں کس طرح کرپشن ہوتا ہے۔ ایک یہ ہے کہ پبلک کا پیسہ لیکر اپنا جیب بھرتے ہیں۔ ایک یہ ہے کہ پبلک جو پیسہ جمع کرتی ہے اس میں اسکو اسکو انڈرنگ (Squandering) ہوتی ہے۔ اس طرح پبلک منی ویسٹ (Public money waste) ہوتی ہے۔ ممکن

ہے اس میں کچھ اگزاریشن ہو لیکن یہ کسی حد تک صحیح بھی ہے۔ مجھے ایک قصہ یاد آتا ہے کہ کس طرح پبلک کا پیسہ خرچ ہوتا ہے۔ ایک راجہ تھا اور اس کا ایک منتری تھا دونوں شکار کو نکلے۔ واپسی میں انہیں ایک دیول میں ٹھہرنے کا اتفاق ہوا۔ دیول میں ایک پجاری تھا۔ لیکن دیول میں کوئی بتی نہیں تھی۔ راجہ نے پوچھا کہ دیول میں چراغ کیوں نہیں ہے۔ پجاری نے بتایا کہ دیول کی تھوڑی بہت انعامی اراضی ہے۔ آمدنی اس کے لئے کافی نہیں ہوتی۔ راجہ نے کہا کہ یہاں چراغ لگانے کا کیا صرفہ ہوگا۔ پجاری بولا ۵۰ من تیل لکیگا۔ راجہ نے اپنے منتری سے کہا کہ اچھی بات ہے میں یہاں کا راجہ ہوں اس کا انتظام کر دوں گا اس نے اپنے منتری سے کہا کہ اس دیول کے لئے ۱۰۰ من تیل منظور کر دو۔ منتری نے کہا مہاراج وہ تو ۵۰ من مانگتا ہے اور آپ ۱۰۰ من دے رہے ہیں۔ راجہ بولا کہ شہر سے (حیدرآباد سے) یہاں آنے تک وہ ۱۰۰ من ۵۰ من ہی ہو جائیگا۔ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ خزانہ سے منظور تو ہوتا ہے لیکن درمیان میں بہت سا ہڑپ ہو جاتا ہے۔ اس کو سختی کے ساتھ روکنے کی ضرورت ہے۔ پولیس ڈپارٹمنٹ میں کرپشن ہوتا ہے ہمارے پاس پولیس کو اس بات کا اختیار ہے کہ کسی شخص کو پکڑ کر ۱۲ گھنٹے اپنی کسٹڈی (Custody) میں رکھ لے۔ حالانکہ جب تک کہ اس کے خلاف پرائیمافیس ایویڈنس (Prima facie evidence) نہو ایسا کرنے کا اختیار نہیں ہے۔ ایک باہر قانون کا خیال ہے کہ تاوقتیکہ کسی کے خلاف بادی النظری شہادت موجود نہو اس کو گرفتار نہیں کر سکتا۔ لیکن بادی النظری تو ایک طرف یہاں پولیس کو پورا اختیار دیدیا گیا ہے جسکی وجہ سے کرپشن کے امکانات پیدا ہو جاتے ہیں۔ موجودہ سوسائٹی کے لحاظ سے ان چیزوں کو مؤثر طور پر روکنے کی ضرورت ہے۔ اس رپورٹ میں بھی یہ صاف طور پر بتایا گیا ہے کہ منسٹرس جو پالیسی طے کرتے ہیں اس کو امپلمنٹ کرنے والے یہی سرویسز ہیں اس میں ڈیلے ہوتی ہے تو کرپشن کے مواقع پیدا ہوتے ہیں۔ اس ڈیلے (Delay) کو روکنے کے قواعد نہیں ہیں۔ قواعد بنانے پر بھی ایک درخواست موصولہ میں ۱۵ دن تک پڑی رہتی ہے۔ منسٹرس بھی پیچھا کرتے ہیں تو اس کا پتہ نہیں چلتا۔ مجھے خود اس کا تجربہ ہے۔ جب تک اس کو نہ روکا جائے پبلک کو شکایت رہیگی۔ اس لئے ٹریبیونل کے جو لانگ ٹرم (Long-term) مفارشات ہیں ان پر عمل کرنے کا ایک طریقہ ہو سکتا ہے۔ اور دوسرا طریقہ اخلاقیات کا۔ اخلاقیات تو ہم یونیورسٹی میں پڑھتے رہے ہیں۔ یہ شیعہ لڑکوں کو بھی پڑھایا جاتا ہے۔ لیکن انسان کی کچھ اس قسم کی طبیعت ہے کہ وہ پڑھتا سب کچھ ہے لیکن عمل نہیں کرتا اور اپنی غرض کا بندہ بن جاتا ہے۔ حالت یہ ہے کہ جب کوئی نان گریڈ ملازم غلطی کرتا ہے تو اوسکی چھوٹی چھوٹی غلطی قابل سزا و قابل چالان سمجھی جاتی ہے لیکن جو گریڈ آفیسر ہوتے ہیں مثلاً تحصیلدار وغیرہ وہ انکوائری ٹریبیونل (Enquiry tribunal) میں بھیج دئے جاتے ہیں۔ انکو جو سزا دی جاتی ہے وہ بڑی سے بڑی سزا یہ ہوتی ہے کہ برطرف کر دیا جاتا ہے۔ فوجداری مقدمات ان پر نہیں چلائے جاتے۔

کیونکہ عدالت میں جائیں تو انکی بے عزتی ہوتی ہے اسکا خیال رکھا جاتا ہے۔ اور نان گزٹیڈ ملازمین سے ایسی غلطی ہوتو چالان کر دیا جاتا ہے۔ ٹریبیونل انکوائری فوجداری نوعیت کے جرائم کرنے کی صورت میں رکھی گئی ہے ایسا معلوم ہوتا ہے۔ اسلئے میں عرض کرونگا کہ کمیشن نے جو سفارشات کئے ہیں چار متدین لوگوں کو جن میں ججس بھی ہوں ایسے لوگوں کا کمیشن بنایا جائے اور تحقیقات کے لئے ایسے لوگوں کو مامور کیا جائے جیسے کہ ایکس برانچ (Exbranch) ہوتی ہے اسکے ذریعہ تحقیقات کرائی جائے۔ اگر گورنمنٹ ان امور پر واقعی طور پر وچار کرے تو میں سمجھتا ہوں کہ ہمارے ڈپارٹمنٹس سے اور ہمارے ملازمین سرکار سے کرپشن دور ہو جائیگا۔ اور آفیشیل مشینری اچھی طرح سے چلیگی۔

The House then adjourned for recess till Thirty-Five Minutes past Five of the Clock.

The House re-assembled after recess at Thirty-Five Minutes past Five of the Clock.

[Shrimathi Masooma Begum (Chairman) in the Chair]

\* شری سید اختر حسین (جنگاؤں) :- میڈم سپریم - انٹی کرپشن کی جس رپورٹ پر آج ایوان میں مباحث ہو رہے ہیں اوس سلسلہ میں مجھے ایک شعر یاد آتا ہے کہ :-  
کیا لطف جو غیر پردہ کھولے  
جادو وہ جو سر پہ چڑھ کے بولے

جب سے یہ اسمبلی قائم ہوئی اوس وقت سے خاص طور پر حکمران طبقے کو اس جانب متوجہ کیا جاتا رہا کہ ہمارے دیش کے اندر رشوت ستانی و بدعنوانیاں بڑھ رہی ہیں لیکن ہمیں ہمیشہ اس قسم کا جواب ملتا رہا کہ یہ الزامات صحیح نہیں ہیں یا انکی اہمیت اتنی نہیں ہے جتنی کہ بیان کی جا رہی ہے مگر اس کمیشن کی رپورٹ سے جو انکشافات ہوئے وہ صاف صاف ہمارے سامنے آچکے ہیں۔ اس کمیشن کو حکومت نے مقرر کیا تھا۔ اس کمیشن نے اپنی رپورٹ کی ابتدا جن الفاظ سے کی ہے وہ خاص طور پر قابل غور ہیں۔ کہتے ہیں کہ

“While corruption has existed for long past, it has lately become more widespread and is still on the increase”.

یعنی ایک طرف تو اس بات کا اعتراف کیا جاتا ہے کہ ہمارے ملک میں کرپشن بہت زمانے سے موجود ہے۔ اوسکے ساتھ ساتھ یہ انکشاف بھی کیا جاتا ہے کہ حال حال میں کمی کی بجائے اضافہ ہو گیا ہے۔ آگے چلکر اعادہ کیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ

“From the material at our disposal we are convinced that while corruption and malpractices have undoubtedly

existed in the past also, these evils have now become more wide in extent, more open in form, and have steadily pervaded almost all sections of our society”.

تو یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ ہمارے سماج کے اندر اس وقت کرپشن کی جو حالت ہے اوسکی شدت دن بدن بڑھتی ہی جا رہی ہے۔ اور دوسری طرف ہمارا یہ دعویٰ ہے کہ ہمارے دیش میں جمہوریت آچکی ہے۔ اوس عمل اور اس قول میں کس طرح ربط قائم کیا جاسکتا ہے اور کن نتائج پر پہنچ سکتے ہیں اسکی جانب اشارہ کرنے سے پہلے میں زیر بحث رپورٹ کا سرسری جائزہ لینا مناسب سمجھتا ہوں۔ اس رپورٹ کو ہم آسانی کے ساتھ تین حصوں میں تقسیم کر سکتے ہیں۔ پہلے حصہ میں کمیشن کے ارکان نے مختلف شہادتوں کے بارے میں ضروری اقتباسات پیش کئے ہیں۔ دوسرے حصے میں ان شہادتوں کی بنیاد پر کنکلوژن (Conclusion) ہمارے سامنے رکھا گیا ہے اور اسکی بناء پر دو قسم کے سفارشات کئے گئے ہیں۔ ایک تو لانگ ٹرم ریکمنڈیشنس (Long-term recommendations) ہیں اور دوسرے وہ سفارشات ہیں جن پر فوری عمل کیا جاسکتا ہے۔ پہلے حصے سے متعلق یہ عرض کرنا ہے کہ زیادہ بہتر ہوتا کہ ارکان کمیشن نہ صرف اون لوگوں سے معلومات حاصل کرتے جو اوپر کے درجے کے ہیں بلکہ عوام تک بھی پہنچنے کی کوشش کرتے۔ تاکہ انہیں زیادہ سے زیادہ مفید مشورے مل سکتے۔ کمیشن کے ٹرمس آف ریفرنس (Terms of reference) میں اسکا ذکر کیا جاتا اور ان پر یہ ذمہ داری عائد کی جاتی اور موجودہ جو حالات ہیں انکی اصلاح کے طریقہ کار کے معین کرنے کا کمیشن کو اختیار حاصل ہوتا تو میں سمجھتا ہوں کہ کمیشن بنیادی اسباب کو ملحوظ رکھتے ہوئے اوس بناء پر اپنے خیالات کا اظہار کرتا اور ایک جامع رپورٹ ہمارے سامنے آسکتی۔ لیکن ٹرمس آف ریفرنس میں اس قسم کا کوئی اشارہ نہیں ہے اسلئے کمیشن نے بنیادی اسباب کے تلاش کی کوشش تو کی ہے لیکن ساتھ ساتھ کنکلوژن (Conclusion) کے چپاٹر (Chapter) پر غور کرتے ہوئے ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ زیادہ زور جن بنیادوں پر عائد کیا گیا ہے دراصل وہ بنیادیں نہیں ہیں بلکہ وہ صرف ریفلکٹ (Reflect) کی حیثیت رکھتی ہیں۔ مثال کے طور پر کنکلوژن کے سلسلہ میں کمیشن نے کہا ہے کہ

“This sad state of affairs, in our opinion, is basically due to a progressive fall in the moral standards of our people in all walks of life.”

مجھے اس نکتہ پر اور کنکلوژن پر ایوان کی توجہ مبذول کرانا ہے۔ اگر کسی عمارت کی بنیاد میں پہلی اینٹ ہی تیرھی رکھ دی جائے تو وہ عمارت مستحکم نہ ہو سکیگی۔ ہم سب جانتے ہیں کہ ہمارا سماج بنیادی طور پر جاگیر دارانہ سماج ہے۔ اس جاگیر دارانہ سماج میں مختلف طبقات کے جو رشتے ہیں انکی وجہ سے مختلف قسم کی خرابیاں ہمارے سماج میں پیدا ہوئی ہیں۔ ٹریڈری بنچس کی جانب سے ایک معزز رکن نے یہ بات کہی۔ ”مجھ تعجب ہوتا ہے کہ وہ کس طرح اس قسم کے سوچ بیان کر رہے ہیں۔“

ہماری سرویسز کا تعلق فیوڈل کلاس سے نہیں ہے۔ لیکن وہ کسطرح اسکا ذکر کر گئے معلوم نہیں۔ اگر ہم اپنے ساج میں اسطرح کا اظہار کرتے ہیں تو اسکا اثر کیا ہوگا۔ پاپولر گورنمنٹ کے جو ارکان کابینہ ہیں کسی قسم کے خاص طبقہ سے تعلق نہیں رکھتے۔ تمام طبقات سے ہٹکر عوام کی نمائندگی کرتے ہیں۔ رشوت یا بدعنوانی کا جہاں تک سوال ہے سرویسز سے زیادہ عوام سے وابستہ ہے۔ اسطرح الگ الگ قانون میں کسی مسئلہ کو تقسیم کرنا بنیادی طور پر غلط ہوگا۔ ہمیں اس بات پر غور کرنا چاہئے کہ کریپشن اور مالپرائکٹس (Malpractice) جو ہمارے عوام میں موجود ہیں اوسکے بنیادی اسباب کیا ہیں۔ ظاہر ہے کہ کسی چیز کے بنیادی اسباب کو ساج میں تلاش کرنا ہوگا۔ ساج کا جائزہ لیں تو معلوم ہوتا ہے کہ فیوڈل (Feudal) ساج سے ہم گزرتے آئے ہیں اور آج بھی اوس فیوڈل ساج کا ڈھانچہ تھوڑی بہت تبدیلی کے بعد باقی ہے۔ مرض کی صحیح طور پر تشخیص کر کے اوسکے علاج کی طرف آگے بڑھیں تو ہم ساج کو صحت مند کر سکیں گے۔ یہ فیوڈل ساج دو سو سال کا پرانا مریض ہے۔ اس جانب کمیشن نے بھی اشارہ کرتے ہوئے کہا ہے کہ ہمارے لوگوں کے اخلاق خراب ہیں۔ انہوں نے آسان نسخہ اس مریض کے لئے تجویز کر دیا ہے کہ مورل ری آر ماینٹ (Moral rearmament) کی ضرورت ہے۔ ہمیں معلوم ہے کہ کے۔ ایم۔ منشی سے لیکر حیدرآباد کے بعض خاص سماجی کارکنوں نے بھی برابر یہ نعرہ دھرایا ہے۔ امریکہ سے دوست مالک میں طالب علموں کو بھیجکر وہ چاہتے ہیں کہ ساج کی اصلاح کریں۔

یہ مورل ری آر ماینٹ۔ لوگوں کے اخلاق درست کرنے اور اونکی اصلاح کی کوشش یا یہ ہردئے پری ورتن (हृदय परीवर्तन) یا قلب ماہیت اس قسم کے مضحکہ خیز نعروں کے متعلق آج سے نہیں ہزاروں سال سے تجربہ کرتے چلے آ رہے ہیں۔ میں یہ مانتا ہوں محدود طور پر ایسے اصلاحی اقدامات یا اصلاحی نعروں کا اثر ہو سکتا ہے۔ چاہے اس کا تعلق بھودان سے ہو یا کسی دان سے ہو۔ اگر کوئی اخلاقی نظریہ پیش کیا جائے تو اوس سے محدود حلقہ۔ محدود وقت اور عارضی مدت کے لئے ہی فائدہ ہو سکتا ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ آج سے نہیں بلکہ جب سے تاریخ کا ریکارڈ موجود ہے اوس وقت سے اب تک مختلف مذاہب عالم وجود میں آئے جو مسلسل اخلاقی اصلاح کی کوشش کرتے رہے۔ انسانی اخلاق کو درست کرنے کے لئے حضرت عیسیٰ سے لیکر گاندھی جی تک جتنے پیغمبر اور رہنما اور مصلحین گزرے ہیں انہوں نے یہی کوشش کی کہ لوگوں کے اخلاق کی اصلاح ہونا چاہئے بہت سے واعظ اور ناصح ایسے گزرے ہیں جنہوں نے اس پر زور دیا لیکن اس کے باوجود گاندھی جی کی طویل جدوجہد اور کوششوں کے باوجود اون کے اخلاق لکچروں کے باوجود اون کے فالوورس اور چیلوں کے برابر نعرے دھرانے کے باوجود میں سمجھتا ہوں کہ اخلاقی حالت بہت سے بہت تر ہوتی جا رہی ہے۔ جیسا کہ میں نے بھی معزز ایوان کے سامنے اپنے خیال کا اظہار کیا کہ اسکی بنیادی وجہ یہ ہے کہ

ہم چونکہ اس مسئلہ کو سبجکٹیو (Subjective) طریقہ سے دیکھتے ہیں اور اصلاحی نقطہ نظر سے آگے بڑھاتے ہیں اس لئے پوری طرح سے اصلاح ہونے والی نہیں۔ اس لئے کہ آج ہم سائنسی دور میں داخل ہو چکے ہیں۔ آج سنہ ۱۹۵۴ء میں ہم ایٹمک انرجی (Atomic energies) کے دور سے گزر رہے ہیں۔ اسی دور کا تقاضہ یہ ہے کہ اس مسئلہ پر بھی سائنٹیفک یا ریشنل (Rational) طریقہ پر غور کیا جائے۔ لہذا ہم اسی نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ سب سے پہلے اس بات کی ضرورت ہے کہ سماج کے اندر جو طریقہ طبقاتی اونچ نیچ ہے اوسکو ختم کرنے کے لئے پرانے سوشل آرڈر کو بدلا جائے اور ایک سائنٹیفک یا ریشنل اپروچ کیا جائے۔ ہمارے معزز دوستوں اور ساتھیوں کی جانب سے یہ کہا جاسکتا ہے کہ آپ کا اپروچ الگ ہے اور ہمارا اپروچ الگ ہے۔ بنیادی طور پر جہاں تک مسئلہ کا تعلق ہے ہم اور آپ متفق ہیں مگر ہمارا اپروچ گاندھی وادہ ہم آپ کے اپروچ کو تسلیم نہیں کریں گے۔ لیکن مجھے کہنے دیجئے کہ اگر گاندھی جی آج ہمارے درمیان موجود رہتے تو میں یقین سے کہتا ہوں کہ وہ اس نئے اپروچ کو قبول کر لیتے۔ کیونکہ ایک خصوصیت اون میں یہ تھی کہ حالات کے تحت وقتاً فوقتاً اپنے آپ کو تبدیل کرتے رہتے تھے۔ آج جو حالات پیدا ہو گئے ہیں اوس کے تحت ہم دیکھ رہے ہیں کہ گاندھی جی کے جانشین ہندت نہرو اپنی خارجی پالیسی کے تعلق سے ایسا بہادرانہ اور دلیرانہ اقدام کر رہے ہیں۔ اس کے تحت ہم یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتے ہیں کہ اب تک جو اصلاحی اقدام کئے گئے وہ کافی نہیں بلکہ اب آگے بڑھ کر انقلابی اپروچ سے کام لینا پڑیگا۔ اس کا جب سوال آتا ہے تو یہ بات پیدا نہیں ہوتی کہ کہاں سے یہ اپروچ حاصل کیا جائے۔ ماسکو سے لیا جائے۔ چائنا سے لیا جائے یا کسی دوسرے جمہوری ملک سے مستعار لیکر اسی کو اپنے ملک میں پھیلایا جائے۔ ہم کو چاہئے کہ ہمارے ملک کے عوام کے شعور میں ایک تبدیلی لائیں۔ جو پرانی باتیں اور نظریات اون کے دماغوں میں ہیں۔ اون میں تبدیلی اور لچک لانے کی کوشش کریں۔ بحث کی خاطر یا تبدیلی کی خاطر اگر اس پر اڑے رہیں یا ضد کریں کہ ہمارا اپروچ اور آپ کا اپروچ مختلف ہے اس لئے اون ہی حالات کو باقی رکھتے ہوئے سماج کو سدھارنا چاہیں تو ہم صدیوں تک اس میں کامیاب نہیں ہو سکتے۔ وقت آپ کا انتظار نہیں کر سکتا۔ وہ اٹم کی رفتار سے آگے بڑھ رہا ہے۔ اس لئے کسی سیاسی پارٹی کے عقائد کا لحاظ کئے بغیر وقت کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے تبدیلی تصورات پر غور کیا جائے اور یہ دیکھا جائے کہ ہم اسی پر عمل کر کے کسی کارآمد نتیجہ پر پہنچ سکتے ہیں یا نہیں۔ ہم کو پچھلے سات آٹھ سال کے تجربوں کی کسوٹی پر گھسکر نتیجہ پر پہنچنا چاہئے۔ ایک چیز کی طرف مجھے پھر اشارہ کرنا پڑیگا جس کی جانب خود ہندت نہرو نے بھی اشارہ کیا تھا۔ اس لئے اگر میں بھی اوسکی جانب اشارہ کروں تو مذاق میں اڑانے کی کوشش نہ کیجائے بلکہ اوس پر سنجیدگی سے غور کیا جائے۔ ایک طرف



چین ہے اور دوسری طرف ہمارا ہندوستان ہے۔ دونوں جگہ آزادی آئی ہے۔ ایک جگہ آزادی کا اپروچ اور دوسری طرف دوسرا اپروچ ہے۔ پہلے اپروچ کی وجہ سے حالات میں جو تبدیلی آئی ہے اوسکے نتائج ہمارے سامنے آتے ہیں۔ چین میں تو پانچ سال کے اندر ہی انقلابی تبدیلی آئی ہے اوسکی کیا وجہ ہے۔ اور ہندوستان ابھی تک اوس منزل کی طرف نہیں پہنچ سکا اسکی کیا وجہ ہے۔ اگر ہم ان دونوں کو تقابلی مطالعہ کریں تو ہم کسی نتیجہ پر پہنچ سکتے ہیں۔ جب ہم کو کوئی اچھا راستہ ملتا ہے چاہے چین سے ملے یا کہیں سے ملے۔ تو ہم کو اوسکے اختیار کرنے میں کوئی تکلف یا جھجک نہیں ہونا چاہئے۔ ہندوستان کی قوموں کی یہ تاریخی خصوصیت رہی ہے کہ ہندوستان نے ہمیشہ دوسرے ملکوں کی جو چیزیں قابل قبول ہیں اون سے فائدہ اٹھایا۔ آج زمانہ سائنس کی بدولت اور عقلی علوم کی بدولت تیزی کے ساتھ ترقی کر رہا ہے۔ ایشیا۔ مشرق بعید اور دوسرے ملکوں کے حالات بھی اسی طرح بدل چکے ہیں اور اون کا اثر ہمارے ملک پر بھی پڑ رہا ہے۔ اس کو قبول نہ کرنا یا اوس سے اختلاف کرنا بغاوت ہے ایک مجرمانہ غفلت ہے۔ اگر اصلاحی تصورات کو قبول کرتے وقت اگر اون میں کوئی انقلابی اثر آجائے تو میں نہیں سمجھتا کہ اوس سے کوئی ہرج ہونے والا ہے۔ اگر اون تصورات کی وجہ سے ہمارے سماج میں اور ہماری سوسائٹی میں اصلاح ہوتی ہو تو یہ ایک اچھی بات ہے۔ میں اپنے خیال کو زیادہ واضح الفاظ میں رکھنا چاہتا ہوں۔ اس رپورٹ کے اندر اخلاقیات کا ایک فلسفہ پیش کیا گیا۔ اس فلسفہ پر آج سے نہیں کئی صدیوں سے عمل کیا جا رہا ہے لیکن اس کا کوئی خاطر خواہ نتیجہ اب تک برآمد نہیں ہو سکا۔ ہم سب اپنے ذہنوں میں یہ اچھی طرح محسوس کرتے ہیں کہ اس قسم کے اخلاق لکچر دینے سے دماغی اور ذہنی تصورات نہیں بدلے جاسکتے۔ نہ ہی رشوت ستانی یا اس قسم کی دوسری خرابیاں یکدلخت دور ہو سکتی ہیں۔ فرض کر لیا جائے کہ کچھ لوگ اس امر کا عہدہ کرتے ہیں کہ آج سے ہم جھوٹ نہیں بولیں گے۔ آج سے ہم کوئی ایسا کام نہیں کریں گے جس میں دھوکہ بازی ہو۔ ہم کسی پر ظلم و ستم نہیں کریں گے تو کیا اس طرح کا عہدہ کر لینے سے وہ خرابیاں دور ہو سکتی ہیں؟ ہماری سوسائٹی کے اندر کچھ ایسے عناصر موجود ہیں جو ہم کو اپنی چکر میں لے لیتے ہیں۔ ہم کو اپنی طرف کھینچتے ہیں۔ اور اس طرح رگڑتے ہیں کہ کوئی ایماندار سے ایماندار آدمی بھی مجبور ہو کر بے ایمانی پر تل جاتا ہے۔ اسکی مثالیں ایک نہیں سینکڑوں مل سکتی ہیں۔ میں یہ فرض کر لیتا ہوں کہ فلاں وزیر صاحب ایماندار اور دیانتدار ہیں۔ وہ پوری ایمانداری اور دیانتداری کے ساتھ اپنے اڈمنسٹریشن کو چلانا چاہتے ہیں۔ اور جب اس کے واسطے کوئی قدم اٹھانا چاہتے ہیں تو اونکو جگہ جگہ پر روکائیں نظر آتی ہیں۔ وہ بالآخر یہ سمجھنے پر مجبور ہو جاتے ہیں کہ میں تنہا اس معاملہ میں کچھ نہیں کر سکتا۔ سماجی زندگی کے اندر جو تانا بانا ہے اوس کے اندر وہ پھنس جاتے ہیں اور مجبور ہو کر وہی رنگ اور روپ اختیار کر لیتے ہیں جو اون کو نظر آتا ہے۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اون کے اخلاق

فلسفہ کو شکست ہو جاتی ہے ۔ اور وہ کامیابی حاصل نہیں کر سکتے ۔ یہی حال عام افراد کا بھی ہے ۔ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ جب تک فرد کو ساج میں اوس کا صحیح مقام نہ ملے یہ رکاوٹیں دور نہیں ہو سکتیں ۔ اون کو دور کرنے کے لئے اخلاقی فلسفہ کار آمد نہیں ہو سکتا ۔ اس لئے ضرورت ہے کہ آج ہمارے ملک کے اندر جو معاشی بحران ہے جو معاشی پستی ہے جو بیروزگاری ہے اور جو غربت ہے ان کو دور کیا جائے ۔ کیونکہ در اصل اس قسم کی خرابیوں کی وجہ سے عوام مجبور ہو کر اون کا شکار ہو جاتے ہیں ۔ اون کو دور کرنے کی جانب سب سے پہلے قدم اٹھایا جائے ۔ اس رپورٹ میں اس جانب اشارہ کیا گیا اور یہ کہا گیا ہے کہ ہمارے ساج میں اور خاص طور پر سروس میں جو کرپشن ہے اوس کی وجہ یہ بھی ہے کہ انڈسٹریز کو ڈسکریج ( Discourage ) کیا جا رہا ہے اور ہمارے پاس بیروزگاری بڑھ رہی ہے ہمارے پاس عام خوشحالی اور ترقی کا راستہ جس طرح کھلنا چاہیے نہیں کھولا گیا ۔ ظاہر ہے کہ رپورٹ کا یہ جز زیادہ قابل غور ہے ۔ میں سمجھتا ہوں کہ اسی کو بنیاد قرار دینا چاہیے ۔ اگر رپورٹ کے لکھنے والوں نے اس کو بنیاد نہیں قرار دیا ہے تو کم از کم مجھے توقع ہے کہ حکومت اس کو بنیاد قرار دیکر آگے بڑھائیگی ۔ اس کے بعد ہی اس لحاظ سے اخلاقی فلسفہ کو جس کو نیگیٹیو ( Negative ) طریقہ سے بیان کیا گیا ہے پازیٹیو ( Positive ) طریقہ سے حاصل کرنے میں حکومت کامیاب ہو سکیگی ۔ اس لئے ہم دیکھتے ہیں کہ انفرادی اور اجتماعی اخلاق اور قدروں کا معیار الگ الگ ہوتا ہے ۔ جب ہم سیاست میں داخل ہوتے ہیں تو جھوٹ بولنا ۔ دھوکہ بازی کرنا اور اکسپلائٹیشن ( Exploitation ) کرنا ان کو ہم تدبیر کہتے ہیں ۔ یہ ہمارے سیاسی اخلاق ہیں اسکی آڑ میں ہم وہ سب کچھ کر سکتے ہیں جس سے نقصان پہنچ سکتا ہے ۔ اسی طرح تجارتی اخلاق بھی ہوتا ہے ۔ جھوٹ بولنے کو جائز قرار دیکر تجارت کی جاتی ہے ۔ جس طرح سے کہ

“Every thing is fair in war and love” .

اوسی طرح سے تجارت میں بھی ہر چیز فیر ( Fair ) ہو جاتی ہے ۔ کامپیشن اور مسابقت میں اپنا اثر بڑھانے کے لئے جگہ جگہ اس قسم کی باتیں کرنی پڑتی ہیں ۔ اس قسم کے کام کرنے پڑتے ہیں ۔ اس قسم کا قدم اٹھانا پڑتا ہے ۔ اس لئے ہمارا اخلاقی معیار جو انفرادی شکل میں ہوتا ہے وہ یہاں شکست کھا جاتا ہے ۔ جب تک ہمارے طبقاتی رشتوں کو نہ بدلا جائے اوسی وقت تک ہمارے اخلاقی فلسفہ کا یہی حشر ہونے والا ہے جس کی جانب میں نے اشارہ کیا ہے ۔

اس کے بعد میں رپورٹ کے دوسرے اجزاء کی جانب بھی اشارہ کرنا ضروری سمجھتا ہوں ۔ اس میں ایک چیز جو رپورٹ کے اندر خاص طور پر ہمیں ملتی ہے وہ یہ ہے کہ ہٹلر پٹواری سے لیکر اراکین کابینہ تک اور پھر اراکین کابینہ سے لیکر ہٹلر پٹواری تک رشوت ۔ بد عنوانیاں اور دوسری قسم کی خرابیاں موجود ہیں اور ان کا تانا بانا اس کے اندر

کچھ اس طرح کا ہے کہ اگر ایک گرہ کھولنا چاہیں تو سینکڑوں پیچ در پیچ گرہیں اس میں پیدا ہو جاتی ہیں۔ جب ایک گرہ کو ہم کھولنا چاہتے ہیں کئی گرہیں الجھ جاتی ہیں۔ اور ہم کسی نتیجہ پر نہیں پہنچ سکتے۔ اس سلسلہ میں کمیشن نے کچھ تجاویز رکھے ہیں۔ اور جیسا کہ ہمارے بعض دوستوں نے کہا ہے کہ اس میں سے بعض تجویزیں ایسی ہیں کہ اگر اون پر سختی سے عمل کیا جائے تو تھوڑا بہت فائدہ حاصل ہو سکتا ہے۔ جہاں تک لانگ رینج (Long range) پالیسی کا تعلق ہے یعنی جو طویل المدتی سیٹرس ہیں اونکی جانب میں نے اشارہ کیا ہے۔ اس کے لئے ضرورت ہے کہ ہم اپنے نقطہ نظر میں تبدیلی پیدا کریں۔ ہم اپنے اپروچ (Approach) میں تبدیلی پیدا کریں۔ تاکہ ہم منزل تک پہنچ سکیں۔ لیکن فوری کس قسم کے اقدامات کرنا چاہئیں اس کے لئے بعض تجاویز عمل میں لانے کے لئے طریقہ کار متعین کیا ہے۔ اون میں استحکام پیدا کرنے کے لئے ضرورت ہے کہ کچھ ایسی چیزوں کا اضافہ کیا جائے جس کی وجہ سے ہم زیادہ عجلت کے ساتھ مقصد حاصل کر سکیں۔ اگر ایسا کیا جائے تو مجھے یقین ہے کہ ہم بہت جلد ایک حد تک کامیاب ہو سکتے ہیں۔ اس سلسلہ میں کمیشن نے ذکر کیا ہے کہ جو ڈپارٹمنٹ اس مقصد کے لئے قائم ہے وہ کافی نہیں ہے۔ اسی لئے ضرورت ہے کہ ایسا کمیشن قائم کیا جائے جو ٹریبیونل سے لیکر ایکس برانچ تک اور ایکس برانچ سے لیکر ڈپارٹمنٹ تک تمام اختیارات کو اپنے ہاتھ میں لے اور کام کر سکے۔ میں اس سلسلہ میں یہ کہوں گا کہ اگر واقعی طور پر ہم ایسی مشینری اوالو (Evolve) کر سکیں جو دیانتدارانہ طور پر دوسرے اثرات سے بچے رہتے ہوئے کام کر سکے تو واقعی یہ کمیشن رشوت دور کرنے میں ایک مفید آلہ کار ثابت ہو سکیگا۔ لیکن ساتھ ساتھ ہمیں مختلف محکموں میں جو رشوت ستانی ہے اس کا نفسیاتی تجزیہ کرنا بھی ضروری ہے۔ اس تجزیہ پر ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ رشوتوں کے لینے والوں کو بقول کسی کے -

”رشوتوں کے لینے والے رشوتیں دیتے بھی ہیں“

اس جال کو توڑنے کی ضرورت ہے۔ مجھے اس موقع پر خاص طور پر اس ڈسپارٹی (Disparity) یا عدم مساوات کی جانب اشارہ کرنا جس کو دور کئے بغیر ہم کامیاب نہیں ہو سکتے۔ ایک چیراسی یا اہلکار یا معمولی ملازم رشوت کیوں لیتا ہے۔ اس لئے کہ اس کی تنخواہ اتنی محدود ہوتی ہے کہ وہ اسکی ضروریات زندگی کے لئے کافی نہیں ہوتی۔ اس جانب کمیشن نے بھی اشارہ کیا ہے لیکن کوئی خاص ٹھوس تجویز پیش نہیں کی ہے میں حکومت سے عرض کروں گا کہ ان سفارشات پر غور کرتے وقت اس ڈسپارٹی (Disparity) کو دور کرنے کی جانب بھی توجہ کی جائے۔

اس رپورٹ میں یہ بھی کہا گیا کہ ہمارے پاس سکریٹریٹس اور ڈائریکٹوریٹس کے پول پر کرپشن زیادہ نہیں ہے۔ لیکن کرپشن صرف ”رشوت لینے“ یا نوٹوں کی شکل

میں رویہ لینے دینے کا نام نہیں۔ انگریزی زبان میں یہ لفظ اتنے وسیع معنی میں استعمال ہوتا ہے کہ اس میں کئی باتیں آجاتے ہیں۔ اس میں کوئرشن (Coercion) (اکسپلائٹیشن اور کئی باتیں آجاتے ہیں۔ اسکی مثالیں اوپر کے عہدہ داروں میں بھی ملتی ہیں۔ اسکا سبب وہی ”ڈھانچہ“ ہے جس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی ہے۔ جتنا راج قائم تو ہوا لیکن اس کا صحیح طریقہ پر پرچار (प्रचार) نہیں کیا گیا۔ لوگوں میں جتنا راج کا شعور پیدا نہیں ہوا۔ یہ قصور اس پالیسی کا ہے جو موجودہ جمہوری پالیسی ہے۔ ہمارے حکمران طبقے اور سیاسی جماعتوں کا کام ہے کہ ملک سے ایسی خرابیوں کو دور کرنے کے لئے سخت قدم اٹھائیں۔ اس بارے میں مختلف بحثیں ہونگی مختلف تجاویز پیش کی جائیں گی۔ لیکن میں اتنا ہی کہوں گا کہ اس رپورٹ میں جتنی تجاویز ہیں کم از کم انہیں جلد سے جلد عمل میں لانے کے لئے اپنی مشینری کو متحرک کیا جائے۔ اگر اپنی لانگ رینج پالیسی کے تحت جمہوریت کو ملک کے گوشہ گوشہ میں پھیلانا چاہتے ہیں تو اس لحاظ سے ہی اقدام ہونا چاہیئے۔

بھی. गोविंदराव मोरे (कंधार-आम) :—अध्यक्ष महाशय, जिस वक्त रिश्वतसितानी के बारे में कमिशन की जो रिपोर्ट है उसपर चर्चा चल रही है और काफी अंतरेबल में बसने अपने ख्यालात का अजिहार किया है। सवाल यह है कि जिस तरह के कमिशन के तर्कर की जरूरत भी आज ही क्यों महसूस हुयी ? साबिका हुकूमत जब राज्य कर रही थी तब भी रिश्वत सितानी काफी थी। लेकिन उस वक्त जिस तरफ ज्यादा ध्यान नहीं दिया गया। साबिका हुकूमत के खतमे के बाद यह रिश्वतसितानी का मामला आज की पॉप्युलर गव्हर्नमेंट के सामने आया, तब उसके विरोध में काफी आवाजें उठायी गयीं, और काँग्रेस की तरफ से और अपोजिशन पार्टीज की तरफ से भी यह मांग की गयी कि उसके बारे में तहकीकात होनी चाहिये और उसको रोकने के लिये कुछ तदाबीर अख्तियार करने चाहिये। अतना ही नहीं बल्कि यह जो मर्ज हमारे समाज को लगा है उसके बारे में हर शख्स ने आवाज उठाया कि उसको रोकने के लिये कुछ न कुछ किया जाना चाहिये।

असके बाद फिर जिस तरह के अक कमिशन का तर्कर जिस के तहकीकात के लिये किया गया। यह जो कमिशन ने अपना रिपोर्ट काफी तहकीकात के बाद दिया है उसको देखने के बाद सभी लोगों को ऐसा मालूम होगा कि यह अक अच्छा रिपोर्ट हमारे सामने आज पेश किया गया है। कमिशन ने जिस मसले पर काफी गौरखोज के साथ सोचा और अपनी अक रिपोर्ट हमारे सामने और अब्बाम के सामने पेश की है। अन्होंने जो सजेशन दिये हैं उसपर अमल किया जाय, और सरकार का यदि उसपर अमल करनेका पक्का अिरादा हो तो मुल्क का काफी फायदा हो सकता है। कमिशन ने अपने रिपोर्ट में काफी बातें बतायी हैं। और कमिशन ने सब डिपार्टमेंट के अफसरों के और दूसरे भी लोगों के काफी बयानात लिये हैं। अन्होंने जो रिपोर्ट पेश की है उसमें अक बात यह है कि अन्होंने अपनी क्या राय है यह कहीं भी नहीं लिखा है। लेकिन अुनको जब अक खास मकसद से काम करने के लिये कहा गया था तब उसपर अुनकी क्या राय है यह आना जरूरी था। अन्होंने सिर्फ बयानात लिये और अुन बयानात देनेवाले की जो राय थी वह अपने रिपोर्ट में रख दी है कि फलां फलां शख्स ने उसके बारे में यह राय जाहीर की। लेकिन कमिशन की क्या राय है इसका जिकर

कहीं भी नहीं किया गया। करप्शन, नेपोटिझ्म, वगैरा कैसे बढ़ता है इसके बारे में जो बयानांत की राय थी वही हमारे सामने रखी गयी। यह सही तरीका नहीं हो सकता है। कमिशन को अिन तमाम बातों पर अपनी राय देना जरूरी था। लेकिन दूसरे ही लोगों के ख्यालात हमारे सामने रखे गये।

हमारे पास अेक अँटी करप्शन ब्रँच भी इसके लिये मौजूद है। यह कहा जाता है कि रिश्वत देनेवाले देते हैं और लेनेवाले लेते हैं अिस लिये करप्शन चलता रहता है। जैसा कि मैंने कहा कि हमारे पास अेक अँटी करप्शन ब्रँच है लेकिन जबतक अुसे कोअी सूचना ही नहीं मिले तबतक वह कर ही क्या सकती है? रिपोर्ट ही नहीं आयी तो अुसपर मामला कैसे चल सकता है? नेपोटिझ्म और करप्शन यह दो चीजें हैं। लेकिन दोनों अेक ही किसम की हैं। जबतक अेक्स ब्रँच के पास कोअी मामला आयेगा ही नहीं तबतक वह कर ही क्या सकती है? हमारी अेक्स ब्रँच अिनअेफिशियंट ( Inefficient ) है अंसी बात नहीं है।

करप्शन के सिलसिले में मैं यह कहना चाहता हूँ कि करप्शन जो होते हैं वो दो तरह के होते हैं। अेक है विजिबल करप्शन (Visible corruption) जिसे हम साफ देख सकते हैं। और दूसरा जो है वह अिनविजिबल ( Invisible ) या अदृश्य करप्शन, जिसे हम देख नहीं सकते हैं। अिस तरह से जो विजिबल करप्शन होता है वह तीन तरह का हो सकता है—

In the form of ornament or cash  
In the form of ornaments or token rewards  
In the form of goods.

लेकिन जो अिनविजिबल करप्शन होते हैं जैसे ट्रान्सफर ऑफ प्रापर्टी और दूसरे तरह के, अुसमें अेक्स ब्रँच नहीं जा सकती है। अिसे साबित करना बडा मुश्किल होता है।

شری سی ایچ - وینکٹ رام راؤ :- آپ کنکلوژن اور آبرویشن دیکھئے - اس میں یہ ہے -

श्री. गोविंदराव मोरे:—जो अिनविजिबल करप्शन होता है वह खोजना बडा कठिन काम है अुस के लिये तो अब्बाम को ज्यादा सतर्क रहना चाहिये। अुसके बिना अुसपर काबू पाना कठिन है। जो हेड्स ऑफ डिपार्टमेंट हैं वह दूसरी तरह से रिश्वत लेते हैं। लेकिन जबतक अेक्स ब्रँच के सामने कोअी सुबूत न आवे वह कैसे काम कर सकती है? जो बडे बडे ओहदेदार होते हैं वे दूसरी तरह के यानी अिनविजिबल रिश्वत लेते हैं जिसे खोजना कठिन है।

شری کے - انت ریڈی ( بالکنٹہ ) :- انویزیبل کی کچھ مثالیں دیجئے - کیا کسی کو...

श्री. गोविंदराव मोरे:—मिसालें तो बहुत हो सकती हैं। और अुन्हें तफसीलसे बताया भी जा सकता है। लेकिन अुन तमाम को मैं अेक सूत्र के रूप में आपके सामने रख रहा हूँ।

شری کے - انت ریڈی :- کسی کو کسی کمیٹی کا ممبر بنانا کیا یہ انویزیبل کرپشن ہے ؟

श्री. गोविंदराव मोरे :—किसी फेल का तर्क करना, या बाज आना, और अफसर जो दूसरी तरह की रिश्वत लेते हैं वह जो रिश्वत होती है वह नजर के परे की रिश्वत होती है।

जैसा की मैंने बताया कि दूसरे तरह की जो रिश्वत होती है वह अनविहिजबल होती है। बेसी होती है।

By way of fulfilling unsocial desires and wills of officers

जिसके माने आप समझ सकते हैं कि जिसमें अक्स ब्रॅच नहीं जा सकती है। ऑफिसरों को जो रेप्यूटेशन होता है उसे रखना पड़ता है। जिस तरह से बड़े अफसर रिश्वत लेते हैं। विहिजबल अगर हैं तो आप कुछ स्टेप ले सकते हैं और उसे साबित कर सकते हैं। जिसको रोकने के लिये गव्हर्नमेंट को अगर कुछ स्टेप लेना है तो कुछ अन्तर्हावी स्टेप लेना पड़ेगा और उसपर बहुत सख्ती के साथ अमल करना पड़ेगा। पनाह देने की कोशिश की गयी तो कुछ फायदा नहीं होगा। वह अफसर किनना भी बड़ा क्यों न हो वह अगर रिश्वत लेता है तो उसे बिल्कुल पनाह देने की कोशिश नहीं करनी चाहिये। जिससे कुछ भी फायदा नहीं होगा। जिसके लिये कुछ असूल भी कायम करने की जरूरत है। और अन्हे ज्यादा से ज्यादा सख्ती से अमल में लाना चाहिये। और यह मर्ज जो हमारे तमाम समाज को लगा है उसे बाहर निकाल कर फेंकने की कोशिश की जानी चाहिये।

जिस सिलसिले में हुक्मत के सामने मैं अंक चीज रखना चाहता हूं कि आज हमारे अदालतों में जो शहादत अदावी का तरीका है वह बहुत ही लेंग्दी ( Lengthy ) और कनफ्यूज्ड ( Confused ) तरीका है। उसे पहले सरल बनाने की कोशिश की जानी चाहिये। उसके सिवा जिस तरह के जो मुकद्दमात चलेंगे वह कामियाब नहीं हो सकेंगे।

[ *Shri Anna Rao Ganamukhi (Chairman) in the Chair* ]

आज तो पटेल पटवारी और गिरदावर जिनके सामने शहादतें पेश होती हैं वे भी रिश्वत खाते हैं। तो जैसे हालत में काम कैसा होगा ? देहातों में आम तौर से देखा जाता है कि पटेल पटवारी के खिलाफ शहादतें मिलना बड़ा मुश्किल होता है। जिस लिये यह जो शहादतों का तरीका है उसे ज्यादा सरल करने की जरूरत है। जिसमें रिप्युटेशन ( Reputation ) का सवाल आ जाता है। जब तक आप किसी ऑफिसर का रिप्युटेशन आदि बचाने की कोशिश करेंगे आप रिश्वत को कभी नहीं बंद कर सकेंगे।

यह जो रिपोर्ट हमारे सामने है उसमें यह बताया गया कि हर डिपार्टमेंट में रिश्वत किस तरह से ली जाती है और उन रिश्वतों के क्या तरीके हैं। पुलिस डिपार्टमेंट, रेविन्यू डिपार्टमेंट, मेडिकल डिपार्टमेंट अतिनाही नहीं बल्कि अज्युकेशन डिपार्टमेंट भी जिससे छूटा नहीं है। अिन तमाम महक-मोंमें किस तरह से रिश्वतें ली जाती हैं यह जिस रिपोर्ट में विस्तार से बताया गया है।

डिप्टी मिनिस्टर फॉर अज्युकेशन (श्रीमती संगम लक्ष्मीबाजी) :—अज्युकेशन में किसी तरह रिश्वत नहीं दी जा सकती है। वहां रिश्वतखोरी के लिये गुंजायश नहीं है।

श्री. गोविंदराव मोरे:—असा नहीं है। वहां भी रिश्वत के लिये गुंजायश है। जब टेक्स्टबुकस लगाये जाते हैं तब, या प्रमोशन या तर्करात के वक्त भी रिश्वत लेने की गुंजायश होती है। कहने का मतलब यह है कि हर जगह रिश्वत ली जाती है। जिसके बारे में रिपोर्ट में जिक्र किया गया है। रिश्वत लेनेवालों में नॉनगॅजेटेड और गॅजेटेड अफसर दोनों भी शामिल होते हैं। नॉन गॅजेटेड अफसर मामूली तौर पर रिश्वत लेता है। वह १०० या २०० रुपये तक होती है। अगर कानून की खिलाफ-वर्जी करने से कुछ काम बनता हो तो उससे कुछ पैसा हासिल करने की वह कोशिश करता है।

شری پنڈم واسدیو (گجوبل): — آنریبل ممبر تین چار شکلیں بتلائے ہیں ان میں سے رولنگ پارٹی اپنے ساتھیوں کو جو ۲۰-۳۰ روپیے ڈی۔ اے دلائے کے لئے مختلف پارٹیوں میں بٹھاتی ہے وہ کس شکل میں آتا ہے میں جاننا چاہتا ہوں۔  
مسٹر چیرمن: — اس کا جواب دینا ضروری نہیں۔

श्री. गोविंदराव मोरे:—यह किस तरह से ली जाती है वह मैं आपके सामने बिल्कुल प्लॅन और नकशे के साथ रख सकता हूं। अगर स्पीकर अजाजत दें तो रखूंगा। लेकिन अभी समय कम है, इस लिये मैं अतने डिटेल में नहीं जाना चाहता हूं।

मैंने पहले ही बताया है कि नॉन गॅजेटेड लोग किस तरह से रिश्वत लेते हैं। अब गॅजेटेड अफसर किस तरह से रिश्वत लेते हैं वह मैं आपको बताना चाहता हूं। जिस कॅटॅगरी में कलेक्टर और डिप्टी कलेक्टर और दूसरे बड़े बड़े ओहदेदार आते हैं। यह कहा गया कि अपर के तबके में रिश्वत कम है लेकिन यह सही नहीं है। वह इस तरह से रिश्वत लेते हैं जो की आपको और हमको दिखती नहीं है। कलेक्टर जो रिश्वत लेता है वह किसी बेपारी को कौंट्रेक्ट ( Contract ) वगैरा देते समय लेता है। या किसी को कुछ परमिट आदि देना हो तो उसमें उसका भी कुछ हिस्सा होता है जिसलिये कमिशन नें कहा है कि अपर के लोगों में रिश्वत कम है, लेकिन आप यदि इसमें डीप ( Deep ) जायेंगे तो आपको मालूम होगा कि वहां भी कुछ कम रिश्वत नहीं है। अन्हींने अतने डीप में जाने की कोशिश नहीं की जिस लिये वे असा कहते हैं।

यह कहा गया कि जिस मर्ज को कम करने के लिये अखलाक की तालिम देना जरूरी है। मैं कहता हूं कि ये जो लोग हैं वह काफी पढ़े लिखे हैं, और ये अखलाक काफी अच्छी तरह से जानते हैं। उनको अखलाक सिखाने की कुछ जरूरत नहीं है। अफसरों को अखलाक सिखाने के बजाय पब्लिक को ज्यादा आगाह किया जाय कि अगर कोबी शरूब इस तरह से रिश्वत लेता है तो तुरंत उसके बारे में जानकारी दी जाय अगर असा किया जाय तो बहुत कुछ काम हो सकता है, असा मेरा ख्याल है।

पब्लिक को जिसमें ज्यादा हिस्सा लेने की जरूरत है। हम सबको मिलकर इसे खतम करने की कोशिश करनी चाहिये, इसके लिये जरूरत पडी तो जानकारी बाजी भी लगानी पडती है। और उसके लिये हमें तैयार रहना चाहिये।

हुकूमत को अगर इसे दूर करना है और अपनी मशिनरी को अच्छा बनाने की जिच्छा है तो यदि कोबी इस तरह कि शिकायत आती है तो उसके बारे में बिल्कुल चौकसा होना चाहिये। हमने फलाने को डिग्रेड किया है या उसके अिक्रीमेंट रोके हैं अितना कहकर काम नहीं चलेगा।

कमिशन ने यह सिफारिश की है कि जिस काम के लिये अंक अलग डिपार्टमेंट कायम किया जाना चाहिये। यह डिपार्टमेंट अलग रखा जाय तो ज्यादा काम तो हो सकेगा और अच्छा काम भी होगा। लेकिन मुझे जिस बात का डर है कि कुछ दिन के बाद कहीं यह डिपार्टमेंट भी अन्ही पुराने डिपार्टमेंट में शामिल न हो जाय। जिस लिये जिस तरह से डिपार्टमेंट कायम करनेसे पहले काफी सोंचना चाहिये। और उसके बाद ही जिस पर अमल किया जा सकता है। जिस डिपार्टमेंट को कायम किया गया तोभी दूसरे भी कुछ तरीके कायम करने की जरूरत है। मिनिस्टर साहब को जिसमें ज्यादा ध्यान देना चाहिये और सिर्फ जो सी. आय. डी. की तरफसे रिपोर्ट आती है उसपर ही पूरा भरोसा नहीं करना चाहिये बल्कि अपने किसी जानकार आदमी को भी ऐसे मामले की तहकीकात करने के लिये कहना चाहिये जो बिल्कुल विपारशल ( Impartial ) हो और सी. आय. डी. की जो रिपोर्ट आयेगी और जिस आदमी की जो भी रिपोर्ट आयेगी उन दोनों को देखकर बाद में कार्यवाही करनी चाहिये।

जिस तरह यदि कमिशन के जो रेकमेंडेशन्स हैं अन्हे भी माना जाय तो भी काफी अच्छा काम हो सकता है। जितना कहते हुअे में अपना भाषण समाप्त करता हूं।

*\*Shri V. B. Raju :* I would not like to take a very long time as many of the hon. Members desire to speak on this motion.

I have come across two types of diseases : one, the mental, and the other, the physical, for which anybody and everybody gives a prescription. Dysentery, for example, is a physical disease and I have not met a single man who has not given a prescription for that. - Corruption, on the other hand, is a mental disease, for which everybody is ready with a prescription, or a proposal. We have been patiently hearing about these things and we are made to understand that these prescriptions are being used effectively. And yet, the degree of cupidity is growing higher. It has spread from one rank to another ; and, today, the Society is facing a great crisis, and I am not sure by invoking what force we can at least minimise its intensity. Even by invoking religion—the sanctity of religion, or by even invoking the name of God or even by preaching Ethics—even by these acts, I am not sure we will be able to minimise the intensity. This needs a very drastic approach and a surgical operation—a surgical treatment. And then alone, we can save the society from being victim to this ever-growing scourge and save certain values in society from being washed off at the onslaught of corruption.

It is not that the previous Governments or the present Government has not tried any measures. There is a Tri-



bunal and there is the Public Service Commission. The Government has referred cases to them and kept off some; the Government has published some and condoned some others. But there has not been that sense of urgency or that psychological approach by the authorities who hold power; and that has been the reason for the evil of corruption not being minimised. Not that the Government was not intending to do so but it was the value or the urgency that we associate with, the problem or the importance that we attach to it that matters. That is the point that we should consider. At last the Government has done this good job of constituting a Committee and that Committee has placed its recommendations before us. This is itself proof that the Government is seized of the problem and gives an importance to it as No. 1 problem.

When we discuss here, it is not the extent of corruption that we should assess in this House or the methods that are employed in different sectors by different types of people for different purposes. Whatever it is, the immediate way or the easiest method that we can employ in minimising this, though not eradicating it—that is the point that should engage our attention.

The one important recommendation that the Commission has made is the constitution of a Commission. This report is called "the Anti-Corruption Enquiry Commission Report". But it ought to have been "Corruption Enquiry Commission" Report. It is not a question of enquiring into anti-corruption. After enquiring into the causes of corruption the Commission concluded in one para of its report that it is not the structure or it is not any other cause that has failed to minimise corruption but it is the time-lag. The Commission felt that the effectiveness of decisions in cases of corruption and mal-practices is lost by the time-lag. The Commission would therefore like to stress that in dealing with cases of corruption and mal-practices action must both be speedy and deterrant to produce the desired effect. In my speech I want to emphasize on this point only, that is, quick, immediate and drastic action, by whatever machinery it is—whether it be on the recommendation of the Public Service Commission or it be on the recommendations of the Tribunal or any new Commission that may be constituted. Unless the Government is determined to take action, all these recommendations will go a waste. Not that the

previous bodies which have been constituted for this purpose have not enquired into or reported or recommended—they have done so. But the speed or the intensity with which the Government or the executive Authority should move, has not been there. The House feels that this is the lacuna or the missing link which should be made up.

The next question is whether the executive machinery of the Government can do so. We should take into consideration the recommendation made by the Commission to constitute a Commission for this purpose; and many hon. Members have tried to throw light on that. Should it be a part of the Executive or should it be an autonomous body? It is said it should be an independent body in the report itself. The autonomous bodies that we have got today are the Public Service Commission, the High Court and the hon. the Speaker's office. These are the autonomous bodies which are not under the purview of the Executive. Does the Commission mean such similar body to be constituted? If such a body as the Public Service Commission is to be constituted as suggested at one place, it can only recommend things; it cannot investigate and it cannot enquire and it cannot interfere with the day-to-day working; it cannot even call for files, unless some other Department in the Executive helps that Commission. We must be specific about our recommendation—whether this Commission should be an investigation machinery in the Executive of the Government or whether it should be kept separate taking the assistance of some other department in the Government?

In my opinion, the correct course would be that there should be some executive Department which should assist this new Commission. There is already an anti-corruption Department. But it is not very effective; it is not moving quickly; its mobility is not appreciable. So, it is felt that such a Department should be under the Chief Secretary or a senior Officer like that and should have close liason with that Commission. It should not be at the mercy of the Departmental Secretaries or heads of Departments—I would say at the moment, nor at the mercy of the Ministers. Since it is an emergent problem, since we have given importance to the solution of this problem, we must see that this body has special powers and it can get sufficient assistance from the executive machinery which as I have just now suggested should be under the Chief Secretary. If the Chief Secretary or an Additional Chief Secretary could work as the Secre-

tary of the Commission, I think that the co-ordination factor would also be satisfied. But the difficulty that arises is only this: what about the Public Service Commission?

There is some sort of—I do not call it clash—confusion in respect of what matters should be referred to the Tribunal even now, and what matters should be referred to the Public Service Commission. In disciplinary matters both have got the purview, but in the Act constituting the Tribunals it is said that the Government would decide what matters should be referred to the Tribunal and what matters to the Public Service Commission. In my opinion, when this new Commission is constituted it may be necessary to amend the Public Service Commission Rules. Some may feel that the Constitution will come in the way, but in my opinion, it may not come in the way. Article 320 (3) (c) of the Constitution reads thus:

.....the State Public Service Commission.....  
shall be consulted.....

(c) on all disciplinary matters affecting a person serving under the—Government of a State in a civil capacity, including memorials or petitions relating to such matters”.

Thus, there is an obligation placed on the State Government to consult the Public Service Commission in disciplinary matters. The proviso to the Article reads thus:

“Provided that the....Rajpramukh may make regulations specifying the matters in which either generally, or in any particular class of case or in any particular circumstances, it shall not be necessary for a Public Service Commission to be consulted”.

Taking the help of the proviso, it may be possible to amend the Rules of the Public Service Commission to avoid any reference. Otherwise, what happens is, even after constituting this Commission, the Government after receiving the recommendations of the Commission will, perforce, be compelled to refer the matter to the Public Service Commission, and the bottleneck which we have been feeling hitherto will not be avoided, and two autonomous bodies, the Public Service Commission and this new Commission, enquiring into the same matter will result in delay. Therefore, I want to avoid one body from the picture and save time and see that the matters are disposed of quickly. By amending the Rules

of the Public Service Commission we can give powers to the Commission to recommend to the Government as to what action has to be taken. Necessary legislation as has been suggested by the Commission has to be introduced and quick action must be taken.

I can only, in the end, stress again that if the Government would take into its head that this matter should be given due attention and results must be achieved, at the district level, with the Collector as the Head, certain advisory Committees to begin with, should be constituted. These advisory Committees will be in a position to receive complaints directly from the people and those complaints will be transmitted to the Commission. It is very necessary to obtain the people's co-operation in this regard. But in an enquiry or on the investigation side it may be difficult initially to associate non-officials. There will be some sort of looseness springing up if non-officials and officials come and interfere with the day-to-day administration. So, for some time to come, the non-officials in association with officials would work in an advisory capacity. Thereby, we can fill a gap. That is, through public co-operation and the complaints that are received, the Advisory Committee will try to secure any other information, which may be of public knowledge, or non-officially in respect of a particular case, and will thus be able to help the Commission at the top. I would conclude by repeating what I have already stated, *viz.*, that at the district-level advisory Committees should be formed, and on the executive side an anti-corruption Department under the the Chief Secretary should be created, and a Commission of two or three Members, vested with the necessary powers and eliminating the process of reference to the Public Service Commission, should be constituted.

شری انا جی راؤ گوانے :- مسٹر اسپیکر سر۔ آج جو رپورٹ ہاؤس کے سامنے ہے اوس سے متعلق چر چا کرتے وقت یہ کہنا ضروری نہیں ہے کہ کرپشن کس طرح سے ہوتا ہے اوس کے کتنے کوالیفیکیشنس (Qualifications) ہیں اور کتنے اقسام ہیں۔ کیونکہ خود کمیشن نے یہ تمام چیزیں ہاؤس کے سامنے رکھی ہیں کہ ہمارا کوئی ڈپارٹمنٹ ایسا نہیں ہے جس میں کرپشن نہیں ہے۔ انہوں نے صاف طور پر یہ بیان کیا ہے کہ کرپشن ہائیسٹ اسٹیپ (Highest step) پر پہنچ چکا ہے۔ اگر اس کو دور کرنے کے لئے حکومت نے ڈراسٹک اسٹیپ (Drastic step) (

نہیں لیا تو انہوں نے آپ کے لئے خطرے کی گھنٹی بجائی ہے۔ میں پورے ہاؤس کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ یہ مسئلہ خاص طور پر کسی پارٹی کا مسئلہ نہیں ہے بلکہ ہمارے پورے اڈمنسٹریشن کا مسئلہ ہے اس لئے حکومت کے سامنے خاص طور پر یہ چیز رکھنا چاہیے ہوں کہ جو بیماری ہمارے اڈمنسٹریشن کو لگی ہوئی ہے ممکن ہے کہ آج ایک پارٹی کی حکومت ہے کل دوسری پارٹی کی حکومت آجائے لیکن یہ بیماری جب تک رہیگی اڈمنسٹریشن ٹھیک نہیں ہو سکے گا۔ جس طرح ہمارے ہاں کچھ دن پہلے فسادات کی وجہ سے ان سیکورڈ (Unsecured) فضا پیدا ہو گئی تھی جس کے تعلق سے گورنمنٹ نے یہ سوچتے ہوئے اور دوسری پارٹیوں سے کو آپریشن کرتے ہوئے کہا کہ صرف گورنمنٹ سے اس کا تعلق نہیں ہے بلکہ راشنریہ انٹی (राष्ट्रीय अन्ति) کے لحاظ سے اسکو دیکھنا چاہئے اسی طرح گورنمنٹ اس معاملہ میں بھی خاص طور پر فل کو آپریشن (Full Co-operation) کے ساتھ پارٹی کا لحاظ کئے بغیر جب تک اس کو دور کرنیکی کوشش نہ کریگی یہ چیز دور ہونے والی نہیں ہے اور اگر تمام پارٹیوں کے کو آپریشن کے ساتھ اس کو دور کرنے کی کوشش کرے تو میں سمجھتا ہوں کہ نہایت آسانی کے ساتھ یہ کام ہو سکتا ہے۔ اس کو پارٹی پالیٹکس (Party politics) کا رنگ دیکر سرویسس پر الزام لگائیں تو یہ چیز دور ہونے والی نہیں ہے لیکن اس تعلق سے یہ بھی غور کرنا چاہئے کہ ہماری پارٹی کی طرف سے کیا غلطیاں ہوتی ہیں۔ جب تک ان غلطیوں کو دور کرنے کی کوشش نہ کریں گے صرف مرہم پٹی سے یہ مرض اچھا ہونے والا نہیں ہے۔ کرپشن بڑھ رہا ہے۔ ظاہر ہے اس سے کسی کو انکار نہیں ہے۔ لیکن میں پوچھتا ہوں کہ اس کو دور کرنے کے لئے کتنی کوششیں کی گئیں۔ جب ہم اس پر غور کرتے ہیں تو یہ چارج لگنے پر مجبور ہیں کہ کرپشن کو دور کرنے کی بجائے زیادہ کرنے کی جانب توجہ کی گئی ہے۔ اس لحاظ سے میں کہوں گا کہ انٹی کرپشن کمیشن نے جو سفارشات آپ کے سامنے رکھے ہیں اون سفارشات کو صحیح معنوں میں امپلی منٹ (Implement) کرنا چاہئے اس کے بعد میں نہیں سمجھتا کہ کرپشن رہ سکتا ہے بشرطیکہ گورنمنٹ بھی پارٹی پالیٹکس کو ملا کر سختی سے اس کو ہینڈل (Handle) کرنے کی کوشش کرے۔ کمیشن نے اس کو دور کرنے کے دو طریقے بتائے ہیں۔ ایک لانگ ٹرم اور دوسرا شارٹ ٹرم لیکن کرپشن کے وجوہات جو کمیشن نے بتائے ہیں اس کا ڈائریکٹ تعلق گورنمنٹ کی مشنری کے علاوہ روٹنگ پارٹی (Ruling party) سے بھی آتا ہے۔ جیسا کہ انہوں نے کہا سربراہی۔ انسٹی ٹیوشن کے لئے چندے جمع کرنا وغیرہ اس قسم کے چارجس (Charges) انہوں نے لگائے ہیں اور یہ وجوہات بتائے ہیں جن کی وجہ سے کرپشن کے لئے عہدہ داروں کے دل میں خواہش پیدا ہوتی ہے۔ پارٹی پالیٹکس کی بھی ایک وجہ انہوں نے بتائی ہے۔ ان چیزوں پر ہمیں ٹھنڈے دل سے غور کرنا چاہئے کہ یہ چیزیں کس طرح دور کی جاسکتی ہیں۔ رولس (Rules) میں تو کہیں یہ چیز نہیں ہے کہ جب آپریشن دور ہے تو

جائے ہیں تو انکی سربراہی کا انتظام کیا جائے۔ لیکن یہ حالات موجود ہیں اور ان کو دور کرنے کی جانب متوجہ ہونا چاہئیے۔ اس جانب خاص طور پر رولنگ پارٹی کو متوجہ ہونے کی ضرورت ہے۔ منسٹرس اور سکریٹریز کا یہ کام ہے۔ اگر یہ لوگ کرپشن کو دور کرنا چاہیں تو میں سمجھتا ہوں جلد یہ مرض دور ہو سکتا ہے۔ دوسری چیز جیسا کہ یہاں بتایا گیا یہ ہے کہ اس کے لئے ایک کمیشن مقرر کرنا چاہئے اور وہ کمیشن ایسے ارکان پر مشتمل ہو جو دراصل اس بیماری کو دور کرنا چاہتے ہیں۔ ان کا فرض ہونا چاہئیے کہ وہ ضلع ضلع کا دورہ کر کے اس کو دور کرنے کی کوشش کریں اور جیسا کہ ایک آنریبل ممبر نے سجھاؤ پیش کیا کہ ہر ضلع میں ایک اڈوائزری باڈی (Advisory Body) مقرر کرنا چاہئیے۔

جو شکایت لوگوں کی جانب سے آجائے وہ اون کے سامنے آئے۔ کمیشن یا پبلک سرویس کمیشن یا ٹریبیونل جو کوئی بھی ہو اون تک عوام آسانی سے پہنچ سکیں۔ یہ طریقہ اختیار کیا جائے تو کم از کم پبلک کو معلوم ہو سکے گا کہ کرپشن واقعی دور کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ اس کمیشن میں بتایا گیا ہے کہ چند لوگوں سے اوئیڈنس (Evidence) لی گئی۔ میں سمجھتا ہوں کہ عام طور پر تو کوئی دیہات آدمی اون تک نہیں پہنچ سکتا۔ بہت سے آنریبل ممبرس۔ یا گورنمنٹ آفسرس یا انٹیلیجنشیا (Intelligentia) کمیشن کے سامنے اوئیڈنسی کے طور پر بیان دئے ہوں گے۔ اون میں سے چند لوگوں نے یہ کہا ہے کہ ہم کو معلوم ہی نہیں کہ ایسا کوئی ڈپارٹمنٹ یا ٹریبیونل ہے جو اس قسم کے معاملوں کی تحقیقات کرتا ہے۔ اس سے کیا پتہ چلتا ہے۔ کرپشن دور کرنے کے لئے جو طریقہ اختیار کیا گیا وہ پبلک کو معلوم ہونا چاہئیے۔ صرف۔ صرف انٹیلیجنشیا کلاس تک ہی پہنچایا گیا تو کیا فائدہ ہوگا۔ اس لئے میرا یہ کہنا ہے کہ کمیشن نے جو ریکمنڈیشنیں کئے ہیں اون پر غور کر کے اس کو اس طرح بتایا جائے کہ ایک معمولی آدمی بھی اون تک پہنچ سکے۔ اور اپنی شکایت پیش کر سکے۔ جب تک یہ پروسیجر اڈاپٹ نہیں کیا جائیگا کرپشن مینیائز

(Minimise) نہیں ہو سکتا۔ لیکن کمیشن کے ریکمنڈیشن کو منظور کرنے کے علاوہ اور بھی جو طریقے ہو سکتے ہیں وہ بھی اختیار کرنا چاہئیے۔ جیسا کہ میں نے پہلے کہا سیاسی پارٹیوں کے فل کو آپریشن کے ساتھ ہر پارٹی کو کانفیڈنس میں لیکر سب لوگ متفق ہو کر کوشش کریں تو یہ بیماری دور ہو سکتی ہے۔ اور ہم ایک طرح اپنے مقصد میں کامیاب ہو سکتے ہیں۔ آنریبل ڈپٹی منسٹر کو ہنسی آ رہی ہے لیکن میں دعویٰ کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ .....

डिप्टी होम मिनिसटर (श्री. श्रीनिवासरव अखेलीकर :- मैं आपके बोलने पर नहीं हस रहा हूँ, बल्कि मैं बिचर कुछ बातचीत कर रहा था ।

شری اناجی راؤ گوانے :- اگر آپ صحیح معنوں میں اس چیز کو کرنا چاہتے ہیں تو پبلک میں یہ فیلنگس (Feelings) پیدا کیجئے کہ ہم سب

لوگ بل کر اس کینسر (Cancer) کو ختم کرنے کے لئے متفقہ طور پر کوشش کریں۔ وہ جو طریقے اختیار کریں گے اوس کی پولیسی پبلک میں اچھی طرح کرنی چاہئیں۔ تاکہ ہر شخص کو یہ بات اچھی طرح معلوم ہو جائے کہ اگر کوئی شخص رشوت لینے کی کوشش کرے تو ہم قریب ہی میں کسی مقام پر جا کر اسکی اطلاع کر سکتے ہیں۔ اور فوراً اوس کو دور کر سکتے ہیں۔ جب تک یہ طریقہ اختیار نہیں کیا جائیگا تب تک آپ کے کمیشن اچھی طرح کام نہیں کر سکیں گے۔ کرپشن ویسا ہی رہیگا اور کمیشن اپنی جگہ رہیں گے۔ اس لئے میں نے جو سچیشن رکھے ہیں اون پر غور کیا جائے کہ اس کے متعلق پبلک میں زیادہ پولیسی کی جانی چاہئے تاکہ شکایت کرنے والوں کی شکایت آسانی سے رفع ہو سکے۔ اٹنا کہہ کر میں اپنی تقریر ختم کرتا ہوں۔

شری ایم۔ کنڈل ریڈی (کنارم) :- مسٹر اسپیکر سر۔ آج ہمارے ہاؤس کے سامنے جو رپورٹ زیر بحث ہے اوس کے متعلق کسی مکتب خیال اور کسی سیاسی پارٹی کے آئریبل ممبروں میں اختلاف رائے نہیں ہو سکتا کہ رشوت کا انسداد ہونا چاہئے۔ اسی امر پر سب ہی متفق ہیں۔ بیماری سب تسلیم کرتے ہیں۔ مگر ہم کو سوچنا یہ ہے کہ دراصل یہ بیماری ہے کہاں۔ سالانہ (۳۶) روپیہ تنخواہ پانے والے سیت سندھی سے لیکر ایک کروڑ روپیہ پانے والے راج پر مکھ تک سب یہی کہتے ہیں کہ رشوت بند ہونا چاہئے ایک ووٹ دینے والے ووٹر سے لیکر ایک لاکھ ووٹس حاصل کرنے والے اسمبلی کے ممبروں تک سب یہی کہتے ہیں کہ رشوت ہے۔ بند ہونا چاہئے۔ ہمارے سامنے جو رپورٹ پیش ہوئی ہے اوس میں یہ بتایا گیا ہے کہ گورنمنٹ سروئس جو رشوت لیتے ہیں اوس کا انسداد کس طرح کرنا چاہئے۔ لیکن ایک چیز میں عرض کرونگا۔ جو بیجا نہیں سمجھی جائیگی۔ دراصل رشوت اور بدعنوانی کی شکل کیا ہے۔ بہت سے آئریبل ممبر کہہ چکے ہیں کہ ہمارا سماجی نظام۔ ہمارا معاشی نظام اور حکومتی نظام ہی ایسا ہے کہ اوس میں اسکی گنجائش ہے۔ جو گورنمنٹ سروئس ناجائز طریقہ پر پیسہ حاصل کرتے ہیں اوس کا نام رشوت ہے۔ ایک بیوپاری ہے جو سالانہ دس لاکھ روپیہ حاصل کرتا ہے اوس کا نام ہے منافع۔ ایک زراعت۔ پیشہ زمیندار اپنے قبضہ میں ہزاروں ایکڑ زمین رکھتا ہے اور آمدنی پیدا کرتا ہے اوس کا نام ہے زراعتی آمدنی۔ ایک لیڈر لوگوں سے پیسہ جمع کرتا ہے اوس کا نام ہے چندہ۔ ایک آدمی سالانہ (۵۲) ہزار روپیہ کماتا ہے اوس کا نام ہے تنخواہ۔ اور جو لوگ سو دسو روپیہ یا پچاس ساٹھ روپیہ تنخواہ کے عہدہ پر ہوتے ہیں وہ پیسہ کاتے ہیں تو اوس کا نام ہے رشوت۔ ٹھیک ہے۔ اس کی شکل اور سو روپ (स्वरूप) الگ الگ ہیں۔ دراصل یہ ناجائز کائی ہے یہ ساج کے لئے نقصان دہ ہے۔ ہمارا حکومتی اور سماجی نظام ایسا ہے جس میں عہدہ دار۔ ماہوکار زمیندار وغیرہ ان طبقوں کی وجہ سے بدعنوانیاں پیدا ہوتی ہیں۔ سب آئریبل ممبروں نے ملک کے تمام لوگ اس کو تسلیم کرتے ہیں کہ رشوت ہے۔ سب کی یہی رائے ہے کہ اس کا انسداد کیا جانا چاہئے۔ لیکن انسداد کے متعلق جو طریقہ بتلائے گئے ہیں اوس

سلسلہ میں اختلاف ہے اور وہی مسئلہ حل طلب بھی ہے۔ میں ہاؤس کا زیادہ وقت نہ لینے ہوئے اتنا ہی عرض کروں گا کہ کمیشن نے اپنی رپورٹ میں یہ کہا ہے کہ اس کے لئے ایک کمیٹی مقرر کی جائے تاکہ رشوت کا انسداد ہو سکے۔ میں اس سلسلہ میں چند تازہ واقعات ہاؤس کے سامنے پیش کروں گا۔ قبل اس کے کہ میں کچھ اپنے تاثرات کا اظہار کروں مجھے ایک شبہ ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر ایک واقعہ کا ذکر کرتا ہوں ہمارے گزٹ میں سنہ ۱۹۸۲ ف میں ایک مقطعہ دار رہا کرتے تھے اون کو حساب لکھنا نہیں آتا تھا۔ (میرے پاس اوس کے متعلق کاغذات بھی موجود ہیں) پٹیل پٹواریوں سے حساب لکھایا کرتے تھے۔ جب کبھی مقطعہ دار کسی کو پانچ دس روپیہ دینے کے لئے کہتے تو پٹیل پٹواری اوس رقم کو کئی بار لکھتے کہ فلاں شخص کو دی گئی۔ فلاں کو دی گئی۔ فلاں کو دی گئی تین چار بار اس طرح رقم کو دھراتے اور اون کی حجاست کرتے تھے۔ پٹیل پٹواریوں میں سے غالباً کسی کو اپنا حصہ نہیں ملا ہوگا اوس نے مقطعہ دار کے پاس رپورٹ کردی کہ یہ لوگ حساب میں غلطیاں کرتے ہیں۔ اون کو چک کرائے تو پول کھل جائیگا۔ اون کو بھی شبہ تھا انہوں نے اپنے ایک رشتہ دار کو حساب چک کرنے کے لئے بلوایا جو حساب جانتے تھے۔ جب پٹیل پٹواری کو معلوم ہوا کہ حساب جانچنے والے آئے ہیں تو انہوں نے اون صاحب کو ایک سو روپیہ دے دئے (یہ کوئی قصہ کہانی نہیں حقیقی واقعہ ہے) حساب کی جانچ کرنے والے صاحب نے وہاں پندرہ دن مقام کیا۔ مقطعہ کی دس بارہ مرغیاں۔ دو چار بکریاں اور سو پچاس انڈے کھائے اور پھر آخر میں تصفیہ کیا کہ واقعی حساب میں غلطی ہے۔ مگر وہ اس طرح کہ خود مقطعہ دار صاحب کے دو سو روپیہ نکلتے ہیں۔ گویا انہوں نے ایک الٹا ہی حساب نکالا۔ اس لئے میرا یہ کہنا ہے کہ انسداد رشوت کے لئے جو طریقے اختیار کئے جائیں گے اوس کا نتیجہ اس طرح نہیں ہونا چاہئے۔ رشوت پرانے زمانے سے چلی آرہی ہے اوسکے انسداد کے لئے بھی ایک زمانے سے کوشش ہوتی رہی ہے۔ خود نظام گورنمنٹ کے زمانہ میں بھی کئی کمیٹیاں مقرر تھیں۔ اس لئے پرانے تلخ تجربات کو پیش نظر رکھ کر کوئی ایسا قسم اٹھایا جائے جس میں غلطیاں نہ ہوں۔ میں دو چار مثالیں رشوت کی کارروائیوں کی بتاتا ہوں جو میرے ہاتھ پر چلی ہیں اور جو بالکل تازہ ہیں تاکہ ہاؤس کو معلوم ہو جائے کہ کمیٹیاں رہنے کے باوجود بھی رشوت کم نہیں ہوئی۔ آئندہ ہم جو طریقہ اختیار کریں اوس وقت ان امور اور غلطیوں کو بھی پیش نظر رکھنا چاہئے۔ ہمارے گزٹ میں مدرسہ کی ایک بلڈنگ تھی وہ ایک پرانی عمارت تھی جو گرتی جا رہی تھی۔ وہاں کے صندو مدرس صاحب نے تعلیمات کے مہتمم صاحب کو رپورٹ کی کہ اسکی داغ دوزی کے لئے پیسے دئے جائیں۔ جب پیسے آ گئے تو صدر مدرس صاحب وہ پیسے بھی کھا گئے۔ اور مکان کی لکڑی وغیرہ بھی فروخت کر لئے۔ مہتمم صاحب کو خبری کے طور پر ایک مقامی شخص نے درخواست دی۔ لیکن کوئی فیصلہ نہیں ہوا۔ صدر مدرس صاحب نے مدرسہ کی کچھ زمین بھی بیچ لی۔ لیکن نہ اون سے پیسہ وصول کئے۔ نہ اون کا وظیفہ بند کیا گیا۔ رشوت کی کوئی قسم دیتی ہیں اور اس میں دینے والا اور لینے



والا دونوں بھی مجرم ہوتے ہیں - دینے والا اس لئے خوشی سے دینا ہے کہ اوسکو ناجائز فائدہ ہوتا ہے۔ مثلاً ہمارے پاس تمباکو کی کاشت پر گورنمنٹ نے ٹیکس لگایا ہے - رعایا یہ خیال کرتی ہے کہ اگر کاغذات میں صحیح رقبہ درج ہو جائے تو کافی ٹیکس لگ جائیگا - کچھ دیکر کہا جاتا ہے کہ کم رقبہ ہی درج کر دیجئے - میں نے جب اس چیز کو منظر عام پر لانے کی کوشش کی تو ناکامی ہوئی - باوجود اسکے کہ میں نے اوسکو اطمینان دلایا لیکن رشوت دینے والا اس امر پر راضی نہیں ہوا کہ اوسکو قبول کر لے - بعض رشوت ایسی ہوتی ہے کہ جبراً وصول کی جاتی ہے - مثلاً انکم ٹیکس کے آفس سے ساہوکاروں کو نوٹس دیجاتی ہے کہ تمہارا اتا سرمایہ ہے یہ حساب کا تخنہ ہے تم اتنا ٹیکس داخل کرو - ہمارے گاؤں میں چار ساہوکاروں کے نام نوٹس آئیں - وہ لوگ دفتر میں گئے - جب میں نے اون سے پوچھا کہ کیا تصفیہ ہوا تو کہنے لگے کہ ہم آفیسروں سے مل لئے ہیں معاملہ رفع دفع ہو گیا - ہماری ریاست میں چند قوانین ایسے ہیں کہ اونکی وجہ سے مجبور ہو کر رشوت دنیا پڑتا ہے - جیسا کہ میں نے پچھلے سال آبکاری کے حق مالکانہ کی وصولی کے سلسلہ میں جو ایک درخت پر دو ڈھائی روپیہ سے زیادہ نہیں ملتا کسی کسان کو اپنے گاؤں سے خزانہ پر جا کر رقم حاصل کرنا پڑتا ہے - دس بارہ میل کا فاصلہ طے کر کے اوسکو جانا پڑتا ہے اور پھر وہاں اوسکو اوس رقم کے لئے پٹیل پٹواری کی تصدیق حاصل کرنی پرتی ہے - نمبر اندازی کی تصدیق - گرد اور کی تصدیق سب انسپکٹر آبکاری کی تصدیق - صیغہ دار متعلقہ کی تصدیق صیغہ دار انجمن کی تصدیق - محفوظ قولدار کی تصدیق - فوطہ دار کی تصدیق وغیرہ وغیرہ ان سب لوگوں سے تصدیق حاصل کر کے اوسکو رقم لینا پڑتا ہے - اوسکے علاوہ جب کسان اوس آفس میں جاتا ہے تو وہاں اوسکا کوئی خلیرا بھائی تو نہیں ہونا کہ جاتے ہی پیسے دے دئے جائیں کردی نوٹس وغیرہ کو بھی کچھ دینا پڑتا ہے تب کہیں رقم ملتی ہے - میں نے اس سلسلہ میں منسٹر صاحب کو متوجہ کیا کہ فلاں فلاں اشخاص نے اتنا لیا ہے وغیرہ رعایا کی درخواستیں میرے پاس ہیں - میں نے اسکے متعلق رپورٹ پیش کی مجھے اوسکا جواب کیا ملتا ہے میں وہ سناتا ہوں - جواب ملتا ہے - ”بجواب درخواست مورخہ فلاں - فہائش دیجاتی ہے کہ آپ کا ایم - ایل - اے - بننا کافی نہیں - اوسکے فرائض سے بھی واقفیت حاصل کرنا ضروری ہے - ورنہ عوام کو فائدہ پہنچانے کی بجائے نقصان پہنچاؤ گے“ -

میں نے تحریک یہ کی تھی کہ دیکھئے یہ طریقہ ٹھیک نہیں ہے - آپ پابندی کیجئے - لینے والے اور دینے والے بہت سے ہیں اور میرے پاس انکے فائلس بھی بہت سے ہیں لیکن لینے والے اور دینے والے کدھر گئے پتہ نہیں اب بلا مجھ پر پڑی ہے - کہا جاتا ہے کہ تم جو الفاظ مدرسے میں پڑھے ہو انکے یہ معنی نہیں ہیں - بلکہ انکے معنی پولیٹیکل ڈکشنری میں کچھ اور ہوتے ہیں - جو رشوت دیتے ہیں اور لیتے ہیں تم بھی اون سے کچھ مانگ لیکر خاموش بیٹھنا تھا - یہ سب کہاں کی لگائے - یہ کہا گیا - (Laughter) حالانکہ آپکے کمیشن کی رپورٹ میں بھی ہے کہ آبکاری کی

ایک ایک بیٹھک وصول ہوتی ہے لیکن میں آپکو بتلاتا ہوں کہ ایک نہیں بلکہ دو دو بیٹھک وصول کرتے ہیں۔ اس سلسلہ میں آنریبل منسٹر صاحب کو ایک رپورٹ دیا تھا اس کا جواب مجھے یہ ملتا ہے۔

(It is sent to the Excise Commissioner on 16-1-1954 for necessary action).

یہ رسید مجھے ۱۶ جون سنہ ۱۹۵۴ء کو سلی جسکا آج تک اور کچھ نتیجہ نہیں نکلا میں اسکے سوا اور کیا کہہ سکتا ہوں۔

جا کر دعا جناب الہی میں رہ گئی  
 عرضی پہنچ کے دفتر شاہی میں رہ گئی  
 بے کس سمجھ کے وہ آئی نہ تیرے ساتھ  
 تقدیر بارگاہ الہی میں رہ گئی

میں ایک اور چیز عرض کرنا چاہتا ہوں۔ ہمارے پاس ایک گرداور مال ہے وہ تلف مال کی کارروائیاں شروع کئے۔ میں آنریبل منسٹر اگر یکلچر کے پاس جا کر کہا کہ آپ جو لیوی کا تقاضہ کر رہے ہیں وہ سخت ہے۔ لیکن آنریبل منسٹر نے اسکا جواب کچھ نہ دیا۔ اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ گرداور ستر ہزار میں سرکار کو ڈبایا اور خود سات ہزار روپیہ گھٹ کر لیا۔ اس طرح تلف مال کی منظوری یعنی والی رعایا سب پارٹیوں سے تعلق رکھنے والے نہیں۔ یعنی بی۔ ڈی۔ ایف۔ کے بھی ہیں سوشلسٹ کے بھی ہیں کانگریس کے بھی ہیں۔ میں نے کوشش کی کہ مقدمہ چلایا جائے مگر مجھ سے رعایا نے یہ کہا کہ کہاں بدعنوانیوں کی لیکر بیٹھے ہیں تم کو بھی کچھ کرا لینا ہے تو کرا لو کیونکہ پیسہ دئے بغیر وہ معاف نہیں ہوتا اور معاف نہیں ہوا تو پھر اتنا غلہ سرکار کو بھرنا۔ لوگوں نے یہ کہا کہ قانون دانوں کی بات تم جانو تمہاری اسمبلی جانو ہم کو آکر مت بتاؤ۔ (Bell was rung)۔ ایک لاوارث آدمی کے ساتھ اتنی جلدی مت کرو۔ (Laughter)

سال حال گذشتہ جنوری میں ایک واقعہ ایسا ہوا کہ ایک گرداور نے چالیس ایکڑ تری کو فرضی طور سے تلف مال میں شامل کر دیا۔ میں اس گاؤں میں جا کر پوچھا کہ تلف مال کہاں ہوا ہے تو گاؤں والوں نے کہا کہ تلف مال ہمارے پاس کچھ نہیں ہوا۔ ڈپٹی کلکٹر اور تحصیلدار وہاں لیوی کے لئے آئے تو میں نے ان سے کہا کہ صاحب ڈرا ریکارڈ منگوائیے مجھے دیکھنا ہے تو چالیس ایکڑ کا ریکارڈ اس میں بھی نہیں ہے۔ پٹواری کو عہدہ داروں نے ڈانٹ کر پوچھا تو اس نے کہا کہ تلف مال میں لکھا ہوا ہے لیکن گاؤں والوں کو بلوا کر پوچھا گیا تو انہوں نے نفی میں جواب دیا کیوں کہ نہ پنچنامہ ہوا اور نہ کسی کو معلوم ہے بلکہ سب معاملہ فرضی تھا۔ حالانکہ فی ایکڑ ۸ پلے دھان اس میں ہوا لیکن اس کو تلف مال میں لے لیا گیا۔ ڈپٹی کلکٹر صاحب بیانات لے لئے۔ میں پوچھا کہ صاحب اس پر کیا کارروائی کریں گے تو انہوں نے کہا کہ

چارج لگائینگے - اس کے بعد اب دیکھتا ہوں تو وہ گرد اور پٹواری ویسے ہی ہیں اور ڈپٹی کلکٹر صاحب اور تحصیلدار کا تبادلہ ہو گیا ہے - اب میں وہ ریکارڈ دیکھنا چاہتا ہوں تو وہ بھی نہیں ہے۔ چلو ”لا الہ الا اللہ“ میں سچ کہتا ہوں کہ وہ مثل ہی نہیں ہے - ( Laughter ) - ( Bell was rung ) صرف اور تین منٹ - میں ایک ایک آنریبل ممبر سے ایک ایک منٹ بھی لیا تو اور دس منٹ مجھے مل سکتے ہیں - ( Laughter ) -

اس طریقہ سے میں دو تین اکڑا پلس ہاؤس کے سامنے رکھا ہوں لیکن یہ اس وجہ سے نہیں رکھا کہ آپ جو قانون بنا رہے ہیں اس کو ری ٹراسپیکٹیو ایفکٹ (Retrospective effect) دیکر پچھلے کارروائیوں کو بھی اس کے تحت لیں - (Laughter) لیکن اگر آپ ان کو اس کے تحت لینا چاہے بھی تو لے سکتے ہیں - آپ دوسرے قوانین کو تو ری ٹراسپیکٹیو ایفکٹ دے سکتے ہیں لیکن اس قانون کو نہیں دے سکتے - ایسا ہو ہی نہیں سکتا - لیکن عہدہ دار اس پر نظر رکھیں کہ کس طریقہ سے کرپشن کا انسداد ہو سکتا ہے - میں جو دو تین مثالیں دیا ہوں ویسے اور کئی مثالیں دے سکتا ہوں لیکن ان کی ضرورت نہیں ہے کیوں کہ سب اس سے اتفاق کرتے ہیں کہ کرپشن ہے اور سب آنریبل ممبرس کو مجھ سے زیادہ ہی تجربہ ہوا ہوگا - لیکن سوال یہ ہے کہ اب کرنا کیا چاہئے - یہ قانون لگانداری کا مسئلہ تو نہیں ہے کہ فیملی ہولڈنگ کے لئے ایک پارٹی کچھ کہے اور دوسری پارٹی کچھ کہے - یہ تو متفقہ مسئلہ ہے - اس لئے پہلے سے سوچ لینا چاہئے - لیکن میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اگرچہ کہ یہ رپورٹ گورنمنٹ سرونٹس سے متعلق ہے مگر بد عنوانی کا تعلق صرف اون ہی سے نہیں ہے بلکہ سماج میں رہنے والے ہر شخص سے بد عنوانی کا سوال متعلق ہو سکتا ہے اور جب تک معاشی نظام میں تبدیلی نہیں ہوتی یہ بد عنوانیاں رہینگے - آپ کے قوانین ہی کچھ ایسے ہیں کہ رشوت بغیر دئے کام نہیں بنتا - فقریت کا چکر کاتنے کاتنے اتنی دیر لگتی ہے کہ کام وقت پر نہیں ہو سکتا اس لئے مجبوراً رشوت دیکر کام نکالنا پڑتا ہے - چنانچہ میں جانتا ہوں کہ ایک مقدمہ ۱۲۹۹ ف سے چل رہا ہے اور اب سنہ ۱۹۵۴ ع میں یعنی ۶۴ سال کے بعد بھی اس کا تصفیہ نہیں ہوا ہے بلکہ وہ ابھی زیر تصفیہ ہے - اس لئے آپ کو قوانین ایسے بنانے چاہئیں کہ کم سے کم مدت میں تصفیہ ہو جائے - اور رشوت لینے والوں کو ایسی دہشتناک اور عبرتناک سزا دی جائے کہ کسی کی ہمت نہ ہو سکے - آپ یہ نہ دیکھئے کہ ایویڈنس نہیں ملتی - آپ یہ دیکھئے کہ ایک معمولی گورنمنٹ سرونٹ کے پاس اس قدر روپیہ کہاں سے آیا - ایک آفیسر کی ہمنگنڈ روڈ پر پچاس ہزار کی بلڈنگ ہے - ایک لاکھ کی پالیسی ہے روز دسترخوان پر مرغیاں اڑتی ہیں تو یہ آخر آیا کہاں سے - یہ آپ کیوں نہیں پوچھتے -

[Mr. Deputy Speaker in the Chair.]

لیکن جیسا کہ کہا جاتا ہے ایک کمیٹی بنائینگے - ایک قانون کے تحت شہادت لی جائیگی پھر تحقیقات ہوگی تو یہ اتنا لمبا پروسیجر ہے کہ اس سے رشوت ستانی کا انسداد

ہونا نا ممکن ہے اور یہ بھی کہ ساری ریاست میں ۲۲ ہزار دیہات کے لئے ایک ہی کمیٹی کافی ہے انسداد رشوت ستانی ناممکن ہے ایک ہی کمیٹی کے اگر ہر ضلع اور تعنفہ کے لئے کمیٹیاں بنائی جائیں اور جہاں کہیں رشوت ستانی کے واقعات ہوں اس کی فوراً تحقیقات کر کے دہشت زدہ اور عبرتناک سزا دی جائے تو اس کا انسداد ہو سکتا ہے نیز وہ کمیٹیاں بھی اپنے طور پر آزاد ہوں۔ اتنا کہتے ہوئے میں اپنی تقریر ختم کرتا ہوں۔

شری شرن گوڑہ انعامدار (اندولہ - جیورگی) :- آج جو رپورٹ ہاؤس کے سامنے

... ہے

مسٹر ڈپٹی اسپیکر :- میں امید کرتا ہوں کہ آپ دس منٹ میں ختم کریں گے۔

شری شرن گوڑہ انعامدار :- یس منٹ میں۔

مسٹر ڈپٹی اسپیکر :- صرف دس منٹ میں۔

\* شری شرن گوڑہ انعامدار :- اس رپورٹ کے بارے میں ہر دو جانب سے کہا گیا ہے۔ میں بھی اس سلسلہ میں ایک چیز کہنا مناسب سمجھتا ہوں۔ یہ ایک ایسی بیماری ہے (بہت سے لوگ اس کو بیماری کہتے ہیں) جو باہر سے نہیں آتی جیسے قدرتی طور پر دوسری بیماریاں اور ایڈ مکس باہر سے آتی ہیں بلکہ کرپشن ایک ایسا مرض ہے جو انسان کے اندر ایک بیماری کی طرح پیدا ہوتا ہے اور وہیں سے اس کی ابتدا ہوتی ہے۔ کال کی بات یہ ہے کہ اس کا ایڈ مکس یا دیگر امراض کی طرح سے باہر سے کوئی علاج نہیں کیا جاسکتا یہ کوئی فلوڈ (Flood) یا اور کسی قسم کی آسانی مصیبت نہیں ہے جس کے انسداد کے لئے ہم بیرونی تدابیر اختیار کریں بلکہ یہ ایسی چیز ہے جو ہمارے دل سے نکلتی ہے۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ جہاں جو مرض پیدا ہوتا ہے وہیں اس کو روکنے کے لئے علاج بھی کرنا چاہئے۔ تب ہی یہ چیز جلد ختم ہو سکتی ہے۔ مال پراکٹیسس (Malpractices) یا کرپشن کا مسئلہ حیدرآباد میں پولیس ایکشن کے بعد ہی زیادہ ہوا یا اس کا وجود پہلے نہیں تھا بلکہ اب ہوا ہے ایسی تو کوئی بات نہیں ہے۔ بلکہ جب سے دنیا میں ساج نے جنم لیا ہے اور انتظامات کے مختلف طریقے رائج ہوئے ہیں تب سے اس کا وجود بھی ہے۔ اس کو دور کرنے کے لئے بہت سے آنریبل ممبرس نے کہا ہے کہ اخلاق معیار کو اونچا کرنے کی ضرورت ہے۔ میں بھی ان سے متفق ہوں۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ اخلاق معیار کو اونچا کئے بغیر اس کو کامل طور سے ختم بھی نہیں کیا جاسکتا لیکن اخلاق معیار کو اونچا کرنے کے لئے کس قسم کے سماجی حالات کی ضرورت ہے اس کو بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ ہمیں کیا حالات پیدا کرنا ہے اور ان میں لوگوں کی ضروریات کس حد تک پوری ہو سکتی ہیں ان کا بھی لحاظ کرنا ضروری ہے۔ آج ہمارے چھوٹے بچے مدارس میں جاتے ہیں۔ پھر وہ بڑے ہو کر کالج میں جاتے ہیں لیکن جب وہ کالج سے تعلیم پا کر نکلتے ہیں تو انہیں عملی میدان میں یا عملی زندگی میں قدم رکھنا پڑتا ہے۔ چاہے وہ نوکری کریں یا زراعت یا تجارت لیکن ان میدانوں میں،

عملی کام کرنے میں تو ان کے سامنے کئی مسائل کھڑے ہو جاتے ہیں۔ وہ دیکھتے ہیں کہ انہیں موقع سے فائدہ اٹھانا چاہیے اور لطف سے زندگی بسر کرنی چاہئے چاہے اس کے اثرات ساج پر کچھ ہی پڑیں اور میں سمجھتا ہوں کہ یہیں سے ان کے ذہنوں میں خلل پیدا ہوتا ہے اور یہیں سے وہ راہ بھٹکتے ہیں۔ یہیں سے ان میں خود غرضی - مفاد پرستی اور مفت خوری جیسے گھناؤنے امراض کی ابتدا ہوتی ہے۔ جب ایک انسان ایک ساج - ایک قوم اور ایک ملک میں رہ کر یہ چاہتا ہے کہ وہ دوسرے انسان کے مقابلہ میں پر لطف زندگی گزارے۔ زیادہ سے زیادہ آرام و آسائش حاصل کرے اور اس کی خواہشات کو پورا کرنے کے لئے اس کے پاس اتنا پیسہ نہیں ہوتا تو وہ کرپشن کرتا ہے۔ کرپشن کو اختیار کرنے کی بنیادی وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ اس کو دوسرے وسائل اتنے آسان نظر نہیں آتے جہاں کہ وہ اتنا پیسہ آسانی سے حاصل کر سکے۔ مثال کے طور پر اگر ایک آدمی سروس میں جاتا ہے اور اس کو اپنی ذمہ داریوں کے پورا کرنے کے بعد جو تنخواہ ملتی ہے اس میں اپنی زندگی بنانا چاہے تو میں نہیں سمجھتا کہ کرپشن کریگا اور دوسرے لوگوں سے رشوتیں لیگا۔ اسی طرح پبلک کا بھی حال ہے۔ جو رولس ہیں۔ جو قواعد اور قوانین ہیں اگر ان پر سختی کے ساتھ عمل کریں تو ان کا کام اگر تحصیل میں نہ نکلے تو تعلقداری میں نکلیگا۔ تعلقداری میں نہ نکلے تو معتمدی میں اور اسکے آگے جا کر بھی وہ اپنا کام نکال سکتے ہیں بشرطیکہ وہ قانون کے خلاف نہ ہو۔ اگر اس قسم کا احساس ہو تو میں نہیں سمجھتا کہ رشوت ستانی کی گنجائش باقی رہ سکتی ہے۔ لیکن عملاً نہ تو پبلک اتنے اونچے اخلاق کا ثبوت دیتی ہے اور گورنمنٹ سروس میں اتنے فرشتے ہوتے ہیں کہ جو رشوت انہیں دی جائے وہ قبول نہ کر لیں۔ اس لئے میں یہ کہنے کے لئے ہرگز تیار نہیں ہوں کہ پبلک پوتر (पुत्र) ہے اور گورنمنٹ سروس کرپٹ ہیں۔ بلکہ آج جو ساج کا نقشہ ہے اور اس میں جو حالت آج ہے اس کے لئے دونوں برابر کے ذمہ دار ہیں۔ کوئی کم کوئی زیادہ۔ لیکن اس کرپشن کے دونوں ذمہ دار ہیں کیونکہ ایک آدمی تو کرپشن نہیں کر سکتا۔ اس کے لئے دینے والا اور لینے والا دونوں ضروری ہے۔

جس ساج میں ہم رہتے ہیں اس میں کوئی تاجر ہے۔ کوئی ملازم ہے کوئی مزدور ہے۔ کوئی ساجی کارکن ہے اور کوئی پولیٹیکل ورکر ہے۔ لیکن ان میں سے ہر انسان کی نفسانی خواہشات ہوتی ہیں۔ ان نفسانی خواہشات میں جب تک تبدیلی نہ کی جائے ان میں کوئی روحانی تبدیلی نہ ہو کرپشن دور نہیں ہو سکتا۔ اس مرض کے لئے جیسا کہ میں نے کہا کوئی بیرونی علاج کارگر نہیں ہو سکتا۔ یہ کوئی ایسا دشمن نہیں ہے جس کا مقابلہ آرمڈ کارس تھری ناٹ تھری اور ایم پامس سے کیا جاسکے۔ نفسانی خواہشات کا جال ایسا ہے جس میں انسان آسانی سے پھنس جاتا ہے اور جب تک انسان کی اخلاقی حالت نہ سدھر جائے اس میں کوئی تبدیلی نہیں آسکتی۔ چنانچہ یہ مسئلہ جتنا آسان ہے اتنا ہی مشکل بھی ہے۔ اگر آپ اس کو مشکل سمجھتے ہیں تو مشکل ہے اور آسان سمجھتے ہیں تو آسان ہے۔ کمیشن نے اپنی رپورٹ میں اس کو ختم کرنے کے لئے مختلف ذرائع بتلائے ہیں

لیکن عام طور پر جس ذریعہ سے اس کو ختم کیا جاسکتا ہے وہ اخلاق کا ذریعہ ہے۔ لیکن اس حقیقت کو تسلیم کرنے کے باوجود بھی ہمیں کچھ نہ کچھ قانون کی مدد لینی پڑتی ہے۔ بغیر قانون کی مدد لئے بھی ہم کچھ نہیں کر سکتے لیکن زیادہ اہمیت جس پہلو کو دی جانی چاہئے وہ اخلاق پہلو ہی ہے قانون کے ذریعہ ہمیں سناج میں ایسا انوائٹمنٹ (Environment) پیدا کرنا چاہئے کہ حالات کو سدھارا جاسکے اس لئے میں آنریبل ممبر سے درخواست کرونگا کہ وہ اس مسئلہ کو سیاسی رنگ نہ دین بلکہ یہ سوچیں کہ اس مسئلہ کی برائی کا تعلق ہر انسان سے ہے جس کو اچھا ماحول پیدا کرنے سے اور اخلاق بلند کرنے سے ختم کیا جاسکتا ہے۔

\*شری. وھی. ڈی. देशपांडे:—अध्यक्ष महोदय, मैं सिर्फ पांच मिनट में कुछ कौकरीट पॉइंट्स (Concrete points) रखना चाहता हूँ। मुझे सिर्फ पांच मिनट बोलने का मौका दिया जाय।

श्री. शेषराव माधवराव वाघमारे:—मैं सिर्फ चार मिनट बोलना चाहता हूँ।

चिफ मन्सٹر (شری بی۔ رام کشن راؤ):—یہ مسئلہ ایسا ہے کہ تمام آنریبل ممبرس تقریر کرنا چاہتے ہونگے۔ لیکن اب تک اس پر کافی جنرل ڈسکشن ہو چکا ہے۔ میں اس کو وائنڈ اپ (Wind up) کرتے ہوئے.....

श्री. वही. डी. देशपांडे:—वांछितअप करने के पहले सिर्फ पांच मिनट में खतम करता हूँ। मैं सिर्फ पॉइंट रखूंगा।

مسٹر ڈپٹی اسپیکر:—آپ اس کو پانچ منٹ میں ختم کریں -

श्री. वही. डी. देशपांडे:—अध्यक्ष महोदय, यह जो रेकमेंडेशन कमिशन ने दिये हैं उसी की हदतक अर्ज करूंगा। पहले मैं साफ तौर पर यह कहना चाहता हूँ कि जो रेकमेंडेशन इस कमिशन ने किये हैं उनसे मैं जनरली अग्री (Agree) करता हूँ। जो रेकमेंडेशन्स किये गये हैं उन्हें अगर अमल में लाया गया तो हम बहुत हदतक करप्शनको रोक सकते हैं। इस लिये मेरी यह प्रार्थना है कि जिसे जल्द से जल्द अमल में लाया जाय।

दूसरी बात यह है कि जिसके पहले भी हमने कभी मतबा यह चीज यहां पर रखी है कि जिस तरह का अेक अेन्टी करप्शन डिपार्टमेंट डायरेक्टली होम मिनिस्टर के ताबे होना चाहिये। और उसको यह अेखत्यार होना चाहिये की वह डायरेक्टली अैसी बातों का काँगनिडन्स ले सकें, और केसेस चला सके, और करप्शन के केसेस के सिलसिले में कदम अुठा सके। लेकिन जिसके बारे में हूँकूमत ने अबतक कोअी कदम नहीं अुठाया है। मालूम नहीं है कि जिसके बारे में कुछ सोचा गया या नहीं। लेकिन हमारे सामने तो अबतक अैसी कोअी बात नहीं आयी है। मेरे कहने का मतलब यह है कि अैसी जो मशिनरी होगी वह होम डिपार्टमेंट से अलग हो और वह डायरेक्टली होम मिनिस्टर के अंडर हो। जिसके बारे में काफी सोचा जाना चाहिये था। कमिशन ने भी इस तरह का सुझाव दिया है कि जिसके लिये अेक अलग मशिनरी होनी चाहिये जो जिसके बारे में काफी सोच सकें और

किसी नतीजे पर पहुँच सकें। आज के हालात में इसके लिये इंडिपेंडेंट मशिनरी (Independent Machinery) होना बहुत जरूरी है। जो कि जैसे केसेस का कॉग्निज़न्स (Cognizance) ले सके और उसको प्रायमा फेसी अविडन्स (Prima facie evidence) के लेने का भी अख्तियार होना चाहिये; और इसके लिये विलकुल अंक इंडिपेंडेंट मशिनरी रखना जरूरी है। अलबत्ता अनिवार्य करने के लिये और दूसरे काम के लिये लायन्स कमिटी (Liason Committee) कायम की जा सकती है। लायन्स की मशिनरी कायम की जा सकती है। लेकिन अनिवार्य और केसेस के काम के लिये इंडिविज्युअल मशिनरी कायम करनी चाहिये।

दूसरी चीज जो रिपोर्ट में कही गयी है कि हर डिस्ट्रिक्ट में इस तरह से लायन्स कमिटियाँ होनी चाहिये, और उनमें सब पार्टिज के लोग आने चाहिये। मेरा कहना है कि इसी तरह से सेंटर में भी एक लायन्स कमिटी कायम होना जरूरी है। इस तरह से यदि लायन्स कमिटियाँ कायम की गयीं तो कलेशन के मामले और दूसरे भी मामले इन कमिटियों के सामने आ सकते हैं। और वह कमिटि अैसे मतलों को हल करने के लिये आमादा होगी।

इस तरह से यदि लायन्स कमिटियाँ और सब कमिटियाँ कायम होंगी तो करप्शन को रोकने के लिये बहुत मदद होगी। और इन लायन्स कमिटियों का डायरेक्टली कमिशन से संबंध होना चाहिये।

और एक मेरा सुझाव यह है कि जब डिपार्टमेंट में प्रमोशन होते हैं, या असॉइन्मेंट होते हैं तब उसमें भी करप्शन के अंदेश, या फेवोरिटिज्म के अंदेश होते हैं। और उनमें जो धांदली होती है उसपर चेक रखने के लिये और उसे रोकने के लिये कोओर्डीनेट कमिटी होनी चाहिये जो कि इसके बारे में विचार करें। और इसमें वहाँ का जो यूनियन होगा उसमें भी नुमाइंदगी दी जानी चाहिये, ताकि वह पहरेकरी का काम कर सके। यूनियन की जो तंजीम है उसे तो डेमाक्रसी में माना जाना चाहिये।

मैं सिर्फ गवर्नमेंट मशिनरी के लिये यह नहीं कहता बल्कि इंडस्ट्रीज में भी इस तरह की कोओर्डीनेट कमिटिज होनी चाहिये ताकि उसमें वर्क्स के भी नुमाइंदे आ सकें। उसी तरह कौंट्रैक्ट देने के बारे में भी इस तरह से कोओर्डीनेट कमिटी होना जरूरी है जिसमें गवर्नमेंट के अधिकारी और वर्क्स के नुमाइंदे हों। अगर ऐसा किया जाय तो कौंट्रैक्ट में आज जो धांदली चलती है वह नहीं होगी, और उन कौंट्रैक्ट्स पर एक चेक रहेगा, और काम भी ज्यादा अच्छा होगा।

अब मुझे व्हिलेज ऑफिसर के बारे में कुछ अर्ज करना है। व्हिलेज ऑफिसर के तत्काल करने के बारे में काफी देरी की जा रही है। सिमला कॉन्फरन्स में तय किया गया था कि हर व्हिलेज के लिये व्हिलेज ऑफिसर रखना चाहिये लेकिन उसकी तरफ अभी तक ध्यान नहीं दिया जा रहा है। और कमिशन ने शॉर्ट टर्म मेजर्स (Short-term measures) जो बताये हैं उसमें भी इस बात की ताअीद की गयी है। उसमें यह भी बताया गया है कि चंदा आदि जो जमा किया जाता है उसमें भी करप्शन होता है। इन तमाम बातों पर सोचा जाना जरूरी है। लॉग टर्म मेजर्स

(Long-term measure) जो बताये गये हैं उसमें हमारा जो सोशल बेस है उसमें ही तबदीली करने की जरूरत है। पहली बात जो कि हमने कभी बार आपके सामने रखी है वह यह है कि अन-अर्नड इनकम ( Unearned income ) किसी का भी नहीं होना चाहिये। हमने जब कोऑपरेटिव्ह कॉमनवेल्थ का अमूल माना है तो उसमें सबको कोऑपरेशन देना चाहिये। और मुफ्त बैठकर खाने की किसे भी अजाजत नहीं होनी चाहिये। इस लिये पहले जो भी अनअर्नड इनकम ( Unearned income ) है उसे बंद करना चाहिये। तभी हम करप्शन को रोक सकते हैं।

दूसरी चीज में पगारों के बारे में कहना चाहता हूं कि हमारे पगारों में बहुत तफावत है, वह नहीं होनी चाहिये। बड़े और छोटे लोग जो पगार पाते हैं उसमें १० गुना से ज्यादा तफावत नहीं होनी चाहिये।

अस तरह से अगर लिविंग वेजेस ( Living Wages ) देंगे तो करप्शन काफी हद तक दूर हो सकता है। दीगर चीजें हाउस के सामने रखने की जरूरत नहीं है। अंक और चीज हाउस के सामने रखना चाहता हूं कि सोशल अमिनिटीज ( Social Amenities ) बढ़ाना करप्शन को दूर करने के लिये अंक बहुत बड़ा जरिया हो सकता है। अंग्लैंड और दूसरे मुमालिक कोऑपरेटिव्ह कॉमनवेल्थ का रास्ता सामने रखकर आगे बढ़ रहे हैं। सोवियट यूनियन और चायना में सोशलिज्म कायम किया गया है। वहां पर इस बात के लिये जोर दिया जा रहा है कि तमाम शहरियों के लिये बीमा फंड, बेरोजगारी फंड, और दीगर तरीकों से सोशल कॉमन अमीनिटीज को बढ़ाया जाय। अगर यह किया जाय तो करप्शन के लिये दिल में जो स्वादिष्ट रहती है उसको मौका नहीं रहता। साथ साथ इसके लिये हमें अपनी सोसायटी का माहोल भी बदलना सब से ज्यादा जरूरी है। क्रॉजिस्ट से लेकर महात्मा गांधी तक सब ने कहा है कि सत्य और अहिंसा होनी चाहिये, करप्शन नहीं होना चाहिये, लेकिन सोसायटी के हालात को हम दुरुस्त नहीं कर सके हैं क्योंकि अबतक समाजके अंदर बुनियादी तबदीली लाने के बारे में नहीं सोचा गया। इंडिविजुअल मारल्स (Individual Morals) बिजनेस मारल्स ( Business Morals ) और पोलिटिकल मारल्स ( Political Morals ) अलग अलग हैं। इस लिये जिस फिल्ड में हम जाते हैं हालात को करप्ट करने की तरफ देखते हैं। शॉर्ट टर्म मेजर्स की ताबीद करते हुये मज्जीद क्या होना चाहिये उसके बारे में मैंने कहा है। लेकिन बेसिकली मैंने कहा कि अनअर्नड इनकम को खतम करना चाहिये, डिस्पैरिटी ( Disparity ) को खतम करना चाहिये, और सोशल अमिनिटीज को बढ़ाना चाहिये। यह कहा जा सकता है कि डिस्पैरिटीज को अंकदम खतम नहीं किया जा सकता। लेकिन सोशल अमिनिटीज को प्रोव्हाइड कर के उसको बहुत हद तक दूर किया जा सकता है। भसलन आपके यहां के काँग्रेस के सदर हैं। चूंकि वे अम. अल अ. हैं उनको दो सौ रुपये महीना मिलता है। लेकिन अतनी आमदनी में वे मोटर नहीं रख सकते। आपने उनके लिये मोटर का वित्तजाम किया। वह उनके कारोबार के लिये और पोजीशन के लिये जरूरी है जिसमें शक नहीं है। किसीको सोशल अमिनिटीज कहा जाता है। ओहदे के लिहाज से वह देना जरूरी है। अगर आप वह नहीं देंगे तो करप्शन के लिये रास्ता खुल जाता है। इसीलिये जब क्रेप्पटो मिनिस्टर्स के तफर्र का सवाल हाउस के सामने आया था उस वक्त कहा गया था कि उनके



लिये मोटरों का अतिजाम भी आपको करना पड़ेगा। आपने उनको मोटरें दी। यह उनके लिये जरूरी था। अगर इस तरह का अतिजामन किया जाय तो मोटरें लाने का दूसरा कोई तरीका निकाला जायगा। जैसे डिपार्टमेंट्स की मोटरें अिस्तेमाल की जा सकती हैं। जब मिनिस्टर्स मोटर को झंडा लगाकर रास्ते से चलते हैं तो डेप्यूटी मिनिस्टर्स को भी स्वादिहश होती है कि उनके पास भी एक छोटी सी कार होनी चाहिये। उसके लिये अतिजाम नहीं करेंगे तो डिपार्टमेंट की मोटरें अिस्तेमाल होती हैं। इस लिये अिन सोशल अमिनिटीज को जरूर दिया जाना चाहिये। उसको तर्क करने के माने पैसा बचाना नहीं है बल्कि दीगर तरीकों से करप्शन के लिये रास्ता खुला करना है। हर शख्स की मुल्क के अंदर और कारोबार के अंदर जो पोजीशन है उसके लिहाज से उसको सोशल अमिनिटीज प्रोव्हाइड करना जरूरी है।

आखिर में मुझे यह कहना है कि हमारी जनता को, नौजवानों को स्कूल्स में और हर अिन्स्टिट्यूशन में यह जो बुनियादी असूल हैं उनको सामने रखते हुअे री-अेज्यूकेट ( Re-educate ) करने की जरूरत है। हमने जिस अेडमिनिस्ट्रेशन और उसके स्ट्रक्चर ( Structure ) को पाया है वह एक अिम्पीरिअलिस्ट स्ट्रक्चर है इसको कभी भूलना नहीं चाहिये। उसको किन हालात की बुनियाद पर हमने पाया है और किस मजबूरी से हम उसको रख रहे हैं वह आप सब जानते हैं। लेकिन यह भी हमें याद रखना चाहिये कि इसको इसी तरह रखकर करप्शन को खतम करना नामुमकिन है। इस लिये हमें सब से पहले इस स्ट्रक्चर को खतम करना पड़ेगा। हमारे नौजवानों को और सर्विसेस को री-अेज्यूकेट करना पड़ेगा। नये डेमाक्रेटिक आयडियल्स उनके सामने रखने पड़ेंगे और बगैर काम किये रोटी खाना हराय है यह हर शख्स को जहननशीन कराना पड़ेगा। जो लोग बिना काम किये खाना चाहते हैं उनके बारे में हमारे दिल में शिद्दत से हेट्रेड ( Hatred ) होना चाहिये। जो लोग चाहते हैं कि बिना काम किये बिना मेहनत किये हम अच्छे घरों में रहेंगे, मोटरें रखेंगे, और मजा करेंगे, उनके बारे में सोसायटी में हेट्रेड होना चाहिये। जो मेहनत करता है उसके लिहाज से उसको मिलना चाहिये। किसी को कम मिलेगा, किसी को ज्यादा मिलेगा।

“to everybody according to the quantity and quality of his work.”

हम यह नहीं कहते कि हर अेक को सौ रुपये दिये जायें। लेकिन कम से कम सौ रुपये दिये जायें। दूसरों को उनके काम की क्वालिटी और क्वांटिटी देखकर आप चाहें तो, दो सौ दे सकते हैं, चार सौ दे सकते हैं, उसके बारे में हमें अंतराज नहीं है। लेकिन हमें सोसायटी से डिसपैरिटी निकालना है तो हर अेक के मेहनत का अंदाजा होना चाहिये। फलों खानदान का है इसलिये उसको महत्व न दिया जाय। कोई डिप्लोमेटिक ट्रिक्स करता है तो उसको रिस्पेक्ट किया जाय यह बात न हो। अैसे जो करते हैं। उनके लिये समाज में हेट्रेड होना चाहिये। हम कुछ लोगों को नवाबों के खुशामदी कहते हैं क्यों कहते हैं? अैसे लोगों के बारे में हमें घृणा होनी चाहिये। जो बडे खानदानों में पैदा होते हैं उनकी आवभगत की जाती है उनको हम अच्छा समझते हैं। इस तरह समझना बंद करना चाहिये। अैसे लोगों से हमें कहना पड़ेगा कि आप मेहनत कीजिये उसी वक्त आपको सोसायटी में रिस्पेक्ट दिया जायगा। अपने पूर्वजों की आमदनी पर जो मजा उठाते हैं और समाज में रिस्पेक्ट चाहते हैं तो उन्हें साफ कहा जाना चाहिये कि इस तरह की रिस्पेक्ट आपको नहीं दी जायगी।

विस तरह का अेक मेंटल आउट लुक ( Mental outlook ) हम सोसायटी में पैदा नहीं करेंगे, और अेक आयडियल ( Ideal ) की तरफ सारे समाज को नहीं ले जायेंगे तो करप्शन दूर नहीं हो सकता। करप्शन यह आज की सोसायटी का अेक बाय-प्रोडक्ट (By product) है। वह तभी बंद होगा जब कि अेक आयडियल की तरफ हम पूरे समाज को ले जायेंगे। काँग्रेस पार्टी ने अेक आयडियल रखा है। अुस आयडियल को लोगों के सामने दोहराते हूअे, अुसको अुनके जहननशीन करते हूअे अुसके लिये अुनसे अेक सॅक्रिफाबिस ( Sacrifice ) की मांग करते हूअे, आगे बढ़ेंगे तो करप्शन दूर हो सकता है। ये चंद चीजें मुझे हाअुस के सामने रखनी थीं। आखिर में मुझे कहना है कि आम तौर पर हम रिपोर्ट को सपोर्ट करते हैं। मेरे सजेजन्स को ध्यान में रखते हूअे जल्द से जल्द विस रिपोर्ट को अमल में लाया जाय यही मुझे अर्ज करना है।

\* श्री بی۔ رام کشن راؤ:— مسٹر اسپیکر سر - ایک بڑی اہم رپورٹ اس ایوان میں کئی دن کے بعد پیش ہوئی ہے - یہ رپورٹ نتیجہ ہے ایوان کے اوس تصفیہ کا جسکے ذریعہ گورنمنٹ سے ایک کمیشن مقرر کرنے کی خواہش کی گئی تھی - گورنمنٹ نے اوس خواہش کو قبول کیا اور ایک کمیشن انٹی کرپشن انکوائری کمیشن ( Anti-Corruption Enquiry Commission ) کے نام سے مقرر کیا - آفیشلس ( Officials ) و نان آفیشلس ( Non-officials ) میں جس حد تک بہترین صلاحیت کے لوگ مل سکتے تھے اور جنکو یہاں کے اڈمنسٹریشن اور اس اسٹیٹ کے حالات کا پورا پورا علم تھا اور ہے اور جن سے امید کی جاسکتی تھی کہ بلا کسی رو و رعایت کے گورنمنٹ کے پاس رپورٹ پیش کرسکیں گے اور اپنے سچیشنس ( Suggestions ) دے سکیں گے انہیں اس کمیشن میں مقرر کیا گیا - مجھے خوشی ہے کہ انہوں نے پوری تفصیل سے جانچ کرنے کے بعد ایسی رپورٹ پیش کی جسکا نہ صرف گورنمنٹ نے خیر مقدم کیا بلکہ جیسا کہ میں دیکھ رہا ہوں اس ایوان کے اراکین نے بھی چاہے اس جانب کے آنریبل ممبرس ہوں یا اوس جانب کے آنریبل ممبرس عام طور پر خیر مقدم کیا - میں سمجھتا ہوں کہ اوس معزز کمیشن کے ارکان کے لئے بھی یہ چیز باعث خوشنودی ثابت ہوگی - اس ایوان میں اس رپورٹ پر تفصیل سے چرچا کی گئی اور عام طور پر اس کمیشن کی رپورٹ میں جو چیزیں ہیں اس سے سب لوگ سہمت ( सहमत ) ہوئے - بہر صورت کمیشن نے جو سفارشات کئے ہیں اون میں سے کونسی سفارشات کس حد تک اور کس طریقے پر عمل میں لائی جاسکتی ہیں اسکا قطعی تصفیہ گورنمنٹ نے ابھی نہیں کیا ہے - گورنمنٹ اس رپورٹ پر غور کرنے کے بعد اسکے امپلیکیشنس ( Implications ) پر غور کرنے کے بعد کچھ ٹنٹیٹیو ( Tentative ) نتائج پر پہنچی تھی لیکن مسئلہ اتنا اہم اور پبلک امپارٹنس ( Public importance ) کا تھا کہ گورنمنٹ نے مناسب سمجھا کہ رپورٹ کو شائع کیا جائے اور اسکی کاپیاں تقسیم کی جائیں تاکہ معزز ارکان کو بھی اپنی رائے کے اظہار کا موقع ملے - اس ایوان کے سامنے رپورٹ کو ڈسکشن ( Discussion ) کی غرض سے پیش کرنے وقت گورنمنٹ کا مقصد یہ تھا کہ نہ صرف اسکے حسن و قبح یعنی اسکی اچھائیوں اور برائیوں پر بحث کی جائے بلکہ اون

سناشادات کے علاوہ جو اس رپورٹ میں موجود ہیں یا گورنمنٹ کے ذہن میں آچکی ہیں مزید سچیشنس ( Suggestions ) آنریبل ممبران اسمبلی سے مل سکیں تاکہ اون سے استفادہ کیا جاسکے۔ گورنمنٹ کا خیال ہے کہ رپورٹ کے مرتب کنندگان نے جو سچیشنس دئے ہیں اور معزز ارکان کی جانب سے جو ٹینٹٹیو سچیشنس ( Tentative suggestions ) ملیں انکو نظر میں رکھتے ہوئے کوئی قطعی تصفیہ کرے۔ اسلئے گورنمنٹ نے کوئی نتیجہ اب تک نہیں نکالا اور اسکو تمام لوگوں کی رائے پر چھوڑتے ہوئے کالکٹیو وزڈم ( Collective wisdom ) کے حاصل ہونے کے بعد خود کسی نتیجہ پر پہنچنے والی ہے۔ اگرچہ کچھ ٹینٹٹیو سچیشنس گورنمنٹ نے بھی مرتب کر لئے ہیں جنکا تھوڑا سا ذکر میں اپنی تقریر میں کرنے والا ہوں۔ اون سے متعلق میں یہ کہہونگا کہ وہ نتائج محض ٹینٹٹیو ( Tentative ) ہیں۔ اون تمام آراء کی روشنی میں جو یہاں ظاہر کئے جائینگے ان پر کافی غور کرنے کے بعد گورنمنٹ قطعی نتیجہ پر پہنچے گی۔ آنریبل ممبرس جنہوں نے اس بحث میں حصہ لیا جنرل ٹینور آف دی ڈسکشن (General tenor of the discussion) جو اختیار کیا وہ قابل مبارکباد ہے، کیونکہ آنریبل ممبرس نے اس پر بحث کرتے ہوئے کرپشن کے اکسٹنٹ ( Extent ) پر یا کرپشن کی آل پرویڈنگ ( All pervading ) شکل جو پائی جاتی ہے اور جس پر اس ایوان میں اور باہر بھی ڈسکشن ہوتا ہے اوس سے بحث نہیں کی بلکہ انہوں نے اپنی بحث کو ٹھوس سفارشات کی حد تک محدود رکھا۔ جیسا کہ چند آنریبل ممبرس نے کہا کہ اون چیزوں سے کوئی فائدہ نہیں ہوسکتا۔ اسکی یونیورسیالٹی (Universality)، آل پرویڈنگ کریٹیسزم (All pervading criticism) وغیرہ پر بحث کریں اور یہ کہیں کہ فلاں جگہ کرپشن ہے، اوس ڈیپارٹمنٹ میں ہے، یہاں ہے وہاں ہے، اسطرح کا کریٹیسزم ( Criticism ) کوئی کنسٹرکٹیو کریٹیسزم ( Constructive criticism ) نہیں ہوتا اور بڑی حد تک اسکو مبالغہ آمیز سمجھا جائیگا۔ اس وجہ سے اس کو نظر انداز کیا گیا۔ وہ بڑی طائیت کی بات ہے۔ یہ میری رائے ہے۔ رپورٹ میں اس مسئلہ کے تعلق سے جو کچھ بیان کیا گیا ہے اوس میں بہت سے سچیشنس بھی دئے گئے۔ اس میں شک نہیں کہ مسئلہ بہت بڑا ہے۔ لیکن کرپشن دور کرنے کے لئے کیا کیا تدابیر ٹھیک ٹھیک طور پر اختیار کی جائیں اوسکے متعلق اون کو ۱-۲-۳- وغیرہ اس نمونہ پر کیٹالاگ ( Catalogue ) کر کے آٹم نمبر ۱۰-۱۱-۱۲-۱۳ بتا کر پیش نہیں کیا جاسکتا۔ یہ مسئلہ ایسا نہیں جسطرح کہ دوسرے مسائل ہوتے ہیں اور جن کو اس طرح کیٹالاگ کیا جاسکتا ہے۔ مثلاً لینڈ کمیشن کی رپورٹ دیکھئے اوس میں البتہ اس طرح چیپٹر بائی چیپٹر رکھا گیا ہے اور ” سمری آف ریکمنڈیشنس “ ( Summary of recommendations ) کو ۱۸-۱۹-۲۰ آٹم پر تقسیم کر کے تیقن کے ساتھ بتایا گیا کہ کیا کیا کارروائی اختیار کرنی چاہئے۔ لیکن ایٹنی کرپشن میژرس ( Anti-Corruption measures ) کا مسئلہ ایسا نہیں ہے۔ وہ ایک بنیادی مسئلہ ہے اور جیسا کہ آنریبل لیڈر آف دی اپوزیشن اور آنریبل لیڈر

آف دی یو۔ پی۔ پی۔ نے کہا وہ ایک بہت بڑا سماجی مسئلہ ہے جس کی گہرائی کا اعتراف سب کو ہے۔ اس میں صرف گورنمنٹ سرونٹس کا مسئلہ ہی نہیں آتا بلکہ جیسا کہ آنریبل لیڈر آف دی یو۔ پی۔ پی۔ نے اپنی فرینک اسپیچ میں بتایا ہے (اور میں انہیں مبارکباد دیتا ہوں) اور اچھی طرح اس بات کی وضاحت کی ہے کہ کرپشن کا مسئلہ سرکاری ملازمین اور عہدہ داروں کی حد تک ہی لمیٹڈ (Limited) نہیں بلکہ مختلف رنگ اور روپ اختیار کر کے یہ مسئلہ ہماری نان آفیشیل زندگی میں، غیر سرکاری زندگی میں، ہماری سماجی زندگی میں اور ہماری پبلک لائف (Public life) میں کئی طریقوں سے گھسا چلا آگیا ہے۔ یہ مسئلہ آفیشیل لائف اور نان آفیشیل لائف میں اس طرح انٹروون (Interwoven) ہے اور اوسکا تانا بانا اس طرح تیار ہوا ہے کہ اسکو آئسولیٹ (Isolate) کر کے نہیں دیکھا جاسکتا۔ اس لئے جب کرپشن کے متعلق کوئی کرٹیسیم ہو تو وہ محض آفیشیڈم (Officialdum) یا سرکاری ملازمین کی حد تک ہی محدود نہیں ہو سکتا۔ یہ ایک آل پرویڈنگ پرابلم (All pervading problem) ہے۔ اوسی حیثیت سے ہم کو غور کرنا چاہئے۔ اس لئے جنرل اڈمنسٹریشن کے متعلق جہاں تک کہ گورنمنٹ کا تعلق ہے گورنمنٹ جو میژرس (Measures) (اڈاپٹ Adopt) کر رہی ہے یا کرسکتی ہے اوسکا امیڈیٹ افکٹ (Immediate effect) یا فوری نتائج اور اثرات جو ہونگے وہ محدود ہونگے۔ اون کا زیادہ تر اثر گورنمنٹ سکٹر (Government Sector) یعنی گورنمنٹ کے آفیسرس اور ملازمین سرکار میں ایک چینج (Change) کرنے کی طرف ہی ہوگا۔ اون کو ایک طرح پر شارٹ ٹرم میژرس (Short-term measures) کہا جاسکتا ہے۔ لیکن وہ شارٹ ٹرم میژرس بھی نہیں ہو سکتے۔ اونکے لئے بھی لانگ ٹرم پلاننگ (Long-term planning) کرنا ہوگا۔ جو لانگ ٹرم میژرس اس کمیشن کی رپورٹ میں بتائے گئے ہیں وہ سارے سماج پر حاوی ہیں۔ وہ موجودہ گورنمنٹ سرونٹس کے ڈفرنٹ کیڈرس (Different Cadres) یا گورنمنٹ آفیسرس کے مال پراکٹیسس (Mal practices) اور کرپشن کی حد تک ہی محدود نہیں۔ لانگ ٹرم اور شارٹ ٹرم میژرس یہ دونوں الگ الگ ہو سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ اور بھی میژرس ہو سکتے ہیں جن کی تفریق کی جاسکتی ہے۔ ایک تو پریونٹیو میژرس (Preventive measures) ہیں اور دوسرے کیوریٹیو میژرس (Curative measures) ہیں۔ جس طرح ایک مریض کے علاج کے لئے یہ دونوں طریقے اختیار کئے جاسکتے ہیں۔ اس ہاؤس کے آنریبل ممبرس یہ تسلیم کرتے ہیں کہ کرپشن مرض ڈیپ روٹڈ (Deep-rooted) ہے۔ اور سارے سماج میں پھیلا ہوا ہے۔ ایک آنریبل ممبر نے یہ بھی کہا کہ یہ مرض ایک چیراسی سے لیکر کیپینٹ کے منسٹروں تک پھیلا ہوا ہے۔ میں اس کا جواب دینا نہیں چاہتا۔ اس کی ڈیپ روٹڈ نیچر (Deep-rooted nature) سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا۔ کیپینٹ کے منسٹروں یا سوپر کیپینٹ (Super Cabinet) کے منسٹروں میں ہی نہیں بلکہ ہو سکتا

ہے کہ آنریبل ممبرس آف دی اسمبلی میں بھی جو خود بھی اس ساج کے کل پرزے ہیں کرپشن ہو۔ کوئی شخص جرات کے ساتھ یہ نہیں کہہ سکتا کہ کرپشن صرف کمیٹی کے منسٹروں تک ہی محدود ہے اور آنریبل ممبرس آف دی اسمبلی اس سے مبرا ہیں۔ یا یہ مرض صرف گورنمنٹ کے سروٹس کی حد تک ہی محدود ہے یا کانگریس پارٹی کی حد تک محدود ہے۔ یو۔ پی۔ پی۔ یا پی۔ ڈی۔ ایف۔ اس سے مبرا ہے۔ یہ نہیں ہو سکتا۔ یہ ایک آل پروویڈنگ (All pervading) مرض ہے۔ اس کا روپ۔ شکل اور رنگ بدلتا رہتا ہے۔ جو شخص جس پوزیشن میں ہے جس ڈھنگ میں ہے۔ جس قسم کے کرپشن میں انڈلج (Indulge) ہونے کا اوسکو موقع ملتا ہے۔ . . . .

श्री. व्ही. डी. देशपांडे :—आनरेबल चीफ मिनिस्टर अन्सिन्यूअेशन न करें तो बेहतर होगा।

شری بی۔ رام کشن راؤ :— میں انسینویشن (Insinuation) نہیں کر رہا ہوں۔ جو انسینویشن کیا گیا اوسکا میں فرینک اڈمیشن (Frank admission) کر رہا ہوں۔

شری بی۔ ڈی۔ دیشمکھ (بھوکردھن - عام) :— ہم نے جو کچھ کہا وہ رپورٹ میں موجود تھا اس لئے کہا۔

شری بی۔ رام کشن راؤ :— رپورٹ میں ہوگا۔ آنریبل ممبرس آف دی اسمبلی نے اپنی اسپچ میں اس کا تذکرہ کیا تھا اس لئے میں بھی کہہ رہا ہوں۔ رپورٹ میں یہ کہا گیا ہے کہ کرپشن کا نیچر آل پروویڈنگ ہے اور اس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ یہ بیشک ٹھیک ہے کہ انسینویشن کسی جانب سے نہیں ہونا چاہئے۔ میں بھی انسینویشن نہیں کر رہا ہوں البتہ اوس چیز کو دہرا رہا ہوں جو رپورٹ میں ہے۔ ایک آنریبل ممبر آف دی اپوزیشن نے غالباً آنریبل ممبر فرام چارمینار نے (Laughter) میں نہیں جانتا اونکی کانسی ٹیونسی کیا ہے انہوں نے جو کچھ کہا اوسکو دہرا رہا ہوں۔ میں کوئی نئی چیز نہیں کہہ رہا ہوں۔ یہ ایک آل پروویڈنگ نیچر کا مرض ہے اسکو دور کرنے کے لئے جس طرح لانگ ٹرم میژرس اختیار کرنا چاہئے جس طرح شارٹ ٹرم میژرس لئے جانے چاہئیں اوسی طرح پریونٹیو میژرس (Preventive measures) اور کیوریٹیو میژرس (Curative measures) بھی لینا چاہئے۔ مجھے افسوس ہے کہ میں ان میژرس کی تشریح تفصیلی طور پر نہیں کر سکتا کیونکہ خود آنریبل ممبرس کو اس پر تفصیلی غور کر کے سنجیدگی سے دیکھنے کا موقع نہیں ملا۔ اسمبلی کے سیشن کے دوران میں یہ رپورٹ پیش ہوئی ہے اور اس بات کا موقع نہیں ملا کہ اپنے اپنے نقطہ نظر سے مختلف میژرس کو کیٹالاگ کر کے ہاؤس میں پیش کیا جاسکے۔ ابھی لوگوں کے ذہن میں اس کا خاکہ نہیں آیا۔ گو ہم نے کمیٹی کی کئی میٹنگس میں اس کی اسٹڈی کی ہے اسکے باوجود ابھی اس کے متعلق ڈیپ اسٹڈی (Deep Study) کرنے کی

ضرورت ہے - پھر بھی پروینٹیو میٹرس کونسے ہو سکتے ہیں اور جن کو اختیار کیا جاسکتا ہے اوسکے متعلق میں کچھ مختصر عرض کرونگا - پروینٹیو میٹرس وہ میٹرس ہیں جن کو اختیار کرنے سے کرپشن کے مواقع کم ہو جائینگے - کرپشن کے اپر چونٹیز ( Opportunisticities ) کم سے کم ہونگے - جو لانگ ٹرم میٹرس ہو سکتے ہیں وہ الگ ہیں وہ سارے ساج پر حاوی ہو سکتے ہیں - عوام کا ہردے پر یورتن ( हृदयपरिवर्तन ) کرنا یا اونکا اخلاقی معیار بلند کرنا یہ ساری چیزیں اوس میں شامل ہیں اور ان کے متعلق کسی کو اعتراض نہیں ہے یہ بالکل ایکزم ( Axiom ) ہے - لیکن کیا ذرائع اختیار کئے جاسکتے ہیں کہ کرپشن کو کم سے کم کیا جاسکے اور اسکولمیٹڈ کیا جاسکے، یہ دیکھنا ہے - بعض آنریبل ممبرس نے خود اسکو تسلیم کیا ہے کہ اس کو سرے سے اکھاڑا نہیں جاسکتا - کم از کم آنریبل لیڈر آف دی یو۔ پی۔ پی۔ نے اپنی اسپیچ میں اسکوفرینکلی ( Frankly ) تسلیم کر لیا ہے کہ ہیومن سوسائٹی ( Human society ) میں کرپشن مختلف رنگ روپ میں موجود رہتا ہے اور اوسکو جڑ سے اکھاڑا نہیں جاسکتا - یہ قریب قریب نا ممکن ہے - میں سمجھتا ہوں کہ اس سے کسی آنریبل ممبر کو اختلاف نہیں ہو سکتا - لیکن ہم کیا کر رہے ہیں ؟ ایک آئیڈیل ( Ideal ) ساج جو کرپشن سے بالکل دور ہو اوسکو قائم کرنے کی جانب ہی ہم بڑھ رہے ہیں - ہم یہ چاہتے ہیں کہ جہاں تک ہو سکے اسکو کم سے کم کر دیا جائے - کمپریہنسیو ( Comprehensive ) اور اکسٹینسیو میننگ ( Extensive meaning ) میں ہم اس کو کم سے کم کرنا چاہتے ہیں - جتنا کم ہو سکے کم کیا جائے - یہی ہم سب کی کوشش ہونی چاہئے - اس کے لئے ہم تدابیر سوچیں - سرکاری عہدہ داران - پٹیل پٹواری - گرداور - ریونیو انسپکٹر - پولیس کے عہدہ دار غرض کہیں بھی دیکھئے ہمارا یہ فرض ہے کہ تجربہ کی بناء پر اس چیز کو جانچیں کہ کہاں کہاں کس کس ڈپارٹمنٹ میں ٹمپٹیشن ( Temptation ) ہوا ہے - کہاں کہاں لالچ کے مواقع ہیں جنکے نتیجہ کے طور پر کرپٹ پریکٹیسس ( Corrupt practices ) اختیار کرنے کا موقع حاصل ہوتا ہے - ہمارے پروسیجر ( Procedure ) میں اڈمنسٹریشن میں ، ہمارے رولس ( Rules ) میں ، ہمارے لاز ( Laws ) میں ، ریگولیشنس ( Regulations ) میں ہماری پریکٹیسس ( Practices ) میں یا ہمارے کنونشنس ( Conventions ) میں جہاں کہیں بھی ایسے مواقع ہوں جنکی وجہ سے کرپشن پیدا ہوتا ہے اونکو دور کر کے کرپشن کو کم سے کم کرنے کی کوشش کی جائے - یہ پروینٹیو میٹرس ہو سکتے ہیں - ان کے بارے میں بہت زیادہ تفصیل کے ساتھ اس رپورٹ میں کہا گیا ہے - اور بہت ویلیو ایبل سجیشنس ( Valuable Suggestions ) دئے گئے ہیں - میں مانتا ہوں کہ اور بھی سجیشنس دئے جاسکتے تھے - اون پر خود گورنمنٹ غور کریگی - یہاں عام طور پر یہ کہا گیا کہ کیس کے ڈسپوزل ( Disposal ) میں جو ڈیلے ( Delay ) ہوتا ہے وہ بھی کرپشن کا باعث ہے - میں اسکو تسلیم کرتا ہوں - کسی کیس کے ڈسپوزل میں

جو دیر ہوتی ہے اوسکے اسٹیجس الگ الگ ہوتے ہیں ۔ اہیں میں ریڈ ٹپ ازم ( Red tapism ) کا جو عنصر یا الیمنٹ ( Element ) موجود ہے اوسکی وجہ سے بھی کرپشن کا زیادہ موقع ملتا ہے ۔ سب سے بڑی کوشش جو میری رائے میں ہوسکتی ہے وہ یہ ہونی چاہئے کہ ریڈ ٹپ ازم کو جتنا ہوسکے کم کیا جائے ۔ وہ مواقع جو پیدا ہوتے ہیں اون کو جہاں تک ہوسکے کم کیا جائے ۔ اب آنریبل ممبرس یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ مواقع کہاں کہاں ہوسکتے ہیں ۔ آپ نے اس کے بارے میں کیا سوچا ہے میں صرف یہ عرض کرونگا کہ ہم صرف سوچ رہے ہیں ۔ اس ایوان میں میں اپنے خیالات ظاہر کر رہا ہوں ۔ اسکی تفصیلات کو گورنمنٹ نے ورک اوٹ ( Workout ) نہیں کیا ہے ۔ لیکن یہ کہہ دینا چاہتا ہوں کہ کیپینٹ کا ٹینیٹیو ڈسیشن یہ ہے کہ گورنمنٹ کی مشنری کا جو پروسیجر ہے اوس میں کافی ریفارمس کرنے کی ضرورت ہے ۔ اوسکو ریفارم کرنے سے کرپشن کم ہوسکتا ہے ۔ ہماری کوشش یہ ہے کہ ایسے سببشنس بھی عمل میں لائیں ۔ ایک آنریبل ممبر غالباً موور آف دی موشن نے اس طرف توجہ دلائی ہے کہ گورنمنٹ سروئنس کی جو موو ایبل ( Movable ) اور ام موو ایبل پراپرٹیز ( Immovable properties ) ہیں اونکی ایک فہرست مرتب کرنی چاہئے ۔ اس کے بارے میں اسٹرکٹ ( Strict ) قواعد بنانے چاہئیں ۔ میں اس ایوان کی اطلاع کے لئے یہ عرض کردینا چاہتا ہوں کہ ام موو ایبل پراپرٹی کی حد تک تو قانون موجود ہے ۔ ہر آفیسر اور ممبر آف اسٹاف کو اسکی فہرست اپنے اپنے ڈپارٹمنٹ میں داخل کرنا لازم ہے ۔ جب کبھی کوئی گورنمنٹ سروئنٹ کوئی نئی جائداد خریدتا ہے تو اوس پر یہ لازم ہے کہ وہ سارے حالات اور بیک گراؤنڈ بتائے کہ اوس نے کس آمدنی سے اسکو خریدا ہے ۔ اس کے لئے قواعد موجود ہیں ۔ مگر اونکو زیادہ اسٹریجنٹ ( Stringent ) بنانے کی ضرورت ہے ۔ اسکی ضرورت میں خود سمجھتا ہوں ۔ اسکی جانب ہم اقدام کرسکتے ہیں ۔ لیکن موو ایبل پراپرٹی کی فہرست مرتب کرنا ذرا مشکل کام ہے ۔ اس میں نہ صرف لیبر اور انرجی ( Energy ) صرف ہوگی بلکہ اوس فہرست کو چک کرنے کے ذرائع بھی حکومت کے پاس نہیں ہیں ۔ کس کس گورنمنٹ سروئنٹ کے مکان میں کیا کیا ام موو ایبل پراپرٹی ہے اوس کو چک کرنے کے لئے ایک مشنری قائم کرنا پڑیگا ۔ اور ہم کو یہ بھی دیکھنا پڑیگا کہ جو فہرست گورنمنٹ سروئنٹ نے داخل کی ہے اوس کو صحیح مان کر چپ بیٹھ جائیں یا اوس کو چک کریں ۔ اس لئے موو ایبل پراپرٹی کی حد تک یہ معاملہ بڑا مشکل ہے ۔ اس پر بھی میں غور کروں گا کہ کہاں تک اس پر عمل کیا جاسکتا ہے ۔ ایک صاحب نے یہ کہا کہ آسٹ ملازمین کو ریوارڈ ( Reward ) دینا چاہیئے ۔ میں تو اس سے متفق نہیں ہوں بلکہ یہ کہوں گا کہ اگر کوئی گورنمنٹ ملازم آنسٹلی ( Honestly ) اپنے فرائض ادا کر رہا ہے تو وہ گورنمنٹ پر کوئی احسان نہیں کر رہا ہے ۔ جب تک کوئی شخص آنسٹ ( Honest ) نہ ہو وہ سرکاری ملازمت میں نہیں رہ سکتا ۔ کسی آنسٹ شخص کو تو نہ کوئی

ریوارڈ قبول کرنے چاہیے نہ ہی گورنمنٹ کی جانب سے کوئی ریوارڈ اوس کو دیا جانا چاہیے۔ اگر ایسا ہو تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ گویا لالچ دی جا رہی ہے۔ کوئی شخص جس کو آئسٹ بنانے کے لئے کسی قسم کی لالچ کی ضرورت ہو وہ اس طرح آئسٹ نہیں بن سکتا۔ ہاں ایک دوسرے طریقہ پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ پرموشن (Promotion) دیتے وقت، گریڈ بڑھانے وقت آئسٹ آفیسر کو پرفرنس (Preference) دینا چاہیے۔ لیکن اس کا ارتھ (अर्थ) یہ ہو جائیگا کہ گریڈ اور سینیاریٹی یا دوسرے کنسیڈریشنس (Considerations) جو ہیں اون کو پس پشت رکھ کر انٹیگریٹی اینڈ آئسٹی (Integrity and honesty) کو زیادہ امپارٹنس دینا چاہیے۔ اگر اس کے اتنے ہی معنی ہیں تو ان محدود معنوں میں اس سنجیشن کو قابل غور سمجھتا ہوں۔ اس سے بڑھکر کوئی رعایت کا مسئلہ پیش نہیں آسکتا۔ دوسرے ایک ممبر غالباً وہ آنریبل ممبر فار چنا کونڈور تھے۔۔۔۔۔

ایک آنریبل ممبر:- پدا کونڈور

شری بی۔ رام کشن راؤ:- میں چاہتا ہوں کہ اون آنریبل ممبر سے پوچھوں۔ خیر وہ نہیں فرماتے تو سب لوگ سمجھ گئے ہیں کہ کس آنریبل ممبر کی تقریر کی طرف میں اشارہ کر رہا ہوں۔ انہوں نے بہت سے سنجیشنس دئے ہیں۔ میں تفصیل سے تو نہیں کہتا۔ انہوں نے کہا کہ اس کمیٹی میں چائنا (China) وغیرہ میں جس طریقہ پر عمل کیا گیا اس پر زیادہ توجہ نہیں دی گئی۔ ہو سکتا ہے کہ ان کا اسکوپ آف اسٹڈی (Scope of study) اتنا نہ رہا ہو لیکن بہر حال ایک مجرد علاج کسی ملک میں بھی اختیار نہیں کیا گیا۔ جہاں پر سختی برقی جاتی ہے وہاں پر کرپشن جلد دور ہو جاتا ہے اور جہاں پر کچھ آریٹری میتھڈس (Arbitrary methods) اختیار کئے جاتے ہیں یا جہاں کسی قسم کے رولس مدون ہوئے ہیں یا کانسیٹیوشنل طریقہ مقرر کیا گیا ہے وہاں اس کا امکان کم ہے۔ لیکن بہر حال میں ان سے متفق ہوں کہ ڈیلے کی وجہ سے کرپشن کے بڑھنے کا امکان ہے۔ اور اس ڈیلے کو ختم کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ میں ان سے اس بارے میں بھی متفق ہوں کہ ٹورس (Tours) کے وقت سربراہی کا انتظام کیا جاتا ہے۔ میں اس بارے میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اس کے پراکٹیکل آپیکٹس (Practical aspects) ہمارے تجربہ میں آئے ہیں۔ میں زیادہ تفصیل میں جانا نہیں چاہتا اس وجہ سے کہ ہمارے ڈس پرس ہونے کا وقت ہو چکا ہے۔ مجھے آنریبل اسپیکر صاحب سے اجازت مانگنی پڑیگی۔ اس وجہ سے کہ میرا وقت آنریبل لیڈر آف دی اپوزیشن نے لے لیا۔ یہ سربراہی وغیرہ کی باتیں ضرور ہیں۔ لیکن اکثر یہ ہوتا ہے کہ ساج کی ریت کا سوال پیدا ہو جاتا ہے۔ میں آپ کو یقین دلانا چاہتا ہوں کہ چاہے وہ منسٹر ہوں یا ڈپٹی منسٹر یا چاہے آفیسر آف دی گورنمنٹ ہوں جب بھی وہ ٹور پر جاتے ہیں تو انکی سربراہی یا ان کو کھلانے پلانے کا جو انتظام کیا جاتا ہے وہاں کے عہدہ دار



اپنے ماتحتین سے یا دیگر نان افیشلس سے بھی (عہدہ داروں کی حد تک ہی نہیں ہے) چندہ وصول کر کے انکی دعوت کرتے ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ کہیں یہ بھی پریکٹس ہو لیکن دراصل یہ ایک ریت ہمارے پاس پڑی ہوئی ہے۔ منسٹرس جب وہ دورہ پر جاتے ہیں تو کلکٹر کے گھر میں کھانا کھاتے ہیں، اس کو اگر کرپشن کہا جائے تو ممکن ہے۔ لیکن وہ با ضابطہ دعوت کارڈ بھیجتے ہیں۔ اور نہ صرف منسٹر کو کھانا کھلاتے ہیں بلکہ وہاں پر دوسرے چھ سات آدمی بھی مدعو ہوتے ہیں۔ اگر اس کو کرپشن کہا جاتا ہے تو میں وعدہ کرتا ہوں کہ ابھی منسٹرس اور دوسرے لوگوں کو ہدایت کردوں گا اور کل سے ہم یہ پریکٹس رکھینگے کہ دعوت میں شرکت نہ کریں۔ لیکن پرسنلی (Personally) میں اس کو کرپٹ پراکٹیسس (Corrupt practices) میں شمار نہیں کرتا۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ جو آفیسر ٹور الونس لیتے ہیں انہیں اپنا آپ انتظام کرنا چاہیئے لیکن سربراہی کی ذمہ داری وہ خود ڈالتے ہیں اور لوگ اس سربراہی کو اکسپٹ (Accept) کرتے ہیں۔ میں جانتا ہوں کہ یہ تھوڑی سی عادت ہے۔ اگر یہ چیز ہے تو اسکی بنیاد سماج کی ریت میں ہے۔ لیکن میں یہ بھی جانتا ہوں کہ زبردستی دعوتیں دی جاتی ہیں اور اگر ہم قبول نہ کریں تو ناراضگی کا باعث ہوتا ہے۔ ایک صاحب دعوت دیتے ہیں انکی دعوت کو قبول کرتے ہیں اور دوسروں کی دعوت کو قبول نہیں کرتے تو وہ کہتے ہیں کہ چونکہ آپ کا رجحان اودھر ہے اس لئے آپ اوس طرف گئے۔ آپ ہمارے فرینڈ (Friend) نہیں ہیں اس لئے ہمارے پاس نہیں آئے۔ اس قسم کی چیزیں بھی ہیں۔ یہ ریت اچھی ہے یا بری۔ اس میں تو اچھائی بھی ہے اور برائی بھی ہے۔ میں ان چیزوں کے بارے میں جنرلی (Generally) متفق ہوں۔ اگر یہ کرپشن کا سورس (Source) بن رہا ہے تو اس کو بھی روکنے کی ضرورت ہے۔ لیکن اس نقطہ نظر سے بھی آنریبل ممبرس غور کریں کہ کیا اس پوائنٹ کو بھی اتنی اہیت دی جاسکتی ہے؟ میرا یہ کہنا ہے۔

اس کے ساتھ ساتھ میں دوسرے پہلو کی جانب بھی اشارہ کرتا ہوں۔ حال میں ایک سوال بھی آیا تھا اور اس پر انکو اٹری کمیشن کی رپورٹ میں بھی غور ہوا ہے۔ انہوں نے چلتے چلتے اس کی طرف بھی اشارہ کیا ہے۔ عہدہ داروں کو چندہ جمع کرنے کے لئے کہا جاتا ہے۔ اس سے بھی کرپشن کا امکان ہوتا ہے۔ کمیٹی کی اس رائے سے میں متفق نہیں ہوں اور نہ ان آنریبل ممبرس کی رائے سے اتفاق کرتا ہوں۔ عہدہ داروں کو سرکاری طور سے کسی پبلک ادارہ کے لئے یا کسی پبلک پریز (Public purpose) کے لئے چندہ جمع کرنے کی خاص صورتوں میں اجازت دی جاتی ہے اور میں آپ سے عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اس بارے میں اسٹرکٹ رولس (Strict Rules) ہیں کہ کوئی عہدہ دار خاص پرمیشن (Permission) کے بغیر چندہ جمع نہیں کرسکتا۔ کمیونیٹی پراجکٹس۔ ڈیولپمنٹ بلاکس۔ پبلک یوٹیلیٹی کنسرنس (Public utility concerns) کے لئے کلکٹرس کانفرنس میں کہا گیا اور دوسری اور جگہوں پر بھی کہا گیا اور پرائم منسٹر کی بھی ہدایت ہے کہ تم لوگ عوام میں اتھوڑیازم

( Enthusiasm ) پیدا کرو اور تمہاری جو آفیشل حیثیت ہے اس میں تم اپنے آپ کو پبلک کے خدمت گزار ثابت کرو۔ ان میں جوش پیدا کر کے ان کا کوآپریشن حاصل کرو۔ چنانچہ اس ہدایت کی تعمیل میں ہمارے عہدہ دار چندہ جمع کرتے ہیں اور میری نوٹس میں تو اب تک کوئی چیز نہیں آئی کہ کسی سرکاری عہدہ دار نے یہ کہا ہو کہ تم نے اتنا چندہ نہیں دیا اس لئے تمہارا وہ کام ہوگا۔ تم ہمارا ڈس پلیر ( Displeasure ) انکر ( Incur ) کریں گے۔ اس قسم کی ایک مثال بھی سامنے نہیں آئی۔

شری بی۔ رام کشن راؤ:—اےک ہی نہیں کئی ميسالےں بتا سکتا ہوں۔ ايسے کئی ميسالےں ہوتی ہيں۔ اےک شخص جس نے پيسا جس کام کے ليے نہيں ديا اُسے اَرِسٹ کر ليا گيا۔ مَی نے اُن خُود مُکامات پر جا کر دِکھا ہُے اور آپکو بتا سکتا ہوں۔

شری بی۔ رام کشن راؤ:—یہ بالکل غلط انسینویشن ہے۔ میں دوبارہ، سہ بارہ اور ہنڈرڈ ٹائمس ( Hundred times ) یہی کہتا ہوں۔ ایسی بات انریبل لیڈر آف دی اپوزیشن کو بہت ذمہ داری کے ساتھ کہنا چاہئے۔

شری بی۔ رام کشن راؤ:—میں نے وہاں جا کر داخلا لے لیا ہے اور میں گورنمنٹ مینشینی کے سامنے اسے پوچھ کرنے کے لیے تیار ہوں۔

شری بی۔ رام کشن راؤ:—بالکل نہیں۔ آج تک کوئی شخص نہیں دیا ہے۔

شری بی۔ رام کشن راؤ:—ايسے اےک ہی نہيں مَی آپکو کئی ميسالےں بتا سکتا ہوں۔ ايسی کو روکنے کے ليے ناؤن آفِشِیال مینشینی ہونی چاہیے۔

شری بی۔ رام کشن راؤ:—بالکل اسکا امکان نہیں ہے۔ اگر کسی نے آپ کے پاس کمپلینٹ ( Complaint ) کی ہے تو وہ ملیشس کمپلینٹ ( Malicious Complaint ) ہے۔ اگر اوسنے آپ کے پاس بیان دیا ہے تو وہ چندہ سے بچنے کے لئے یا عہدہ داروں کو بلاوجہ بدنام کرنے کے لئے بدیتی سے بیان دیا ہے۔ میں ایک منٹ کے لئے بھی سکی صداقت کو ماننے کے لئے تیار نہیں ہوں۔ میں کھلے بندوں ایسا کہتا ہوں میں اسکو جھوٹ کہنے کے لئے تیار ہوں۔

شری بی۔ رام کشن راؤ:—جس کے لیے آپ انویسٹیشن اینڈ کنٹرول کمیٹی کا کام کریں۔ میں ثابت کرنے کے لیے تیار ہوں۔

شری بی۔ رام کشن راؤ:—یہ بالکل ایسی ہی بات ہے جیسے —

Give the dog a bad name and hang him

اسکے سوا کوئی بات نہیں ہے۔ یہ ہو سکتا ہے کہ تھوڑا بہت مارل پریشر ( Moral pressure ) اگڑٹ ( Exert ) کیا جاتا ہو۔ اگر ان معنوں میں

اس قسم کا مارل پریشر اگزرٹ کیا جاتا ہے تو میں اسکو کنسیڈ (Concede) اور اسکو کنڈون (Condone) کرونگا۔ اس لئے کہ ایک بہت بڑے کاژ (Cause) کیلئے ان سے کہا جاتا ہے کہ تم اتنے بڑے دولت مند آدمی ہو پانچ دس ہزار کیوں نہیں دیتے۔ اس قسم کا پرسیو سیواٹیوڈ (Persuasive attitude) رہتا ہے۔ اگر اس میں مارل پریشر رہتا ہے تو یقیناً میں اسکو کنڈون کرونگا۔ یہ کہا گیا ہے کہ رولس میں تبدیلی ہونی چاہئے۔ لیکن ڈسپلینری ایکشن (Disciplinary action) کیلئے جو رولس اب تک مدون ہوئے ہیں میں ان سے بالکل متفق ہوں۔ آج کل کرپٹ پرائکٹیس (Corrupt practices) کے سلسلہ میں عہدہ داروں کے خلاف جو کیس چلتے ہیں اون سب کے لئے پہلے ڈپارٹمنٹل انکوائری (Departmental enquiry) کا ایک اسٹیج رکھا جاتا ہے۔ اسکی وجہ سے اس ڈپارٹمنٹ کے بالادست عہدہ دار کی جو انکوائری ہوتی ہے اس میں ہمیشہ اسکا امکان رہتا ہے کہ بالادست عہدہ دار اپنے ماتحت عہدہ دار کو بچانے کی کوشش کرے۔ اسلئے ڈپارٹمنٹل انکوائری صحیح نتیجہ پر نہیں لیجاتی۔ اس اعتراض میں بہت حد تک صداقت ہے اور اس جانب رپورٹ میں بھی توجہ دلائی گئی ہے اور گورنمنٹ اس پر سیریلی (Seriously) غور کر رہی ہے کہ اس ڈفکٹ کو کس حد تک کم کیا جاسکتا ہے۔ ٹنٹیویولی (Tentatively) گورنمنٹ نے اپنی جگہ پر تصفیہ کیا ہے۔ لیکن اسکے ڈیٹیلڈ پروسیجر (Detailed procedure) کو ہم نے لے ڈاؤن (Lay down) نہیں کیا ہے اور ابھی میں نہیں کہہ سکتا کہ آنے والے پروپوزلس کو موجودہ ڈھانچہ میں کس طرح بٹھائینگے۔ لیکن ہم یہ ضرور سوچ رہے ہیں کہ ڈپارٹمنٹل انکوائری کو جو پہلی سیڑھی سمجھی جاتی ہے اسکو اگر ہوسکے تو سرے سے ہی ختم کردیں تاکہ انکوائری میں کوئی دشواری نہ ہو اور ڈپارٹمنٹل انکوائری میں جو روڑے الکلے جارہے ہیں اسکا موقع نہو۔ ایسا جو تجربہ ہمکو ہو رہا ہے اسکو آگے چلکر باقی نہیں رکھینگے۔ ہم ایسی ہی تدابیر سوچ رہے ہیں۔ اسطریقہ پر پروسیجرل رولس (Procedural rules) میں تبدیلی کرنے کی ضرورت ہے۔ اسکی آوشکتا (آवश्यकता) ہے تاکہ جو پروسیجر رکھا جائے وہ کم سے کم ہو شارٹ سے شارٹ ہو۔ اس میں بھی ڈیلے نہ ہو۔ لیکن اسکے ساتھ ساتھ میں ایک چیز ضرور عرض کرنا چاہتا ہوں کہ آج جو کوئی بھی پروسیجر یا طریقہ تحقیقات ہم معین کرسکتے ہیں وہ ایسا ہی ہوگا جیسے دستور کی چار دیواری کے اندر بٹھایا جاسکتا ہو۔ کانسٹیٹیوشن کے آرٹیکلس ۳۰۹، ۳۱۰ اور ۳۱۱ اور اسکے بعد کے بھی مختلف آرٹیکلس ہیں۔ ان آرٹیکلس کے تحت پبلک سروس کمیشن کو بعض اختیارات سونپے گئے ہیں۔ تفصیلی رولس نہیں ہیں۔ تفصیلی رولس بنا نا ہر اسٹیٹ گورنمنٹ کا کام ہے۔ ان رولس میں تبدیلی بھی ہوسکتی ہے۔ لیکن ایسی تبدیلی نہیں ہوسکتی جو دستور کے خلاف ہو۔ اگر دستور کے کسی آرٹیکل کی خلاف ورزی ہوتی ہے تو ایسا کوئی چیئنج ہم پبلک سروس کمیشن کے

رولس اینڈ ریگولیشنس ( Rules and Regulations ) میں نہیں کرسکتے -  
 میں مانتا ہوں کہ لمیٹیشن ( Limitation ) کم ہے لیکن  
 ہے ضرور - اسکے ساتھ ساتھ میں یہ بھی عرض کردینا چاہتا ہوں کہ سنٹرل لیول  
 ( Central level ) پر کانسیٹیوشن کے آرٹیکلس میں تبدیلی کرنے ، کی نسبت  
 سوچا جا رہا ہے تاکہ گورنمنٹس کو خاص طور پر ڈسپین قائم کرنے ، ایفیشنسی  
 بڑھانے اور اپنے ملازمین پر کنٹرول رکھنے کی ضرورت داعی ہو تو اس نقطہ نظر سے  
 بھی ترینم کرنے کے لئے گنجائش رہے - غرض یہ کہ جو کچھ کلا سیفیکیشن  
 ( Classification ) اپیل اینڈ کنٹرولس رولس ( Appeal and Control Rules )  
 یا کسی اور رولس کے تحت ملازمین کے حقوق کی حفاظت کرنے کے لئے ان پر جو  
 الزامات ہوں اونکی تحقیقات کرنے انکو سزا دینے یا اونکو پروموشنس نہ دینے گریڈس  
 اور انکریمنٹس روکنے کے لئے یا اور قسم کے پنشنمنٹس ( Punishments ) وغیرہ  
 دینے کے لئے جو کوئی بھی قواعد اور قانون بناسکتے ہیں وہ دستور کے ڈھانچہ کے اندر  
 ہونے پائیں - میں اس ہاؤس کو یقین دلانا چاہتا ہوں کہ جس حد تک دستور کے  
 ڈھانچے میں رہتے ہوئے موجودہ ریگولیشنس ( Regulations ) میں تبدیلی کی  
 جاسکتی ہے اور افیکٹیو کنٹرول ( Effective Control ) اور چیک  
 ( Check ) کیا جاسکتا ہے اور جس حد تک پروسیجر کو کرٹیل ( Curtail ) کیا  
 داسکتا ہے اس حد تک کریٹل کرنے کی ضرور کوشش کریں گے - یہاں بعض سرجیشنس  
 جئے گئے - ایوان میں بعض سرجیشنس کانسیٹیوشن آف دی کمیشن ( Constitution  
 of the Commission ) اور پی - ایس - سی - کے تعلق کو نکال دینے سے متعلق دئے گئے -  
 آنریبل ممبر فار سکندر آباد کی رائے میں ایسی امینڈمنٹ کی ضرورت ہے کہ پی - ایس - سی -  
 کو پکچر ( Picture ) سے ہی ہٹا دیا جائے - انکا مطلب یہ ہے  
 کہ ایک ہی اٹانمس باڈی ( Autonomous body ) ہو جو ان  
 مقدمات کا پورا پورا تصفیہ کرسکے - ایک کے بعد دوسرے اور دوسرے کے بعد تیسرے  
 کے پاس جانے کی گنجائش نہ ہو - اس سے انکا منشا یہ معلوم ہوتا ہے کہ طوالت  
 نہ ہو - میں اون کے اس مقصد سے متفق ہوں - لیکن مجھے شبہ ہے کہ ہم پی - ایس - سی -  
 کو پکچر سے کس طرح نکال سکتے ہیں اور اس طرح کیسے رولس بناسکتے ہیں؟  
 اسٹیٹ کے رولس اور ریگولیشنس پہلے کانسیٹیوشن کے آرٹیکلس کے تابع رہیں گے -  
 اگر کوئی چیز کانسیٹیوشن کے ڈائریکٹیو ( Directive ) کے  
 خلاف ہوتی ہے تو وہ ممکن نہیں - اس لئے کہ پی - ایس - سی - کا وجود ضروری ہے اور  
 کانسیٹیوشن کے الفاظ میں پی - ایس - سی - ایسا کانسیٹیوشنل اور انڈپنڈنٹ آرگنائیزیشن  
 ( Independent organisation ) یا انسٹی ٹیوشن  
 ( Institution ) ہے جسکو گورنمنٹ کے کنٹرول میں نہ رکھ کر اسکے ذمہ  
 لوگوں کے حقوق کی حفاظت کی گئی ہے - اس کو نظر انداز کرنا شائد بالکل ناممکن

ہے۔ پھر بھی اس سنجشن پر غور کیا جائے گا کہ اس پر کہاں تک عمل ہو سکتا ہے۔ لیکن میں یہ صاف صاف عرض کر دینا چاہتا ہوں کہ جہاں تک میں نے بادی النظر میں غور کیا اس کمیٹی کی سفارشات سے جنرل طور پر میں بھی متفق ہوں۔ جیسا کہ اس آنریبل ہاؤس میں دونوں طرف سے کہا گیا اس کمیٹی کی رپورٹ میں جو اسپیسفک رکمینڈیشن (Specific recommendation) فورمن انڈپنڈنٹ اینڈ اٹامس کمیشن (Four men independent and autonomous commission) کا ہے وہ ایک ایسا رکمینڈیشن ہے جس کو ہم بلا سوچے سمجھے اس کے امپلیکیشنس (Implications) پر غور کئے بغیر موجودہ پوزیشن میں اس کو اکسپٹ (Accept) کرنے کے موقف میں نہیں ہیں۔ اس میں مجھے ایسی بہت سی چیزیں دکھائی دیتی ہیں جو اس کے اکسپٹ کرنے میں خارج ہیں۔ یہ پی۔ ایس۔ سی۔ اٹامس باڈی رہنے کے بعد انکوائری کمیشن یا ٹرائیبونل جو مقرر کیا جائیگا اس کو کس طریقہ پر دوسری اٹامس باڈی بنایا جاسکتا ہے۔ اور باوجود اسکے کہ اسکی تائید میں دلائل ہیں لیکن ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ اس کے پریکٹیکل امپلیکیشنس (Practical implications) کیا ہونگے۔ سب سے بڑا امپکشن یہ ہے کہ اس میں جو چیز ہے ویسا کمیشن قائم کیا جائے تو اس کو شکایتوں پر کانگیزنس (Cognizance) کر کے راست انوسٹیگیٹ (Investigate) کر کے ورڈکٹ (Verdict) دینے کا راست اختیار ہے۔ اسکے معنی یہ ہونگے کہ وہی ایک باڈی انوسٹیگیٹ کریگی۔ پراسیکیوٹر (Prosecutor) بھی وہی ہوگی اور جج بھی وہی ہوگی۔ تینوں حیثیتیں اسی انڈپنڈنٹ کمیشن کو حاصل ہو جائیں گی۔ اس قسم کا کوئی کمیشن انویسیج (Envisage) کرنا موجودہ جوسٹک پرنسپلس (Juristic principles) کے تحت اور ان پرنسپلس کے تحت جنکو ہم کانسٹی ٹیوشن کے تحت عمل میں لاتے ہیں بہت مشکل ہے۔ پریکٹس میں بھی یہ چیز ہم کو زیادہ فائدہ پہونچانے والی نہیں ہے۔ یہ ہماری انگریزی (Anxiety) کی ضرورت ہے۔ دراصل اس قسم کے اٹامس کمیشن کی ضرورت کیوں ہے؟ وہ اس لئے ہے کہ گورنمنٹ کو مداخلت کا موقع نہ ملے یا انوسٹیگیشن میں یا کانگیزنس میں یا ورڈکٹ دینے میں گورنمنٹ مداخلت نہ کرے۔ یہ انگریزی ٹھیک ہے۔ کیونکہ گورنمنٹ کی اس قسم کی مداخلت سے نقصان پہونچ سکتا ہے۔ میں اس سے متفق ہوں۔ اس کی مخالفت نہونی چاہئے۔ لیکن بدقسمتی سے گورنمنٹ ہی کی ایک مشنری ایسی ہے جو پراسیکیوشن کی مشنری ہو سکتی ہے۔ جو مواد فراہم کر سکتی ہے۔ شہادتیں فراہم کر سکتی ہے۔ ایک انڈپنڈنٹ باڈی کو ڈسٹرکٹ لیول پر قائم کر کے کیا اس کو ہوا پر چھوڑ دیا جائے؟ وہ کہاں سے مواد منگوائے گی؟ کن کو پراسیکیوٹ کرے گی؟ کس قانون کے ڈھانچے میں وہ آئے گی؟ کیا کرمینل پروسیجر کوڈ یا دوسرے جو قوانین نافذ ہیں ان میں وہ بیٹھ سکتی ہے؟ اس پر تفصیل سے غور کرنے کی ضرورت ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ اس سنجشن میں کوئی پریکٹیکیبیلیٹی (Practicability)

نہیں ہے۔ کمیٹی کا وہ سچیشن میرے سامنے ہے۔ میں اس پر غور کر رہا ہوں۔ لیکن بادی النظر میں جہاں تک میں نے غور کیا اس قسم کے کمیشن کے قیام میں دشواریاں نظر آتی ہیں۔ اس لئے ایک انوسٹیگیشن کی مشنری ہونی چاہئے۔ ایک ٹرائل ( Trial ) اینڈ ڈسپوزل ( Disposal ) کی مشنری ہونی چاہئے۔ آپ انوسٹیگیشن اور ٹرائل دونوں کو ملا کر ایک ہی باڈی بنا کر اسکو ذمہ دار قرار دینے کی کوشش کریں تو میں سمجھتا ہوں کہ پریکٹیکل اس سے کوئی مفید نتائج پیدا نہیں ہو سکیں گے۔ اس پرنسپل میں ایک ہی اچھی چیز ہے وہ یہ کہ گورنمنٹ کو مداخلت کا موقع نہیں ملتا۔ اچھا صاحب۔ آخر سزا دینے والا کون ہے؟ سزا دینے کا اصول تو یہ ہے کہ اپوائنٹنگ اتھارٹی ( Appointing Authority ) ہی ڈسمس ( Dismiss ) یعنی برطرف کر سکتی ہے۔ وہ انٹمس باڈی کے ہاتھ میں نہیں ہے۔ اسکو سزا جزا کا اختیار نہیں ہے۔ آپ کمیشن کو سارے فرائض دیکر اسکو سوپر گورنمنٹ ( Super-Government ) باڈی قرار دیکر اس کو قابل عمل نہیں بنا سکتے۔ یہ اچھا ہے یا برا، میں اس پر نہیں جاتا۔ گورنمنٹ کو کسی جگہ بھی پکچر میں لئے بغیر آپ کام چلا ہی نہیں سکتے۔ اگر گورنمنٹ میں کرپشن ہو تو گورنمنٹ ہی اس کو نکالنے کے تدابیر اختیار کر سکتی ہے۔ آپ اس کو اکسٹرا گورنمنٹ باڈی بنا ہی نہیں سکتے۔ افکٹیو مینس ( Effective means ) بھی گورنمنٹ کے پاس ہی ہیں۔ اگر ہمارے پاس زیادہ کرپشن ہے تو ہوگا کم ہے تو ہوگا۔ اس کرپشن کو دور کرنے کی تدابیر بھی ہم ہی نکال سکتے ہیں۔ ہم ہی سپاہک ( سپاہی ) بن سکتے ہیں۔ گورنمنٹ کے علاوہ کوئی انڈپنڈنٹ مشنری قائم کر دیں تو وہ بھی یہی کریگی کہ کمیشن لکھتا رہیگا کہ فلاں فائیل بھیج دیجئے۔ سکرٹری داب کر رکھ لینگے۔ ایسی صورت میں کمیشن کیا کرے گا؟ جب گورنمنٹ ٹرائیبونل کے سپرد کوئی کیس کریگی تو گورنمنٹ کا کام ہو جاتا ہے کہ وہ مواد اور شہادت پیش کرے۔ اسکی ذمہ داری نہ ہو تو کون شہادت پیش کرے گا؟ عوام جا کر کیا بیان کریں گے؟ آخر اس چیز کی جوڈیشیل ( Judicial ) تحقیقات ہوتی ہے۔ جوڈیشل تحقیقات میں کیا چیزیں پیش ہونگی؟ کسطرح ججمنٹ ( Judgment ) دیا جائے گا۔ اس کے لئے کوئی مشنری ہونی چاہئے۔ لائزان مشینری ( Liason machinery ) کا جو سجھاؤ آئریبل لیڈر آف دی اپوزیشن نے دیا میں اسکو رد نہیں کر رہا ہوں۔ لیکن وہ کس قسم کی لائیزان مشنری ہو سکتی ہے؟ وہ کیسے افکٹیو ( Effective ) بن سکتی ہے؟ جب تک کہ اس کی تفصیلات معلوم نہ ہوں میں اس کو کنسیڈریشن سے باہر نہیں کرنا چاہتا اور نہ قبول کرنے کے لئے تیار ہوں۔ اس لئے کہ پہلے یہ معلوم ہونا چاہئے کہ وہ کس قسم کی مشنری ہو سکتی ہے۔ مجھے امید ہے کہ یہاں جو سچیشنس دئے گئے ہیں انکے علاوہ تفصیلی سچیشن جو پریکٹیکل اور ورکیبل ( Workable ) ہوں دئے جائیں گے۔ ری آرگنائزیشن آف سروسس ( Reorganization of Services ) کی بڑی ضرورت ہے۔ اور بہت سے سچیشنس دئے گئے۔

کنٹراکٹس کے بارے میں کہا گیا - ڈسپارٹیز آف سیالیریز (Disparities of salaries) کے بارے میں کہا گیا - یہ بھی ایک الیمنٹ (Element) ہے - ڈسپارٹی آف سیالیریز مختلف ممالک میں مختلف ہے - انکی بنیادیں الگ الگ ہیں - میں یہ نہیں کہتا کہ یہاں ڈسپارٹی آف سیالیریز کو نکلانے کی گنجائش نہیں ہے - میں اس کے لئے سچیشنس طلب کرونگا - لیکن اس کے بارے میں جو کوششیں دوسرے ممالک میں کی گئی ہیں میں نے دیکھا ہے کہ اس ضمن میں بہت زیادہ کام تو نہیں ہوا ہے - اس میں شک نہیں کہ یہ ہمارے سماجی ڈھانچے کا اثر ہے - میں آنریبل لیڈر آف دی اپوزیشن کو یاد دلانا چاہتا ہوں کہ ”سماجی چوکھٹ“ کو بدلنے کی کوشش ہر ملک میں مختلف طریقوں سے کی جاتی ہے - لیکن جن ممالک نے سب سے زیادہ موثر طریقہ اختیار کیا ہے ہم اُن ممالک کو دیکھتے ہیں تو وہاں بھی سیالیریز میں ڈسپارٹی (Disparity) دکھائی دیتی ہے - وہاں بھی اسے کم کرنے کی شدید گنجائش ہے - ہر صورت ہم کو اس پر غور کرنے کی ضرورت ہے - ہمارے پاس بھی گنجائش ہے اور ہم اس پر غور کر سکتے ہیں - یہ کہا گیا کہ جو سزائیں ہوتی ہیں انکی پبلسٹی (Publicity) ہونی چاہئے - سزا پانے والوں کے نام شائع کئے جانے چاہئیں - یہ سچیشن ہم نے پہلے ہی سے اختیار کیا ہے - اور گورنمنٹ نے اسکو منظور کر کے یہ احکام دئے ہیں کہ ٹریبونل کے موجودہ ڈھانچے میں جن لوگوں کو سزا دی گئی ہے انکے نام بغرض اطلاع عام شائع کئے جائیں - اس سوال کو گورنمنٹ نے منظور کر لیا ہے -

بعض آنریبل ممبرس نے کہا کہ کمیشن کے ڈھانچے کو ماڈی فائی (Modify) کرنا چاہئے - لیکن اسکی تفصیل جب تک ہمارے سامنے نہ رہے اس کے بارے میں کیا کہا جاسکتا ہے ؟ آنریبل ممبر فار افضل پور نے کہا کہ اسمیں کچھ ماڈیفیکیشن کیا جانا چاہئے - میں تمام آنریبل ممبرس آف دی اسمبلی سے تفصیلی سچیشنس مانگتا ہوں کہ اس کو کس طرح ماڈیفائی کرنا چاہئے - ہر ایک آنریبل انڈیویجوی (Individually) یا کلکٹیوی (Collectively) اپنے سچیشنس دے سکتے ہیں - وہ اپنے

ڈفینٹ سچیشنس (Definite suggestions) بھیج سکتے ہیں - اس کا امکان موجود ہے - یہ بھی کہا گیا کہ کورٹ میں پراسیکیوٹ کرنے کا طریقہ گورنمنٹ کو اختیار نہ کرنا چاہئے - میں عام طور پر ان کے سچیشنس سے متفق ہوں - کیونکہ کورٹ میں کیسز کے پیش ہونے سے ثابت ہونا مشکل ہے - اگر وہ یہ کہتے ہیں کہ کورٹس میں پراسیکیوٹ کرنا چاہئے تو میں اس سے متفق نہیں ہوں - اگر ان کا یہ کہنا ہے کہ عام طور پر پراسیکیوٹن کا طریقہ اختیار نہ کرنا چاہئے بلکہ ٹریبیونل کے پاس بھیجنا چاہئے تاکہ ڈسپلنری ایکشن لیکر ڈسمس یا برطرف کیا جاسکے تو اس ثانی الذکر سچیشن سے میں متفق ہوں .....

श्री. व्ही. डी. देशपांडे:—अनुका सजेशन यह है कि क्रिमिनल केसेस में खुद अदालत में खड़ा करना चाहिये। सिर्फ काम से हटाने से ठीक नहीं होगा।

شری بی۔ را۔ کشن راؤ :- ان کا سجیشن یہ ہے کہ چونکہ ایک کیس اتنا اسٹرانگ ہے کہ لا کورٹ میں لیجا کر اس کو پراسیکیوٹ کر کے فوجداری طریقہ پر سزا دلائی جاسکتی ہے تب تو اس کو پراسیکیوٹ کرنا چاہیئے۔ ایسا نہ تو ٹرائیبونل کے پاس بھیج کر ڈسپلنری ایکشن لینا چاہیئے۔ اس اصول پر تو عمل بھی کیا جا رہا ہے۔ بعض کیس ایسے ہوتے ہیں کہ جہاں پرائیم فیس (Prima facie) طور پر ایویڈنس (Evidence) اسٹرانگ ہونے پر بھی ابتدائی عدالت یا سپریم کورٹ سے لوگ چھوٹ جاتے ہیں۔ اس میں نہ صرف پراسیکیوشن میں سرکاری رویہ ضائع ہوتا ہے بلکہ اور بھی برے نتائج اس سے پیدا ہوتے ہیں۔ پرسنلی میں یہ سمجھتا ہوں کہ کرپشن کے کیس میں فوری سزا کے طور پر ان کو اس جگہ پر نہ رہنے دینا چاہیئے۔ کوئی ڈس آنسٹ (Dishonest) ہو تو اس کو وہاں ایک منٹ بھی نہ رکھنا چاہیئے وہاں سے پہلے ہٹا دینا چاہیئے۔ یہ الگ بات ہے کہ فوجداری سزا دلائی جاسکتی ہے، یا نہیں۔ اگر دلائی جاسکتی ہے تو دلائی چاہیئے۔ لیکن زیادہ تر کرپشن کو دور کرنے کے لئے لا کورٹ میں لیجانے سے کیس میں طوالت ہوتی ہے۔

چند آنریبل ممبرس نے کہا کہ حکومت کرپٹ آفیسرس (Corrupt officers) کو ڈائریکٹ (Direct) یا ان ڈائریکٹ (Indirect) طور پر پروٹکشن (Protection) دیتی ہے۔ اس طرح حکومت نیپوٹزم (Nepotism) اور فیوریٹزم (Favouritism) کی ذہنیت پھیلانا چاہتی ہے۔ میں کہوں گا کہ یہ ایک عام تخیل ہے اس سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا۔ لیکن دیکھنا یہ ہے کہ معیار کو بلند کرنے کے لئے ہم کیا کر سکتے ہیں۔ اسکی ہمیں کوشش کرنی چاہیئے۔ میں زیادہ دیر اپنی تقریر کو جاری نہیں رکھوں گا۔ صرف پانچ منٹ میں ختم کر دوں گا۔ اب میں صرف دو ایک باتوں کی طرف اشارہ کرنا چاہتا ہوں۔ جیسا کہ میں نے کہا اب لیڈر آف دی اپوزیشن کے سجیشن کی طرف اشارہ کرنا چاہتا ہوں۔ ایک چیز انہوں نے اپنی تقریر میں فرمائی ہے اس سے مجھے فطرتاً اختلاف ہے۔ انہوں نے ایک انڈپنڈنٹ کمیشن (Independent commission) کے تقرر کی تائید میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ اسکی ضرورت اس لئے ہے کہ منسٹرس عہدہ داروں کے دباؤ میں آجاتے ہیں اور افسروں کو بچانے کے لئے گول مال کرتے ہیں۔ انکی حمایت اور جانبداری کرتے ہیں اس لئے سب سے زیادہ ضرورت اسکی ہے کہ ایسا انتظام کیا جائے کہ منسٹرس ان کے دباؤ میں نہ آنے پائیں۔ اس لئے منسٹروں کا اس کمیشن میں دخل نہ ہونا چاہیئے۔ اگر عوام یا یہ آنریبل ہاؤس اس سے متفق ہے کہ کرپشن محض اس لئے ہے کہ منسٹرس کرپٹ آفیسرس کی حمایت کرتے ہیں تو اس کا سیدھا سادھا اور ڈائریکٹ نتیجہ یہ ہے کہ آج کی منسٹری کار گزار رہنے کے قابل نہیں ہے کیونکہ وہ صلاحیت نہیں رکھتی ہے۔ مگر یہ بات سچ ہے یا غلط اس بارے میں اختلاف رائے اور ڈیفرنس آف اوپینین (Difference of opinion) ہو سکتا ہے۔ کسی کی کچھ رائے ہو سکتی ہے اور کسی کی کچھ۔ میری رائے ظاہر ہے کہ اس کے برخلاف ہوگی۔ اب



تک جو کرپشن کے کیس ہوئے ہیں یا جو ہماری نوٹس میں آئے ہیں وہ منسٹروں کی وجہ سے یا ان کے ناجائز نیوٹیزم یا فیوریٹیزم کی وجہ سے نہیں ہوئے۔ ٹریبیونل کے فیصلوں یا پی۔ ایس۔ سی۔ کی سفارشات یا منسٹروں کی بددیلتی کی وجہ سے یہ کمزوریاں پیدا نہیں ہوئیں، میں اتنا عرض کرونگا۔ چنانچہ آنریبل ہاؤس جانتا ہے کہ اس ہاؤس کے منشا اور مطالبے کے لحاظ سے ایک اتنا بڑا کمیشن مقرر کیا گیا اور اس کے ریکمنڈیشن (Recommendations) پر اس ہاؤس میں چرچا ہوئی اور اس سے یہ امید اور توقع کی جاسکتی ہے کہ یہ منسٹری گڈ (Good) ہو یا بیڈ (Bad) ہو وہ منسٹری سنسیریٹی (Sincerity) کے ساتھ ان ریکمنڈیشن پر غور کر رہی ہے اور ان کو عمل میں لانے کی خواہش رکھتی ہے۔ کم از کم اتنا حسن ظن اتنا موڈیکم آف گڈول (Modicum of good will) اس منسٹری کے بارے میں ہوتو میں سمجھتا ہوں کہ یہ بداعتدادی جس کا یہاں اظہار کیا گیا ہے باقی نہیں رہیگی اور آنریبل ممبرس خود محسوس کریں گے کہ یہ بداعتدادی ناموزوں ہے۔ آخر ہم بھی اوسی زمرہ میں سے ہیں۔ ان ہی میں سے چنکر آئے ہیں اور آج ایسی خدمت پر فائز ہیں جس کا نہ کوئی پنشن منسے والا ہے اور نہ کوئی ترقی منسے کی امید ہوسکتی ہے اور اگر کوئی ترقی کی امید ہو بھی سکتی ہے تو وہ ترقی ہمارے ان عہدہ داروں کے ہاتھ میں نہیں ہے۔ ایک توقع جو ہوسکتی ہے وہ بھی کہ آئندہ چناؤ میں پھر منتخب کئے جائیں۔ تو ہماری یہ توقع بھی ان عہدہ داروں سے پوری ہونے والی نہیں ہے۔ اگر ہم پھر چنکر آنے والے ہیں تو وہ ان ہی لوگوں کی وجہ سے آئینگے جنہوں نے ہم کو پہلے چنا تھا۔ چیف سکریٹری، سکریٹریز۔ ہڈس آف دی ڈپارٹمنٹس (Heads of the departments) کلکٹر۔ تحصیلدار۔ ریوینیو انسپکٹر۔ یا پٹیل پٹواری ہم کو چنکر لانے والے نہیں ہیں۔۔۔

کئی آنریبل ممبرس :- پولیس والوں کے ہاتھ میں تو ہے نا۔

شری بی۔ رام کشن راؤ :- پولیس کے ہاتھ میں اور نہ ہمارے پاس کوئی ایسا ہتیار ہے جس کا دباؤ ڈالکر ہم نے ووٹ حاصل کئے ہیں۔ ہمارا دوبارہ چناؤ صرف اسی پر منحصر ہے کہ اپنے چننے والوں کے سامنے جائیں اور ان سے یہ کہیں کہ ان پانچ سال میں جتنی خدمت ہم سے آپ کی ہوسکتی تھی ہم نے کی ہے آپ کے تکالیف کو دور کرنے کے لئے ہم نے حتی المقدور اپنی قوت کے مطابق کام کیا ہے۔ اگر آپ ہم کو پھر آئندہ پانچ سال کے لئے خدمت کا موقع دیں تو اس سے بہتر خدمت کرنے کی کوشش کریں گے۔ اس سے بڑھکر کوئی اور دوسرا ہتیار ہمارے پاس نہیں ہے۔ نہ انڈر گراؤنڈ (Underground) ہے نہ اپر گراؤنڈ (Upperground)۔

جو آنریبل ممبرس اس وقت اوس جانب بیٹھے ہوئے ہیں کسی وقت خوش قسمتی سے انہیں اس جانب بیٹھنے کا موقع ملے تو مجھے یقین ہے، بالکل یقین ہے کہ وہ کوئی ایسی بڑی کارگزاری اس بارے میں کر کے نہیں دکھا سکیں گے جس کے کرنے کی ہم میں قابلیت نہیں ہے۔ ہوسکتا ہے کہ باتیں بہت زیادہ کریں۔۔۔۔۔۔۔۔۔

श्री. व्ही. डी. देशपांडे :—आपको यह गलतफहमी है।

श्री بی۔ رام کشن راؤ :—بہر صورت میں کچھ زیادہ کہنا نہیں چاہتا۔

لیڈر آف دی اپوزیشن نے یہ بھی سنجیشن دیا کہ تمام گورنمنٹ سروٹس کو ٹریڈ یونین سمجھکر ان کے رپریزنٹٹیوز ( Representatives ) کو بلاکر ایک کمیشن قائم کیا جائے۔ یہ اتنا ڈینجرس پروپوزیشن ( Dangerous proposition ) ہے کہ میں اس کے متعلق کچھ نہیں کہہ سکتا۔ نہ اس کی تردید کر سکتا ہوں اور نہ اس کے متعلق کچھ کہنے کی ضرورت سمجھتا ہوں۔ اگر وہ ان تمام لوگوں کو اس میں شامل کرنا چاہتے ہیں اور فیکٹری لیبرس کے معیار پر لانا چاہتے ہیں تو میں اون سے خواہش کرونگا کہ وہ ان سفارشات پر اوس وقت عمل کریں جب ملک کے نظم و نسق کی ذمہ داری خوش قسمتی سے ان پر عائد ہو۔ میں اس پر عمل کرنے سے قاصر ہوں۔ دراصل یہ ایک آئیڈیل ( Ideal ) ہے۔ ( آئیڈیل سوسائٹی ( Ideal society ) کو قائم کرنے کے لئے ہم قدم اٹھا رہے ہیں۔ انسانی سماج جس کنڈیشن ( Condition ) میں ہے اوس کے نظر کرتے ہمیں سوچنا چاہیئے کہ ہم ترقی کے راستے پر جارہے ہیں یا پیچھے کی طرف جارہے ہیں۔ میں کہوں گا کہ ہم اخلاقی حیثیت سے مادی حیثیت سے اور ہر حیثیت سے ترقی کے راستے پر گامزن ہیں۔

श्री. व्ही. डी. देशपांडे :—डिस्ट्रिक्ट और हेडक्वार्टर लेवल पर मुस्तलिफ पार्टियों की अंक लियाक्षान कमेटी कायम की जाय, जिसकी सिफारिश की गयी है। जिसके बारे में क्या ख्याल है?

श्री بی۔ رام کشن راؤ :—میں نے کہا ہے کہ جب تک اس قسم کی لیزان مشنری ( Liaison machinery ) کے متعلق گورنمنٹ کے پاس تفصیلی سنجیشنس پیش نہوں میں اس کے بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ وہ لیزان کمیٹیز ( Liaison Committees ) کس غرض کے لئے رہینگی اس پر غور کئے بغیر میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ جب اسکی تفصیلات پیش ہوں گی تو میں بعد میں اس پر غور کر سکتا ہوں۔ اتنا عرض کرنے کے بعد مجھے آشا ہے کہ آنریبل ممبرس اس بارے میں ڈیفینٹ اینڈ کانکریٹ سنجیشنس ( Definite and Concrete suggestions ) گورنمنٹ کے پاس بھیجیں گے۔ اس کے بعد گورنمنٹ اپنے عہمداروں سے پراکٹیکل سنجیشنس ( Practical suggestions ) لیکر اس پر غور کریگی۔ اگر اس طرح کے ڈیفینٹ اور کانکریٹ سنجیشنس آنریبل ممبرس کی طرف سے مجھے ملینگے تو میں انہیں ہارٹلی ویلکم ( Heartily welcome ) کرونگا۔ جو سنجیشنس ایسے ایسے ہونگے جو پراکٹیکل ( Practicable ) ہوں اور دستور کے ڈھانچے میں بٹھائے جاسکتے ہوں تو ضرور ایسے ڈیفینٹ ( Definite ) اور

کانکریٹ میژرس ( Concrete measures ) اختیار کئے جائیں گے جن سے  
کرپشن کا مرض جلد سے جلد دور ہو جائے -

The House then adjourned till Half Past Two of the Clock  
on Thursday, the 23rd September, 1954.

---

